صحاح ستہ اور علم غیب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب
صحاح ستہ سے چالیس حدیثیں مع 19
سوالات اور ان کے جوابات پر مشتمل
ایک بہترین تحفہ

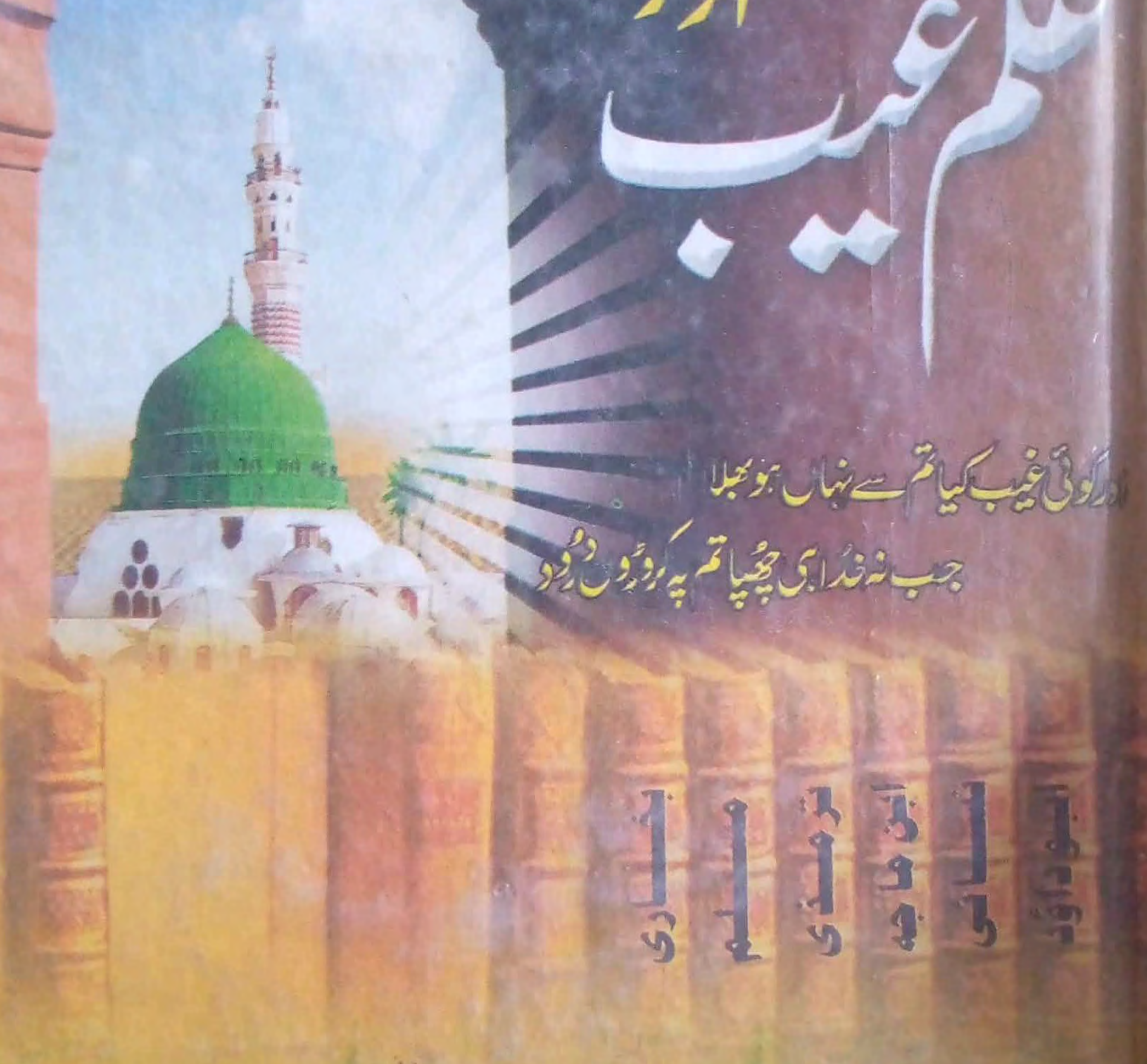

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

علامہ محمد اشفاق القادری العطاری

میلاد پبلیکیشنز

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر صحاح ستہ سے چالیس حدیثیں
مع ۱۹ سوالات اور ان کے جوابات پر مشتمل ایک بہترین تحفہ

صحاح ستہ اور علمِ غیب

علامہ محمد اشفاق القادری العطاری
فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ۔ لاہور

میلاد پبلیکیشنز دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	صحاح ستہ اورعلمِ غیب
موضوع	رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا علمِ غیب
مصنف	علامہ محمد اشفاق القادری العطاری
سن اشاعت	یکم دسمبر 2003ء
تعداد	1100
صفحات	224
قیمت	75 روپے
ناشر	میلاد پبلی کیشنز داتا دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور
کمپوزنگ	غلام محمد یاسین بیسمنٹ دربار مارکیٹ لاہور

ملنے کے پتے

(1) مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور (2) مکتبہ جمالِ کرم دربار مارکیٹ لاہور
(3) مکتبہ زاویہ دربار مارکیٹ لاہور (4) سُنی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور
(5) ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور (6) شبیر برادرز اردو بازار لاہور
(7) فرید بک سٹال اردو بازار لاہور (8) سادات پبلی کیشنز اردو بازار لاہور
(9) مکتبہ غوثیہ اوکاڑہ (10) مکتبہ فیضانِ مدینہ لالہ موسیٰ
(11) مکتبہ کنز الایمان میر پور کشمیر

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر
انتساب	6
عرضِ مؤلف	7
عرضِ ناشر	8
آئمہ صحاح ستہ کا تعارف	9
علم غیب کے متعلق عقیدۂ اہلسنت	32
علم غیب کی قسمیں	32
علمِ غیب ذاتی	32
علمِ غیب عطائی	32
غیب کا لغوی معنیٰ	34
غیب کا اصطلاحی معنیٰ	34
ابتدائے خلق سے جنت اور دوزخ میں پہنچنے تک کا علم	35
ہر چیز کا علم	40
قبروں کے حالات کا علم	42
ایصالِ ثواب و حدیثِ رسول ﷺ	46
میت کی طرف سے صدقہ	46
فوت شدہ کیلئے نبی کریم ﷺ کی دعا	46
کل خیبر کس کے ہاتھوں فتح ہوگا؟	47
کون کس کا بیٹا ہے؟	49
خشوع و خضوع کا علم	51
اپنے وصال اور اہل بیت میں سے پہلے وصال کرنے والے کا علم	54
کس زوجہ کا پہلے وصال ہوگا؟	57
حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کا علم	64
ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتی ہیں	66
زید کا مسلمان ہونا	68
مدینہ میں رہتے ہوئے مکہ مکرمہ میں ہونے والی گفتگو کا علم	69
عمیر اور صفوان کے درمیان یوں گفتگو ہوئی	70
حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبولِ اسلام	72
حارث بن ابی ضرار کا اسلام لانا	74
عبداللہ بن حارث کا اسلام قبول کرنا	74
نوفل بن حارث کا قبول اسلام	75
عمیر بن رافع کا قبولِ اسلام	75
علاقوں کی فتح کا علم	76
امت کے شرک میں مبتلا نہ ہونے کا علم	77
شرک کی تہمت لگانے والا خود مشرک ہے	79
جنتی دیہاتی	83
حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جنتی ہونے کا علم	86
انبیاء و مرسلین علیہم اسلام کے علاوہ اہل جنت کے سردار کا علم	94
جنتی نوجوانوں کے سردار کا علم	96

عنوان	صفحہ نمبر
ستر ہزار بغیر حساب جنت میں	98
اہلِ جنت کی صفوں کی تعداد کا علم	99
ادنیٰ درجے کا جنتی	103
رؤیت باری تعالیٰ کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ	105
رؤیت باری عزوجل پر قرآن و حدیث سے دلائل	106
لذتِ دیدار الٰہی عزوجل	107
کون کس عذاب کا حامل ہے	112
اندھوں اور کوڑھوں کو نفع پہنچانا	117
دوزخ میں سب سے ہلکے عذاب والا	119
سب سے آخری جنتی کا علم	120
دوگروہوں میں صلح کرانے والے کا علم	122
منافق کی موت کا علم	123
قیامت تک کی ہر شئی کا علم	126
جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے	132
قیصر وکسریٰ کے خزانوں کا راہ خدا میں خرچ کرنا	136
سمندر کی موجوں کی طرح اُمڈ کر آنے والا فتنہ	137
عربی بہروپیا	140
دل کا راز معلوم کرنا	141
زنا سے حفاظت	141
دریا فرات سے سونے کے پہاڑ کا نکلنا	142
امت کا تہتر فرقوں میں بٹنا	144

عنوان	صفحہ نمبر
قیامت کے دن سب سے پہلے کون شفاعت کرے گا؟	145
ہر بلا کا دفع ہر نعمت کا حصول نبی ﷺ کے ذریعہ سے ہوا	146
اللہ تعالیٰ کے سب کارخانہ سب لینا دینا نبی ﷺ کے واسطے سے ہے	146
قیامت کے دن حمد کا جھنڈا کس کے ہاتھ میں ہوگا؟	147
غلّہ چوری کرنے والے کا علم	149
جنتی خوشہ کا ملاحظہ فرمانا	152
تیس کذات	154
تجھ سے بہت لوگوں کو نفع ونقصان ہوگا	156
راہِ خدا میں سمندری سفر کریں گے	158
ہر چیز کو جان لیا	160
فلاں جہنمی ہے	162
قیامت میں لوگوں کا شفیع کو تلاش کرنا	164
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کیے جانے والے مشہور و معروف انیس سوالات کے جوابات	168
سوال نمبر 1	168
جواب	168
سوال نمبر 2	169
جواب	169
سوال نمبر 3	172
جواب	172

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
سوال نمبر 4	174	سوال نمبر 12	200
جواب	175	جواب	200
سوال نمبر 5	178	سوال نمبر 13	202
جواب	178	جواب	202
سوال نمبر 6	182	سوال نمبر 14	205
جواب	182	جواب	205
سوال نمبر 7	187	وہابی خارجی ہیں	206
جواب	187	سوال نمبر 15	207
سوال نمبر 8	189	جواب	208
جواب	189	سوال نمبر 16	209
سوال نمبر 9	192	جواب	209
جواب	192	سوال نمبر 17	212
مرید اور گل کی بات	193	جواب	212
سوال نمبر 10	194	سوال نمبر 18	213
جواب	194	جواب	214
موت کی جگہ کا علم	197	سوال نمبر 19	216
سوال نمبر 11	197	جواب	216
جواب	197	ہماری پیاری اور معیاری کُتب	224
حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جائے وفات	197		
رسول اللہ ﷺ اور جائے وصال کا علم	197		
حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جائے وفات	198		
حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا اپنے مدفن کی خبر دینا	199		

انتساب

فقیر اپنی اس ٹوٹی پھوٹی کوشش کو اس ذاتِ گرامی کے نام منسوب کرنے کا شرف حاصل کرتا ہے جن کے بارے میں ان کا پروردگار فرماتا ہے۔

وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ۔ (النساء آیت: 133)

ترجمہ کنز الایمان: اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔

اور فرماتا ہے۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍo (التکویر آیت: 24)

ترجمہ کنز الایمان: اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد اشفاق القادری العطاری

عرضِ مؤلف

فقیر نے درسِ نظامی کی تعلیم ایک ایسی معروف دینی درسگاہ سے حاصل کی جس کو دنیا جامعہ نظامیہ رضویہ کے نام سے جانتی ہے۔ چونکہ دورۂ حدیث میں ایک مقالا بھی لکھنے کو دیا جاتا ہے فقیر نے جو موضوع منتخب کیا اس میں ایک عنوان نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اور صحاح ستہ کے نام سے بھی تھا کچھ احادیث لکھیں تھیں۔ اب جبکہ اس عنوان کو عوامِ اہلسنت کے فائدے کے لئے شائع کرنے کے بارے میں جناب امجد علی عطاری صاحب زید مجدہ سے گفتگو ہوئی تو انہوں نے کہا کہ آپ اس کو کچھ اور بڑھا دیں انشاء اللہ (عزوجل) میلاد پبلی کیشنز اس کو شائع کرے گا۔ جب فقیر نے دیکھا کہ انشاء اللہ (عزوجل) میلاد پبلی کیشنز اس کو شائع کرنے کے لئے تیار ہے تو پھر اس عنوان کو بڑھا کر چالیس احادیث تک پہنچا کر اس سلسلے کو اس حدیث شریف کے پیشِ نظر روک دیا کہ شاید وہ سعادت عظیمہ اس فقیر کو بھی میسر آ جائے جو سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں بیان فرمائی ہے کہ:

من حفظ علی امتی اربعین حدیثا فی امر دینها بعثه الله تعالیٰ فقیها وکنت له یوم القیامة شافعا وشهیدا۔ (مشکوٰۃ ص 36)

یعنی جو شخص دینی معاملات کے متعلق چالیس حدیثیں یاد کر کے میری امت کو پہنچا دے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو (قیامت کے روز) اس شان سے اُٹھائے گا کہ وہ فقیہ ہوگا اور قیامت کے روز میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے لئے گواہی دوں گا۔

نیز حدیث کے تحت تعارفِ راوی بھی نقل کر دیا ہے اور ہر حدیث کے تحت حاصل ہونے والے فوائد کو "فائدہ" کے عنوان سے درج کر دیا ہے۔ جس میں متعدد مقامات پر کئی احادیث تک نقل کر دیں ہیں اور کتاب کے آخر میں بسم اللہ شریف کے حروف کی تعداد کے برابر انیس (۱۹) سوالات اور ان کے جوابات بھی عوامِ اہلسنت کے فائدے کے لئے لکھ دیئے گئے ہیں۔

آخر میں عزیزم خرم شہزاد عطاری کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تیاری میں فقیر کی معاونت کی۔

اللہ عزوجل اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل اس حقیری کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور عوامِ اہلسنت کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور فقیر کے لئے اسے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عرضِ ناشر

تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے جس نے میلاد پبلی کیشنز کو عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شمع کو روشن کرنے کے لئے متعدد کتب شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔علم غیب اور صحاح ستہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے اس سے پہلے جو کتب شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ان میں ''عشق کے رنگ''، ''ذکرِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بزبان عاشقانِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)''، ''آنسوؤں کی برسات'' وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

سرِ دست اس تالیف کے بارے میں یہ بات توجہ طلب ہے کہ اس کتاب کو اگرچہ چالیس احادیث کا نام دیا گیا ہے لیکن آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ ان چالیس احادیث کے تحت مؤلف نے فائدہ کا عنوان دے کر اور کئی احادیث نقل کر کے اس کتاب کو نور علیٰ نور بنا دیا ہے اور یہ بھی کہ تعارفِ راوی کے تحت حدیث کو روایت کرنے والے راوی کے حالات بھی لکھ دیئے ہیں تا کہ عوامِ اہلسنت، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حالات سے بھی آگاہ ہو جائیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آخر میں سوال و جواب کی صورت میں بھی عوام اہلسنت کی راہنمائی فرمائی کہ ہمارے ہاں بعض لوگ علماء کے پاس تو جاتے نہیں کہ ان کے پاس جائیں گے تو پُر ہو کر واپس آنا پڑے گا وہ عوام الناس کے پاس جاتے ہیں اور سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علمِ غیب کی نفی پر قرآن اور احادیث بیان کر کے شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ان شکوک وشبہات کے ازالہ کے لئے بسم اللہ شریف کے حروف کی نسبت سے انیس (۱۹) سوالات اور ان کے جوابات بھی لکھ دیئے ہیں۔

اللہ عزوجل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل اس کتاب کے مؤلف، ناشر قاری اور پوری امتِ مسلمہ کی مغفرت فرمائے۔آمین

میلاد پبلی کیشنز
محمد امجد علی عطاری

آئمہ صحاح ستہ کا تعارف

تعارف امام بخاری

امام بخاری اپنے پیش رو آئمہ کی آرزو، اساتذہ کا فخر اور معاصرین کے لئے سراپا رشک تھے۔ ان کے زمانہ میں احمد بن حنبل، یحیٰ بن معین اور علی بن مدینی کا فن حدیث میں چرچا تھا لیکن جب آسمان علم حدیث پر امام بخاری کا سورج طلوع ہوا تو تمام محدثین ستاروں کی طرح چھپتے چلے گئے۔ صحیح مجرد میں سب سے پہلے انہوں نے مجموعہ حدیث پیش کیا اور پھر کتب صحاح کی تصنیف کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

ولادت وسلسلۂ نسب: ناصر الاحادیث النبویہ و ناشر المواریث المحمدیہ امیر المومنین فی الحدیث امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری الجعفی 13 شوال 194ھ میں ماوراء النہر کے مشہور شہر بخارا میں پیدا ہوئے۔ امام بخاری کے والد اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی عظیم محدث اور ایک صالح بزرگ تھے۔ ابن حبان نے ان کو طبقہ رابعہ کے ثقہ راویوں میں شمار کیا۔

(شہاب الدین حافظ ابن حجر العسقلانی التوفی 856، تہذیب التہذیب ج 1 ص 274)

امام ذہبی نے تاریخ اسلام میں اور امام بخاری نے تاریخ کبیر میں ان کا مفصل تذکرہ لکھا۔ انہیں امام مالک، عبداللہ بن مبارک اور حماد بن زید جیسے یکتائے روزگار حضرات سے روایت حدیث کا شرف حاصل ہوا اور یحیٰ بن جعفر بیکندی، احمد بن جعفر، نصر بن حسین اور عراقیوں کی ایک بڑی جماعت نے ان سے احادیث کا سماع کیا۔ امام بخاری کے والد خوشحال اور دولتمند تھے اور جس قدر مالدار تھے اتنے ہی پرہیزگار تھے۔ احمد بن حفص کہتے ہیں کہ میں ابوالحسن اسماعیل بن ابراہیم کی موت کے وقت ان کی خدمت میں حاضر تھا وہ کہنے لگے میرے پاس جس قدر مال ہے اس میں ایک درہم بھی مشتبہ نہیں ہے۔

(شہاب الدین احمد القسطلانی التوفی 923ھ، ارشاد الساری ج 1 ص 31)

امام بخاری کے جد امجد مغیرہ بن بردز جعفی مجوسی تھے اور اس زمانہ میں بخارا کے

حاکم یمان جعفی کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے اور اسی نسبت سے جعفی کہلائے۔ امام بخاری کو بھی جعفی اسی سبب سے کہا جاتا ہے۔

(شیخ عبدالحق دہلوی المتوفی 1052ھ (اشعۃ اللمعات ج1 ص9)

ابتدائی حالات: ایام طفولیت ہی میں امام بخاری کے والد کا انتقال ہوگیا تھا اور پرورش کی تمام تر ذمہ داری آپ کی والدہ نے سنبھال لی تھی۔ صغیر سن میں ہی امام بخاری نابینا ہوگئے اس وقت کے مشہور اطباء اور معالجین سے رجوع کیا گیا مگر کسی کی پیش نہ جاسکی۔ آپ کی والدہ بڑی عابدہ اور زاہدہ تھیں انہوں نے رو رو کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کی اور دامن پھیلا کر اپنے لخت جگر کے لئے بصارت مانگی بالآخر دریائے رحمت جوش میں آیا اور ایک رات انہیں خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت ہوئی اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری آہ وزاری اور دعاؤں کی کثرت کے سبب تمہارے بیٹے کی بصارت لوٹا دی ہے۔ صبح جب امام بخاری بستر سے اُٹھے تو ان کی آنکھیں روشن تھیں۔

(شیخ عبدالحق دہلوی المتوفی 1052ھ اشعۃ اللمعات ج1 ص9)

زمانہ تعلیم: ابتدائی اور ضروری تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب امام بخاری کی عمر دس سال کو پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں علم حدیث کی تحصیل کا شوق پیدا کیا اور آپ نے بخارا کے درس حدیث میں داخلہ لے لیا۔ علم حدیث کو آپ نے انتہائی کاوش اور محنت سے حاصل کیا۔ متن کو محفوظ رکھا اور سند کے ایک ایک راوی کو ضبط کیا حتیٰ کہ ایک سال بعد متن حدیث اور اس کی سند پر آپ کے عبور کا یہ عالم تھا کہ بسا اوقات اساتذہ بھی آپ سے اپنی تصحیح کرتے تھے ایک مرتبہ آپ کے استاذ داخلی نے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا: **حدثنا سفیان عن ابی الزبیر عن ابراھیم** ۔ آپ نے فرمایا ابوالزبیر کی ابراہیم سے کوئی روایت نہیں ہے۔ استاذ نے ناراض ہو کر امام بخاری کو تہدید کی آپ نے کہا اگر آپ کے پاس اصل ہے تو اس میں دیکھ لیجئے۔ استاذ نے اصل کی طرف رجوع کیا اور کہا اچھا پھر بتلاؤ یہ روایت کس طرح ہے آپ نے عرض کیا۔ **حدثنا سفیان عن زبیر بن عدی عن ابراھیم** ۔ اور بتلایا کہ یہ لفظ ابی الزبیر نہیں زبیر بن عدی ہے۔ استاذ حیران رہ گئے اور انہوں نے بھری

مجلس میں امام بخاری کی تحسین کی۔ امام بخاری یونہی تیزی اور مہارت سے علوم دینیہ حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ سولہ سال کی عمر میں امام بخاری نے عبداللہ بن مبارک، وکیع اور دیگر اصحاب ابی حنیفہ کی کتابوں کو ازبر کرلیا تھا۔

(حافظ ابن حجر العسقلانی المتوفی 852ھ ھدی الساری ج 2 ص 250)

زیارت حرمین وآغاز تصنیف: اٹھارہ سال کی عمر میں امام بخاری اپنے بڑے بھائی احمد بن اسماعیل اور اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ حج کرنے کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوئے۔ حج کے بعد ان کے بھائی تو والدہ کو لے کر واپس چلے گئے اور امام بخاری مزید تعلیم کے حصول کے لئے وہیں رہ گئے۔ اسی دوران انہوں نے قضایا الصحابۃ والتابعین کے عنوان سے ایک کتاب لکھی اور اس کے بعد چاندنی راتوں میں روضۂ انور کے پہلو میں بیٹھ کر تاریخ کبیر تصنیف کی۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ میں نے تاریخ کبیر میں جتنے لوگوں کے اسماء ذکر کیے ہیں مجھے ان میں سے ہر ایک کے بارے میں کوئی نہ کوئی قصہ معلوم تھا لیکن اختصار کے سبب میں نے ان تمام قصوں کو درج نہیں کیا۔ تاریخ کبیر کی تکمیل ہوتے ہی اس کی نقل کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ محمد بن یوسف فریابی کہتے ہیں کہ میں نے تاریخ کبیر کو اس وقت نقل کیا جب ابھی امام بخاری کی ڈاڑھی بھی نہیں آئی تھی۔

(شہاب الدین حافظ ابن حجر القسطلان المتوفی 923ھ (ارشاد الساری ج 1 ص 32)

بے مثال حافظہ: امام بخاری بے پناہ قوت حافظہ کے مالک تھے۔ جب ہم ان کی قوت حفظ کے کارنامے صفحات تاریخ پر دیکھتے ہیں تو یوں گمان ہوتا ہے جیسے وہ سر سے پیر تک حافظہ ہی حافظہ ہوں۔ ان کے حافظہ کو دیکھ کر لوگوں کے دلوں میں ابوہریرہ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ حاشد بن اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری لڑکپن میں ہمارے ساتھ حدیث کے سماع کے لئے مشائخ بصرہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ امام بخاری کے سوا ہم تمام ساتھی احادیث ضبط تحریر میں لے آتے تھے۔ سولہ دن گزر جانے کے بعد ایک روز ہمیں خیال آیا اور ہم نے بخاری کو ملامت کی اور کہا کہ تم نے احادیث ضبط نہ کر کے اتنے دنوں کی محنت ضائع کردی۔ امام بخاری نے ہم سے کہا اچھا تم اپنے ضبط شدہ نوٹ لے آؤ۔ ہم اپنے اپنے نوٹ

لے کر آئے اور امام بخاری نے سلسلہ وار احادیث سنانی شروع کر دیں یہاں تک کہ انہوں نے پندرہ ہزار سے زیادہ احادیث بیان کر ڈالیں اور یہ سن کر ہمیں یوں گمان ہوتا تھا کہ گویا یہ روایات ہمیں امام بخاری نے لکھوائی ہیں۔

محمد بن ازہر سجستانی کہتے ہیں کہ میں امام بخاری کے ساتھ سلیمان بن حرب کی خدمت میں سماع حدیث کے لئے حاضر ہوتا تھا میں احادیث لکھتا تھا اور امام بخاری نہیں لکھتے کسی نے مجھ سے کہا بخاری احادیث کو نوٹ کیوں نہیں کرتے میں نے کہا تم سے کوئی حدیث اگر لکھنے سے رہ جائے تو بخاری کے حافظہ سے لکھ لینا۔

محمد بن حاتم کہتے ہیں کہ ایک دن ہم فریابی کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ فریابی نے ایک حدیث کی سند بیان کرتے ہوئے کہا:- **حدثنا سفیان عن ابی عروۃ عن ابی الخطاب عن ابی حمزہ**۔ اس سند میں سفیان کے علاوہ باقی تمام راویوں کی کنیت ذکر کی گئی تھی فریابی نے ان راویوں کے اصل نام پوچھے تمام مجلس پر سکتہ چھا گیا اور کسی کو بھی ان کے ناموں کا پتہ نہ چل سکا بالآخر سب کی نظریں امام بخاری کی طرف اُٹھیں اور انہوں نے کہنا شروع کیا، ابو عروہ کا نام معمر بن راشد ہے اور ابو الخطاب کا نام قتادہ بن دعامہ ہے اور ابو حمزہ کا نام انس بن مالک ہے، جیسے ہی امام بخاری نے یہ اسماء بیان کیے تمام حاضرین مجلس دم بخود رہ گئے۔ (حافظ ابن حجر العسقلانی المتوفی 852ھ، ھدی الساری ج 2 ص 251)

امام بخاری کی قوتِ حفظ بیان کرنے کے لئے یہ امر کافی ہے کہ جس کتاب کو وہ ایک نظر دیکھ لیتے تھے وہ انہیں حفظ ہو جاتی تھی تحصیل علم کے ابتدائی دور میں انہیں ستر ہزار احادیث حفظ تھیں اور بعد میں جا کر یہ عدد تین لاکھ تک پہنچ گیا جن میں سے ایک لاکھ احادیث صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح تھیں۔ ایک مرتبہ بلخ گئے تو وہاں کے لوگوں نے فرمائش کی آپ اپنے شیوخ سے ایک ایک روایت بیان کریں تو آپ نے ایک ہزار شیوخ سے ایک ہزار احادیث زبانی بیان کر دیں۔

سلیمان بن مجاہد کہتے ہیں کہ ایک دن میں محمد بن سلام بیکندی کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ محمد بن سلام نے کہا اگر تم کچھ دیر پہلے میرے پاس آتے تو میں تم کو وہ بچہ دکھلاتا جس کو

ستر ہزار احادیث یاد ہیں۔ سلیمان نے اس مجلس سے اُٹھ کر امام بخاری کی تلاش شروع کردی بالآخر سلیمان نے امام بخاری کو ڈھونڈھ نکالا اور پوچھا کیا تم ہی وہ شخص ہو جس کو ستر ہزار احادیث حفظ ہیں امام بخاری نے کہا مجھے اس سے بھی زیادہ احادیث یاد ہیں اور میں جن صحابہ سے احادیث روایت کرتا ہوں ان میں سے اکثر کی ولادت اور وفات کی تاریخ اور ان کی جائے سکونت پر اطلاع رکھتا ہوں۔ نیز میں کسی حدیث کو روایت نہیں کرتا مگر کتاب اور سنت سے اس کی اصل پر واقفیت رکھتا ہوں۔

(شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی 923ھ، ارشاد الساری ج1 ص34)

خدا داد ذہانت: امام بخاری کا ذہن بہت بیدار اور نکتہ رس تھا وہ قرطاس وقلم پر اتنا اعتماد نہیں کرتے تھے جتنا انہیں اپنے حافظہ اور ذہن پر اعتماد تھا۔ لوگوں نے بارہا فنِ حدیث مین امام بخاری کی قابلیت کا امتحان لیا لیکن وہ اپنی خداداد ذہانت اور بے مثال حافظہ کی وجہ سے سرخرو رہے۔

حافظ احمد بن عدی بیان کرتے ہیں کہ جب اہل بغداد کو معلوم ہوا کہ امام بخاری بغداد آرہے ہیں تو بغداد کے محدثین نے امام بخاری کا امتحان لینے کے لئے ایک سو احادیث کے متون اور اسناد میں ردوبدل کردیا۔ ایک حدیث کی سند کو دوسری حدیث کے ساتھ اور اس کی سند کو پہلی حدیث کے ساتھ لگا دیا اور اس طرح ایک سو احادیث کے متن اور سند الٹ پلٹ کردیئے اور دس آدمیوں میں یہ احادیث اس طرح تقسیم کردیں کہ ہر شخص ایک ایک کر کے دس احادیث کے بارے میں امام بخاری سے سوال کرے۔

امام بخاری جب بغداد میں داخل ہوئے تو اہل بغداد نے ان کے اعزاز میں ایک مجلس مذاکرہ منعقد کی جس میں علماء، امراء اور عوام کی بہت بڑی اکثریت شامل تھی۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق ایک شخص اٹھا اور اس نے سند مقلوب کے ساتھ پہلی حدیث پڑھی امام بخاری سے پوچھا کیا آپ کو یہ حدیث معلوم ہے آپ نے فرمایا نہیں اس نے پھر دوسری حدیث پڑھی پھر تیسری پھر چوتھی یہاں تک کہ اس نے دس احادیث پڑھ ڈالیں اور امام بخاری نے ہر بار نفی میں جواب دیا۔ جاننے والے اصل سبب سمجھ کر امام بخاری کے علم پر

حیران ہو رہے تھے اور انجان لوگ اس جواب کو امام بخاری کا عجز سمجھ کر پریشان ہو رہے تھے۔ پہلے شخص کے سوالات کے بعد اسی طرح دوسرے شخص نے اُٹھ کر سوالات کیے اور امام بخاری نے اسی طرح جواب دیئے پھر تیسرا اُٹھا پھر چوتھا یہاں تک کہ دس آدمیوں نے سو احادیث پوری کر ڈالیں اور امام بخاری نے ان تمام احادیث کے جواب میں یہی کہا کہ میں انہیں نہیں جانتا۔ جب امام بخاری نے دیکھا کہ یہ لوگ سوالات سے فارغ ہو گئے اور اب کوئی شخص نہیں اُٹھتا تو آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ پہلے شخص نے جو حدیث پڑھی اس کی اس نے یہ سند بیان کی تھی اور اس کی سند یہ ہے اس طرح ان لوگوں کی پڑھی ہوئی سو کی سو احادیث کی غلط اسناد بھی پڑھ کر سنائیں اور ان کی اصل اسناد بھی بیان کر دیں اور ہر حدیث کو اس کی اصل سند کے ساتھ لاحق کر دیا جیسے ہی امام بخاری نے اپنے بیان کو ختم کیا تمام مجلس میں تحسین و مرحبا کا غلغلہ اور آفرین آفرین کا شور اُٹھا اور عوام و خواص سب سے امام بخاری کے فضل کا اعتراف اور ان کی عظمت کا اقرار کر لیا۔

(حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ ، ھدی الساری ج 2 ص 251)

حافظ ابو الازہر روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سمرقند میں چار سو محدث جمع ہوئے اور انہوں نے امام بخاری کو مغالطہ دینے کے لئے شام کی اسناد عراق کی اسناد میں داخل کیں اور عراق کی شام میں اسی طرح حرم کی اسناد یمن میں داخل کیں اور یمن کی حرم میں وہ لوگ سات دن تک لگاتار اس قسم کے مغالطہ آمیز متون اور اسانید امام بخاری پر پیش کرتے رہے لیکن ایک بار بھی وہ امام بخاری کو نہ سند میں مغالطہ دے سکے نہ متن میں۔ (شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی 923ھ، ارشاد الساری ج 1 ص 34)

سادگی اور انکساری: امام بخاری مزاج اور طبیعت کے اعتبار سے بہت سادہ اور جفاکش تھے اپنی ضرورت کے تمام کام خود کر لیا کرتے تھے۔ مال و دولت اور جاہ مرتبت کے باوجود کبھی خدام اور غلاموں کا حشم قائم نہیں رکھا۔ محمد بن حاتم وراق آپ کے خصوصی شاگرد تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام بخاری بخارا کے قریب سرائے بنا رہے تھے اور اپنے ہاتھوں سے اُٹھا اُٹھا کر دیوار میں اینٹیں لگا رہے تھے میں نے آگے بڑھ کر کہا آپ رہنے

دیجئے یہ اینٹیں میں لگا دیتا ہوں آپ نے فرمایا قیامت کے دن یہ عمل مجھے نفع دے گا۔

وراق کہتے ہیں کہ جب ہم امام بخاری کے ساتھ کسی سفر میں جاتے تو آپ ہم سب کو ایک کمرہ میں جمع کر دیا کرتے اور خود علیحدہ رہتے۔ ایک بار میں نے دیکھا امام بخاری رات کو پندرہ بیس مرتبہ اٹھے اور ہر مرتبہ خود اپنے ہاتھ سے آگ جلا کر چراغ روشن کیا۔ کچھ احادیث نکالیں ان پر نشانات لگائے پھر تکیہ پر سر رکھ کر لیٹ گئے۔ میں نے عرض کیا آپ نے رات کو اُٹھ کر تنہا مشقت برداشت کی مجھے اُٹھا لیتے۔ فرمایا تم جوان ہو اور گہری نیند سوتے ہو میں تمہاری نیند خراب کرنا نہیں چاہتا تھا۔

زھد: لذائذ دنیاویہ اور عیش و عشرت سے امام بخاری کوسوں دور تھے طلب علم میں بسا اوقات انہوں نے سوکھی ہوئی گھاس کھا کر بھی وقت گزارا ہے۔ ایک دن میں عام طور پر صرف دو یا تین بادام کھایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بیمار پڑ گئے اطباء نے بتلایا کہ سوکھی روٹی کھا کھا کر ان کی انتڑیاں سوکھ چکی ہیں اس وقت امام بخاری نے بتلایا کہ وہ چالیس سال سے خشک روٹی کھا رہے ہیں اور اس طویل عرصہ میں سالن کو بالکل ہاتھ نہیں لگایا۔

خدا خوفی: امام بخاری کہتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ جب میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں گا تو اللہ تعالیٰ مجھ سے حساب نہیں لے گا کیونکہ میں نے کسی کی غیبت نہیں کی۔

خلق قرآن کا مناقشہ: 250ھ میں امام بخاری نے نیشاپور آنے کا پروگرام بنایا اس خبر کو سنتے ہیں اہالیان نیشاپور میں فرحت و مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اس زمانہ میں محمد بن یحییٰ ذہلی نیشاپور کی علمی ریاست کے والی تھے۔ محمد بن یحییٰ ذہلی نے شہر کے لوگوں کو امام بخاری کے استقبال کی تلقین کی چنانچہ لوگوں کے ایک انبوہ کثیر نے محمد بن یحییٰ کی قیادت میں شہر سے تین مرحلہ آگے جا کر امام بخاری کا استقبال کیا اور انتہائی تزک و احتشام سے امام بخاری کو شہر میں لے کر آئے۔ امام مسلم بن حجاج کہتے ہیں میں نے اس سے پہلے اتنا عظیم الشان استقبال نہ کسی عالم کا دیکھا تھا نہ کسی حاکم کا۔

امام بخاری نے نیشاپور میں درس حدیث دینا شروع کیا ان کے درس میں ہر وقت

اژدہام رہتا تھا اور بے حساب لوگ امام بخاری سے علم حدیث کا استفادہ کرتے تھے۔ بعض حاسدین کو امام بخاری کی شہرت اور مقبولیت بُری لگی اور انہوں نے محمد بن یحییٰ کو امام بخاری کا مخالف بنا دیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ محمد بن یحییٰ ذہلی قرآن کریم کے الفاظ کو بھی قدیم مانتے تھے اور اس پر بڑی شدت سے قائم تھے کسی شخص نے جا کر امام بخاری سے پوچھا کہ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق۔ امام بخاری ٹالتے رہے جب اس نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے کہا۔ **القرآن کلام اللہ غیر مخلوق**۔ اس نے پھر اصرار کیا قرآن کے الفاظ کا حکم بتلایئے۔ تو آپ نے کہا: **افعالنا مخلوقة و الفاظنا من افعالنا**۔ (ہمارے افعال مخلوق ہیں اور الفاظ بھی ہمارے افعال ہیں) بس پھر کیا تھا شور مچ گیا کہ امام بخاری الفاظ قرآن کو مخلوق مانتے ہیں جب ذہلی تک یہ خبر پہنچی تو وہ تمام عنایات منقطع کر کے یکسر مخالف ہو گئے اور اعلان کر دیا کہ بخاری کے درس میں کوئی شخص نہ جائے۔ چنانچہ مسلم بن حجاج کے سوا تمام لوگوں نے امام بخاری کے درس میں جانا بند کر دیا۔ آخر کار جب امام بخاری اہل نیشاپور سے مایوس ہو گئے تو آپ نے نیشاپور سے بخارا کی طرف روانگی کا قصد کر لیا۔

(حافظ ابن کثیر عسقلانی 852ھ، ھدی الساری ج2 ص262)

وطن کو واپسی: جب اہل وطن کو معلوم ہوا کہ امام بخاری وطن واپس لوٹ رہے ہیں تو انہیں بے حد خوشی ہوئی انہوں نے بخارا سے کئی منزل پہلے امام بخاری کی پیشوائی کے لئے خیمے نصب کر دیئے اور بڑے تزک و احتمام اور شان وشکوہ سے امام بخاری کو شہر لے کر آئے۔ امام بخاری نے بخارا میں درس قائم کر دیا اور اطمینان سے پڑھانے میں مصروف ہو گئے۔

حاسدین نے یہاں بھی امام بخاری کا پیچھا نہ چھوڑا وہ خلافت عباسیہ کے نائب خالد بن احمد ذہلی والی بخارا کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ امام بخاری سے کہیے کہ وہ آپ کے صاحبزادے کو گھر آ کر پڑھایا کریں جب والی بخارا نے امام بخاری سے یہ فرمائش کی تو آپ نے فرمایا میں علم کو سلاطین کے دروازے پر لے جا کر ذلیل کرنا نہیں چاہتا۔ جس شخص کو پڑھنے کی ضرورت ہے اس کو میرے درس میں آنا چاہیے۔ والی بخاری نےکہا اگر میرا لڑکا

درس میں آئے تو وہ عام لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر نہیں پڑھے گا۔ آپ کو اسے علیحدہ پڑھانا ہوگا امام بخاری نے جواب دیا میں کسی شخص کو احادیث رسول کی سماعت سے روک نہیں سکتا۔ یہ جواب سن کر حاکم ناراض ہوگیا اور اس نے ابن الوقت علماء سے امام بخاری کے خلاف فتویٰ حاصل کر کے انہیں شہر سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

امام بخاری اپنے وطن میں آ کر بے وطن ہونے پر بہت آزردہ ہوئے۔ ابھی ایک ماہ بھی نہ گذرا تھا کہ خلیفہ نے والئ بخارا خالد بن احمد ذہلی کو معزول کر دیا اور اسے گدھے پر سوار کرا کے محل سے نکالا گیا اور قید خانہ میں بند کر دیا گیا۔ جہاں وہ انتہائی ذلت اور رسوائی سے چند دن گزارنے کے بعد ہلاک ہوگیا۔ اسی طرح جن لوگوں نے امیر بخارا کی معاونت کی تھی وہ سب مختلف بلاؤں میں گرفتار ہو کر ہلاک ہو گئے۔

(حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ ، ھدی الساری ج 2 ص 265)

وصال: بخارا سے واپس ہونے کے بعد امام بخاری نے سمرقند جانے کا قصد کیا۔ ابھی سمرقند سے کئی منزل دور تھے تو آپ کو اطلاع ملی کہ اہلِ سمرقند میں آپ کے بارے میں دو آراء ہوگئی ہیں یہ سن کر آپ وہیں راستہ میں خرتنگ نامی ایک بستی میں رُک گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اے خدا یہ زمین اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہوتی جا رہی ہے مجھے اپنے پاس واپس بلا لے۔ اس دعا کے بعد آپ بیمار پڑ گئے۔ اس اثناء میں اہل سمرقند نے بلانے کے لئے آپ کے پاس قاصد بھیجا۔ آپ جانے کے لئے تیار ہوئے مگر طاقت نے ساتھ نہ دیا۔ چند دعائیں پڑھیں اور لیٹ گئے جسم سے پسینہ بہنا شروع ہوا۔ ابھی وہ پسینہ خشک نہ ہوا تھا کہ آپ نے جان، جان آفرین کے سپرد کر دی اور اس طرح یکم شوال 256ھ کو باسٹھ سال کی زندگی گزار کر رات کے وقت علم و فضل کا وہ عظیم آفتاب غروب ہوگیا جس کے علم و عمل کی روشنی سے سمرقند، بخارا، بغداد اور نیشاپور کے بے شمار عوام و خواص اپنے دل و دماغ کو منور کر رہے تھے۔

(حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ ، ھدی الساری ج 2 ص 266)

مزار بخاری کی برکات: امام بخاری کی نماز جنازہ کے بعد جب ان کی قبر پر مٹی ڈالی گئی تو مدت مدید تک اس مٹی سے مشک کی مہک آتی رہی اور عرصہ دراز تک لوگ دور دور

سے آ کر امام بخاری کی قبر کی مٹی کو بطور تبرک لے جاتے رہے۔

(حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ ، ھدی الساری ج 2 ص 266)

ابوالفتح سمرقندی بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری کے وصال کے دو سو سال بعد سمرقند میں خشک سالی کی وجہ سے قحط نمودار ہو گیا لوگوں نے بار ہا نماز استسقاء پڑھی، دعائیں مانگیں مگر بارش نہ ہوئی پھر ایک مرد صالح قاضی شہر کے پاس گیا اور اس کو مشورہ دیا کہ تم شہر کے لوگوں کو لے کر امام بخاری کی قبر پر جاؤ اور وہاں جا کر اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا مانگو شاید اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول کر لے۔ قاضی شہر نے یہ مشورہ قبول کر لیا اور شہر کے لوگوں کو لے کر امام بخاری کی قبر پر حاضر ہوا لوگوں نے وہاں گریہ و زاری کا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ سے نہایت خضوع و خشوع سے دعا مانگی اور امام بخاری سے قبولیت دعا کے لئے سفارش کی درخواست کی اسی وقت آسمان پر بادل اُمڈ آئے اور سات دن تک لگاتار اس قدر بارش ہوتی رہی کہ لوگوں کے لئے خرتنگ سے سمرقند پہنچنا مشکل ہو گیا۔

(شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی 923ھ ، ارشاد الساری ج 1 ص 39)

حرفِ آخر: امام بخاری عالم و فاضل عابد و زاہد اور فیاض و جواد تھے۔ ان کا چہرہ ہمیشہ خوفِ الٰہی سے زرد اور محبتِ رسول سے روشن رہتا تھا۔ ان کے فیضان کا جو سلسلہ ان کی زندگی میں قائم ہوا تھا وہ آج تک نہیں ٹوٹا اور آج امت مسلمہ دین کے جن احکام سے واقف ہے ان میں امام بخاری کی خدمات کا بہت بڑا حصہ ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث کی اشاعت کی اللہ تعالیٰ نے ان کے ذکر کو دنیا میں پھیلا دیا اور حق یہ ہے کہ جب تک مدارس اور مکاتب میں قیل وقال رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفل سجی رہے گی آسمان رحمت سے بخاری کی قبر پر انوار و تجلیات کی بارش ہوتی رہے گی۔

تعداد مرویات: حافظ ابن صلاح کی تحقیق یہ ہے کہ صحیح کی کل احادیث کی تعداد سات ہزار دو سو پچھتر ہے اور حذف مکررات کے بعد یہ تعداد چار ہزار ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق کے مطابق صحیح بخاری کی کل احادیث مسندہ بشمول مکررات سات ہزار تین سو ستانوے ہے اور جملہ معلقات کی تعداد ایک ہزار تین سو اکتالیس ہے۔

تعارف امام مسلم

ولادت اور سلسلہ نسب: عساکر الملت والدین ابوالحسین امام مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد بن کرشاد القشیری خراسان کے ایک وسیع اور خوبصورت شہر نیشاپور میں بنوقشیر کے خاندان میں پیدا ہوئے۔ امام مسلم کی ولادت کے سال میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ شاہ عبدالعزیز نے ان کا سال ولادت 202ھ لکھا ہے، امام ذہبی نے 204ھ بیان کیا ہے اور ابن اثیر نے 206ھ کو اختیار کیا ہے۔

تحصیل علم حدیث: ابتدائی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اٹھارہ سال کی عمر میں امام مسلم نے علم حدیث کی تعلیم شروع کی فن حدیث کو انہوں نے انتہائی لگن اور محنت سے حاصل کیا اور بہت جلد نیشاپور کے عظیم محدثین میں ان کا شمار ہونے لگا۔

شخصیت: امام مسلم سرخ و سفید رنگ بلند قامت اور وجیہہ شخصیت کے مالک تھے۔ سر پر عمامہ باندھتے تھے اور شملہ کندھوں کے درمیان لٹکایا کرتے تھے۔ انہوں نے علم کو ذریعہ معاش نہیں بنایا کپڑوں کی تجارت کرکے اپنی نجی ضروریات پوری کیا کرتے تھے۔

(حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ ، تہذیب التہذیب ج10 ص127)

شاہ عبدالعزیز لکھتے ہیں کہ امام مسلم کے عجائبات میں سے یہ ہے کہ انہوں نے عمر بھر نہ کسی کی غیبت کی نہ کسی کو مارا اور نہ کسی کے ساتھ درشت کلامی کی۔

وصال: امام مسلم کے وصال کا سبب بھی نہایت عجیب وغریب بیان کیا گیا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ایک دن مجلس مذاکرہ میں امام مسلم سے ایک حدیث کے بارے میں استفسار کیا گیا اس وقت آپ اس حدیث کے بارے میں کچھ نہ بتا سکے۔ گھر آکر اپنی کتابوں میں اس حدیث کی تلاش شروع کر دی۔ قریب ہی کھجوروں کا ایک ٹوکرا بھی رکھا ہوا تھا امام مسلم حدیث کی تلاش کے دوران ایک ایک کھجور اٹھا کر کھاتے رہے۔ حدیث تلاش کرنے میں امام مسلم کے استغراق اور انہماک کا یہ عالم تھا کہ کھجوروں کی مقدار کی طرف آپ

کی توجہ نہ ہو سکی اور حدیث ملنے تک کھجوروں کا سارا ٹوکرا خالی ہو گیا اور غیر ارادی طور پر کھجوروں کا زیادہ کھا لینا ہی ان کی موت کا سبب بن گیا اور اس طرح 24 رجب 261ھ اتوار کے دن شام کے وقت علم حدیث کا یہ درخشندہ آفتاب غروب ہو گیا اور اگلے روز پیر کے دن خراسان کے اس عظیم محدث کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

حُسن عاقبت: امام مسلم سادہ دل درویش تھے اور علم و عمل کی بہترین خوبیوں کے جامع تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی خدمات کا بہترین صلہ عطا فرمایا۔ ابو حاتم رازی بیان کرتے ہیں میں نے امام مسلم کو خواب میں دیکھا اور ان کا حال دریافت کیا تو انہوں نے جواب میں کہا: ''اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کو میرے لئے مباح کر دیا ہے اور میں اس میں جہاں چاہتا ہوں رہتا ہوں''۔

(شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی 1229ھ ، بستان المحدثین ص 281)

تعارف امام ترمذی

امام ابوعیسیٰ ترمذی عابد و زاہد، بے مثال حافظہ کے مالک اور یگانہ روزگار محدث تھے ادریسی نے کہا ابوعیسیٰ ترمذی ان آئمہ میں سے ہیں جن کی علم حدیث میں پیروی کی جاتی ہے۔ انہوں نے جامع تواریخ اور علل کی تصنیف کی وہ ایک ثقہ عالم تھے اور ایسا حافظہ رکھتے تھے کہ لوگ حفظ میں ان کی مثال دیا کرتے تھے۔

(شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ ، تہذیب التہذیب ج9 ص388)

امام ترمذی بے حد عبادت گزار اور پُر سوز دل کے مالک تھے۔ یوسف بن احمد بغدادی بیان کرتے ہیں کہ کثرت گریہ وزاری کے سبب وہ اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔

امام ترمذی امام بخاری کے شاگرد تھے۔ نصر بن محمد خود امام ترمذی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن امام بخاری نے ان سے کہا کہ تم نے مجھ سے اس قدر استفادہ نہیں کیا جتنا استفادہ میں نے تم سے کیا ہے اور عمران بن علان نے کہا کہ امام محمد بن اسماعیل بخاری نے فوت ہونے کے بعد اہل خراسان کے لئے علم و عمل میں امام ترمذی جیسا کوئی شخص نہیں چھوڑا۔

(شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ ، تہذیب التہذیب ج9 ص388)

ولادت اور سلسلہ نسب: امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن الضحاک ابن السکن سلمی ترمذی 209ھ میں بلخ کے شہر ترمذ میں پیدا ہوئے جو دریائے جیحون کے قریب واقع ہے۔

کنیت ابوعیسیٰ: امام ترمذی کا نام محمد اور کنیت ابوعیسیٰ ہے جامع ترمذی میں انہوں نے اپنے نام کی بجائے کنیت کو اختیار کیا ہے اور جہاں اپنا ذکر کرتے ہیں قال ابوعیسیٰ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ اس جگہ یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ امام ابن ابی شیبہ نے پوری سند کے ساتھ اپنی مصنف میں روایت کیا ہے کہ ایک شخص کی کنیت ابوعیسیٰ تھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا۔ عیسیٰ کا کوئی باپ نہیں تھا۔ اس روایت کے سبب بعض علماء نے ابوعیسیٰ

کنیت رکھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کنیت ابو عیسیٰ سے نہ منع فرمایا ہے نہ اس کو ناپسند کیا ہے بلکہ صرف ایک امر واقعی کا بیان فرمایا ہے کہ واقعہ میں حضرت عیسیٰ کا کوئی باپ نہیں تھا۔ ثانیا یہ کہ حضور کا یہ فرمان مزاح کے قبیل سے تھا جیسا کہ ایک شخص نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سواری کے لئے اونٹ مانگا تو آپ نے فرمایا میں تمہیں اونٹ کے بچے پر سوار کروں گا وہ کہنے لگا حضور اونٹ کا بچہ تو مجھے گرا دے گا آپ نے فرمایا ہر اونٹ کسی نہ کسی اونٹ کا بچہ ہی ہوتا ہے۔

کنیت ابو عیسیٰ کے سلسلہ میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کی کنیت بھی ابو عیسیٰ تھی۔ جب حضرت عمر کو اس کنیت کا علم ہوا تو انہوں نے اس کنیت کو ناپسند فرمایا حضرت مغیرہ بن شعبہ نے بتلایا کہ ان کی کنیت حضور نے رکھی تھی تو حضرت عمر نے اس کو حضور کی خصوصیت قرار دیا اور اس کنیت سے بدستور منع کرتے رہے لیکن اس استدلال میں بھی کچھ جان نہیں ہے کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کی یہ کنیت خود حضور نے رکھی تھی اور حضرت عمر کا اس کو حضور کی خصوصیت قرار دینا اس وقت معتبر ہوتا جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کنیت سے منع فرمایا ہوتا۔ نیز یہاں اب کا لفظ ابوت کے معنی میں ہے ہی نہیں بلکہ اشتغال اور لزوم کے معنی میں ہے جیسے ابو تراب، ابو ہریرہ اور ابو بکر وغیرہ کنیتوں میں بھی یہی معنی ہے۔

بے مثل حافظہ: امام ترمذی غضب کا حافظہ رکھتے تھے ان کی قوت حفظ سے متعلق ایک واقعہ عام تذکرہ نگاروں نے نقل کیا ہے۔ خود امام ترمذی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک شیخ سے ان کی احادیث کے دو جز نقل کیے تھے ایک مرتبہ مکہ کے سفر میں وہ میرے ہمراہ تھے۔ مجھے اب تک ان اجزاء کی دوبارہ جانچ پڑتال کو موقعہ نہیں ملا تھا میں نے شیخ سے درخواست کی کہ آپ ان احادیث کی قرأت کریں اور میں سن کر ان کا مقابلہ کرتا جاؤں۔ شیخ نے منظور فرما لیا پھر میں نے ان اجزاء کو اپنے سامان میں تلاش کیا مگر وہ نہ مل سکے۔ بالآخر میں نے ان اجزاء کی مثل سادہ کاغذ اپنے ہاتھوں میں پکڑ لیے اور شیخ سے قرأت کی درخواست کی۔ شیخ قرأت کرتے رہے اور میں اپنے ذہن میں ان احادیث کو محفوظ کرتا رہا۔ اتفاقاً شیخ کی نظر ان سادہ کاغذوں پر پڑ گئی اور وہ ناراض ہو کر کہنے لگے تم

کو شرم نہیں آتی مجھ سے مذاق کرتے ہو پھر میں نے سارا ماجرا سنا کر اپنا عذر پیش کیا اور کہا کہ آپ کی سنائی ہوئی تمام احادیث مجھے محفوظ ہو گئی ہیں۔ شیخ نے کہا سناؤ اور میں نے وہ تمام احادیث من و عن سنا ڈالیں۔ شیخ نے دوبارہ امتحان لینے کے لئے چالیس ایسی احادیث پڑھیں جو صرف ان سے روایت کی جاتی تھیں، امام ترمذی نے ان احادیث کو بھی اسی طرح ترتیب وار سنا دیا۔ اس پر شیخ نے انہیں تحسین و آفرین کرتے ہوئے بے اختیار کہا مارایت مثلك میں نے تمہاری مثل آج تک کسی کو نہیں دیکھا۔ (حافظ ابن حجر عسقلانی 852ھ، تہذیب التہذیب ج9 ص388)

وفات: 13 رجب 279ھ کو مقام ترمذ میں امام ترمذی کا انتقال ہو گیا اور وہیں آپ کو دفن کر دیا گیا۔

تعارف امام ابو داؤد

امام بخاری اور مسلم کے بعد جو امام حدیث سب سے زیادہ مرتبہ اور مقام کے مالک ہیں وہ امام ابو داؤد سجستانی ہیں جس زمانہ میں امام ابو داؤد نے تصنیف و تالیف کا آغاز کیا اس وقت عام طور پر علم حدیث میں جوامع اور مسانید کی تالیف کی جاتی تھی انہوں نے سب سے پہلے کتاب السنن لکھ کر علم حدیث میں ایک نئی راہ دکھلائی اور اس کے بعد متعدد آئمہ حدیث نے ان کے چراغ سے چراغ جلانے شروع کر دیئے اور فن حدیث میں کتب سنن کا ایک قابل قدر ذخیرہ جمع ہو گیا۔

امام ابو داؤد علم و حکمت میں جس طرح بے مثال تھے اسی طرح عبادت و ریاضت میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ علماء اور فضلاء ان کی خدمت میں حاضر ہوتے، اولیاء کرام ان کی زیارت کے لئے آتے اور حکام وقت ملاقات کے لئے پہروں ان کے دروازے پر کھڑے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے پناہ شہرت اور مقبولیت عطا فرمائی تھی وہ جس قدر دین کی خدمت کی لگن رکھتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کا نام اتنا ہی اونچا کر دیا۔

ولادت وسلسلہ نسب: امام ابو داؤد کے نسب میں اختلاف ہے حافظ ابن حجر عسقلانی نے آپ کا نسب ابو داؤد سلیمان بن الاشعث بن شداد بن عمرو بن عامر بیان کیا ہے۔ بعض لوگوں نے عامر کی جگہ عمران بھی لکھا ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عمران جنگ صفین میں حضرت علی کی رفاقت میں شہید ہو گئے تھے اور ابن داستہ اور آجری نے آپ کا نسب یوں بیان کیا ہے۔ حافظ ابو داؤد سلیمان بن الشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد سجستانی۔

(حافظ ابن حجر عسقلانی 852ھ، تہذیب التہذیب ج4 ص169)

امام ابو داؤد 202ھ کو سجستان میں خاندان ازد کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ یہ سال ولادت خود امام ابو داؤد کا بیان کردہ ہے۔

تحصیل علم حدیث: ابتدائی تعلیم کے بعد امام ابو داؤد نے علم حدیث کی طرف رغبت کی اور اپنے وقت کے مشہور اور جید اساتذہ اور جلیل القدر آئمہ حدیث سے اس علم کو حاصل کیا۔

علم حدیث کی تحصیل کی خاطر انہوں نے متعدد اسلامی شہروں کا سفر کیا خاص طور پر مصر، شام، حجاز، عراق اور خراسان وغیرہ میں کثرت کے ساتھ قیام کر کے علم حدیث حاصل کیا۔

سنن ابو داؤد میں انہوں نے اپنے ایک سفر کا واقعہ لکھا ہے فرماتے ہیں کہ میں نے مصر میں ایک لمبی ککڑی دیکھی جب اس کی پیمائش کی تو وہ تیرہ بالشت نکلی۔ نیز میں نے ایک بہت بڑا ترنج دیکھا جب اس کو کاٹ کر اونٹ پر لادا تو اس کے دونوں حصے بڑے نقاروں کی مانند معلوم ہوتے تھے۔

(الحافظ شمس الدین الذہبی المتوفی 748ھ ، تذکرہ الحفاظ ج2 ص 592)

خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ امام ابو داؤد بصرہ میں سکونت رکھتے تھے اور تحصیل علم کے دوران ان گنت مرتبہ بغداد گئے اور وہیں بیٹھ کر انہوں نے اپنی کتاب السنن لکھی۔ امام ابو داؤد نے اپنے بصرہ کے سفر کا ایک واقعہ لکھا کہ میں عثمان مؤذن سے سماع کے لئے بصرہ گیا۔ جس دن بصرہ پہنچا اسی دن ان کا انتقال ہو گیا۔

(الحافظ ابن حجر العسقلانی المتوفی 852ھ ، تہذیب التہذیب ج 4 ص 171)

سادگی: امام ابوداؤد حفظ حدیث، اتقان روایت اور عبارت و ریاضت میں جس قدر بلند درجہ پر فائز تھے طبیعت کے اعتبار سے اسی قدر سادہ اور منکسر المزاج تھے ان کی سادگی اور بے نفسی کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی ایک آستین فراخ اور دوسری آستین تنگ رکھا کرتے تھے۔ جب ان سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا ایک آستین کشادہ اس لئے رکھتا ہوں کہ اس میں اپنی کتاب کے کچھ اجزا رکھ سکوں اور دوسری آستین بلاضرورت کشادہ رکھنا اسراف میں داخل سمجھتا ہوں۔

(الحافظ شمس الدین الذہبی المتوفی 748ھ ، تذکرۃ الحفاظ ج 2 ص 171)

رجوع خلائق: امام ابو داؤد کے پاس ہر قسم کے لوگ آتے تھے۔ عقیدت مندوں کا ہر وقت ہجوم رہتا تھا۔ تشنگان علوم حدیث دور دور سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی علمی پیاس بجھاتے۔ معاصرین علماء آپ کی مجلس میں مختلف علمی موضوعات پر مذاکرات کرتے خدا رسیدہ اور درویش صفت بزرگ آ کر آپ کی زیارت کرتے اور بسا اوقات شاہانِ وقت بھی

آ کر آپ کے دروازے پر دستک دیا کرتے تھے۔

قاضی ابو محمد احمد بن لیث بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مشہور عارف باللہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری امام ابوداؤد سے ملاقات کے لئے آئے جب امام ابوداؤد کو معلوم ہوا تو وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے حضرت سہل کو خوش آمدید کہا حضرت سہل نے کہا اے امام ذرا اپنی وہ مبارک زبان دکھائیں جس سے آپ احادیث رسول بیان کرتے ہیں تاکہ میں اس مقدس زبان کو بوسہ دوں۔ امام ابوداؤد نے زبان مونہہ سے باہر نکالی اور حضرت سہل نے اس کو انتہائی عقیدت کے ساتھ بوسہ دیا۔

(حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ ، تہذیب التہذیب ج 4 ص 172)

عبداللہ بن محمد سکی کہتے ہیں کہ مجھ سے امام ابوداؤد کے ایک خادم ابوبکر بن جابر نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں امام ابوداؤد کے ساتھ بغداد میں تھا ہم مغرب کی نماز سے فارغ ہوئے تو کسی شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے جا کر دروازہ کھولا تو دروازہ پر امیر ابواحمد موفق کھڑا ہوا تھا۔ میں نے جا کر امام کو خبر دی انہوں نے امیر کو بلا لیا اور پوچھا کہ اس وقت کون سی ضرورت امیر کو یہاں لے آئی ہے۔ امیر نے کہا میں تین سوال لے کر آیا ہوں۔ پوچھا کون کون سے امیر نے کہا پہلا سوال یہ ہے کہ آپ یہاں سے بصرہ تشریف لے چلیں اور اس کو اپنا وطن بنالیں تاکہ وہاں زیادہ طلباء آپ سے فیض یاب ہوسکیں۔ آپ نے پوچھا دوسرا سوال کون سا ہے۔ امیر نے کہا دوسری درخواست یہ ہے کہ آپ میری اولاد کے لئے کتاب السنن کی روایت کریں۔ آپ نے اس سے پھر تیسرا سوال پوچھا۔ امیر نے کہا تیسری درخواست یہ ہے کہ میری اولاد کو باقی طلباء سے علیحدہ پڑھائیں کیونکہ خلیفہ کی اولاد کے لئے عام لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر پڑھنا مشکل ہے۔ آپ نے فرمایا تمہاری پہلی دو خواہشیں تو پوری ہوسکتی ہیں لیکن تیسری خواہش پوری نہیں ہوسکتی کیونکہ حصول علم میں عام طلباء اور خلیفہ کی اولاد کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ امام ابوداؤد نے بصرہ میں درس قائم کر دیا۔ جہاں پر خلیفہ کے صاحبزادے بھی عام طلباء کے ساتھ بیٹھ کر اکتساب علم کیا کرتے تھے۔

وصال: تہتر سال کی قابل رشک اور لائق تقلید زندگی گزار کر امام ابو داؤد 16 شوال 275ھ کو جمعہ کے دن وصال فرما گئے۔

(حافظ شمس الدین ذہبی التوفی 748ھ ، تذکرۃ الحفاظ ج2 ص593)

آپ نے وصیت کی تھی کہ حسن بن مثنیٰ سے آپ کو غسل دلایا جائے اور اگر وہ نہ ہوں تو حماد بن زید کی روایت کے مطابق آپ کو غسل دے دیا جائے چنانچہ آپ کی اس وصیت پر عمل کیا گیا۔

(حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ ، تہذیب التہذیب ج4 ص173)

تعارف امام نسائی

آئمہ صحاح ستہ میں امام ابوعبدالرحمان نسائی اہم حیثیت رکھتے ہیں۔ حافظ ابوعلی نیشاپوری کہتے ہیں کہ میں نے اپنے وطن اور بیرون وطن میں صرف چار آئمہ حدیث دیکھے ہیں نیشاپور میں محمد بن اسحاق اور ابراہیم بن ابی طالب مصر میں نسائی اور اہواز میں عبدان، ان کے علاوہ ابوالحسین بن المظفر نے بیان کیا کہ مصر میں ہمارے تمام مشائخ امام نسائی کے تقدم اور ان کی امامت کا اعتراف کرتے تھے اور حافظ علی بن عمر کہتے ہیں کہ امام نسائی علم حدیث میں اپنے تمام ہم عصروں پر فائق تھے۔

(حافظ ابن حجر عسقلانی 852ھ ، تہذیب التہذیب ج 1 ص 37 تا 38)

ولادت وسلسلہ نسب: امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن بحر بن سنان بن دینار نسائی 215ھ میں خراسان کے ایک مشہور شہر نسا میں پیدا ہوئے۔

(امام ابوعبداللہ شمس الدین ذہبی متوفی 748ھ ، تذکرۃ الحفاظ ج 2 ص 698)

امام نسائی کے سال ولادت میں مؤرخین کا اختلاف ہے لیکن اس باب میں قول فیصل امام نسائی کے قول کو قرار دینا چاہیے اور وہ فرماتے ہیں کہ الشبہ بالحق یہی ہے کہ میرا سال پیدائش 215ھ ہے۔ حافظ ذہبی اور حافظ عسقلانی کا بھی یہی مختار ہے لیکن شاہ عبدالعزیز نے آپ کا سال ولادت 214ھ بیان کیا ہے۔

شخصیت اور عام حالاتِ زندگی: امام نسائی ملیح رنگ کے نہایت خوبصورت شخص تھے بے حد توانا اور جسیم تھے ان کے بدن پر عموماً خون کی سرخی دوڑتی رہتی تھی۔ ان کا دسترخوان انواع و اقسام کے لذیذ کھانوں سے پُر رہتا تھا۔ عام طور پر مرغ وغیرہ بھنوا کر کھایا کرتے تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ کھانے کے بعد نبیذ پیا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ خوش وضع اور خوش پوشاک تھے اور انتہائی قیمتی اور عمدہ لباس زیب تن کیا کرتے تھے۔ آپ کی چار بیویاں تھیں اور کنیزوں کی بھی ایک بڑی تعداد آپ کے ساتھ رہتی تھی۔

(الذہبی م 748ھ ، التذکرۃ ج 2 ص 698 تا 699)

عبادت و ریاضت: امام نسائی بے حد عبادت گزار اور شب بیدار تھے۔ ایک دن روزہ اور ایک دن افطار صوم واؤدی کے طریقہ کو اپنایا ہوا تھا۔ طبیعت اور مزاج میں حد درجہ استغناء تھا اس لئے حکام کی مجلس سے ہمیشہ احتراز کرتے تھے۔

امام نسائی عقائد میں بھی راسخ اور متصلب تھے جس زمانہ میں معتزلہ کے عقیدہ خلق قرآن کا چرچا تھا ان دنوں محمد بن اعین نے ایک مرتبہ عبداللہ بن مبارک سے کہا کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ جو شخص آیہ کریمہ اننی انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدنی ۔کو مخلوق مانے وہ کافر ہے۔ عبداللہ بن مبارک نے فرمایا یہ حق ہے امام نسائی نے جب یہ روایت سنی تو کہا میرا بھی یہی مذہب ہے۔ (الذہبی م 748ھ ، التذکرۃ ج 2 ص 698 تا 700)

عبادات میں امام نسائی کی کثرت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ حافظ محمد بن مظفر اپنے مشائخ سے روایت کرتے ہیں کہ امام نسائی دن کے وقت میں امیر مصر کے ساتھ جہاد کرتے اور رات ساری عبادت میں گزار دیتے تھے۔ طبعاً فیاض تھے اور مسلمان قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑایا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی اسوہ رسول کو اپنانے اور اخلاق صالحین کے تخلیق میں گزاری یہاں تک کہ دمشق میں خوارج کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا۔

(امام ابوعبداللہ ذہبی متوفی 748ھ ، تذکرۃ الحفاظ ج 2 ص 700)

وفات: امام نسائی نے جب دمشق کی مسجد میں خصائص علی کا اقتباس سنایا اور لوگوں نے آپ کو زدوکوب کیا تو خدام اُٹھا کر آپ کو گھر لے آئے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے فوراً مکہ معظّمہ پہنچا دو تا کہ مکہ یا اس کے راستہ میں میرا انتقال ہو جائے چنانچہ مکہ معظّمہ پہنچنے پر 13 صفر 303ھ کو آپ کا انتقال ہو گیا۔ وصال کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان پر آپ کو دفن کر دیا گیا اور بعض روایات کے مطابق مکہ جاتے ہوئے راستہ میں رملہ (فلسطین) کے مقام پر آپ کا وصال ہو گیا اور وہاں سے آپ کی نعش مکہ معظّمہ پہنچائی گئی۔

(شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی 1229ھ ، بستان المحدثین ص 298)

حافظ ذہبی کے قول کے مطابق یہی بات صحیح ہے۔

تعارف امام ابنِ ماجہ

نام ونسب: امام ابن ماجہ کا پورا نام اس طرح ہے۔ حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید الربعی ابن ماجہ القزوینی۔ (حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 856ھ، تہذیب التہذیب ج 9 ص 531)

حافظ لقب ہے، ابوعبداللہ کنیت، محمد نام، یزید آپ کے والد کا نام ہے اور ربعی، رویعہ بن نزار کی طرف نسبت ہے۔ قبیلہ ربیعہ سے نسبت ولاء کی بناء پر ان کو ربعی کہا جاتا ہے جس طرح امام بخاری کو نسبت ولاء کی وجہ سے جعفی کہتے ہیں اور قزوینی قزوین کی طرف نسبت ہے جو عراق عجم کا مشہور شہر ہے یہ ایران کے صوبہ آذربائیجان میں واقع ہے اور امام ابنِ ماجہ کا وطن ہے۔

ولادت اور حالات زندگی: امام ابن ماجہ 209ھ کو عراق عجم کے مشہور شہر قزوین میں پیدا ہوئے۔ (امام ابوعبداللہ شمس الدین ذہبی متوفی 748ھ ، تذکرہ ج 2 ص 630)

عام دستور کے مطابق ابتدائی تعلیم کی تکمیل کے بعد علم حدیث کی طرف رجوع کیا۔

وطن اور بیرون وطن ہر جگہ روایت حدیث کو تلاش کیا اور دور دراز علاقوں میں جا کر علم حدیث حاصل کیا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے خراسان، عراق، حجاز، مصر اور شام کے متعدد شہروں کا سفر کیا۔ جن میں مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، کوفہ، بصرہ، بغداد اور طہران کے نام قابل ذکر ہیں۔

امام ابن ماجہ کے اساتذہ اور شیوخ کے اوطان پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے ان اساتذہ سے حصول علم کی خاطر اور شہروں کا بھی سفر کیا ہوگا جن میں اصفہان، رہواز، ایلہ، بلخ، بیت المقدس، حران، دمشق، فلسطین، عسقلان، مرو اور نیشاپور کا نام خاص طور لیا جاتا ہے۔

وصال: چونسٹھ سال کی زندگی گزار کر 22 رمضان 273ھ پیر کے دن ابن ماجہ کا انتقال ہوگیا اور منگل کے دن کو دفن کیا گیا۔

(شاہ عبدالعزیز دہلوی متوفی 1229ھ بستان المحدثین ص 299)

حافظ ابوالفضل مقدسی شروط الائمہ الستہ میں لکھتے ہیں کہ آپ کے بھائی ابوبکر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کے صاحبزادے عبداللہ اور دو بھائیوں نے مل کر آپ کو قبر میں اتارا۔

متعدد شعراء نے آپ کی وفات پر درد ناک مرثیے لکھے محمد بن الاسود قزدینی کے مرثیہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

لقد اوھی دعائم علم وضعضع رکنہ فضوا ابن ماجہ

ابن ماجہ کے وصال نے سر پر علم کے ارکان اور ستون توڑ ڈالے ہیں۔

الا للہ ما جنت المنایا علینا من تخطفھا ابن ماجہ

موت نے ابن ماجہ کو ہم سے چھین کر جو زیادتی کی ہے اس کی فریاد بس اللہ ہی سے ہے۔

فمن یرجی لعلم اولحفظ بشرح بین مثل ابن ماجہ

اب علم اور حفظ کے باب میں کس سے توقع کی جائے کہ وہ ابن ماجہ کی سی شرح کر سکے۔

ابا عبدالا لہ مضیت فردا وما خلفت مثلک یا ابن ماجہ

(شیخ علی بن سلیمان نور مصباح الزجاجۃ علی سنن ابن ماجہ ص 3)

اے ابو عبداللہ تم اپنے دور میں یگانہ اور منفرد تھے اور تم نے اپنے بعد اپنی نظیر نہیں چھوڑی

بعض مرثیوں کے اشعار حافظ ابن حجر نے بھی تہذیب التھذیب میں نقل فرمائے ہیں۔ بہرحال ان اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ امام ابن ماجہ اپنے دور کی محبوب اور ہر دلعزیز شخصت تھے اور قزوین میں ان کے لئے بے حد خلوص اور احترام پایا جاتا تھا۔

(ماخوذ از تذکرۃ المحدثین)

علمِ غیب کے متعلق عقیدۂ اہلسنت

علمِ غیب کی قسمیں: (۱) علمِ غیب ذاتی۔ (۲) علمِ غیب عطائی۔

علمِ غیب ذاتی: قدیم بالذات، ازلی، جو تمام کلیاتَ و جزئیات ممکن الوجود اور غیر ممکن الوجود کو حاوی ہو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علمِ ذاتی کو غیر خدا کا علم حاوی نہیں ہوسکتا۔

تمام اولین و آخرین انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مقربین سب کے علوم مل کر بھی علوم الہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑ ہاں کروڑ سمندروں سے ایک ذرہ بھی بوند کے کروڑویں حصے کو ہے۔ کیونکہ وہ تمام سمندر اور اس بوند کا کروڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں۔ علومِ الہیہ غیر متناہی ہیں (یعنی خدا کے علم کی کوئی انتہاء نہیں) مخلوق کے علم اگرچہ عرش و فرش، شرق و غرب جملہ کائنات از روزِ اول تا روزِ آخر کو محیط ہو جائے آخر متناہی ہے۔ جملہ علومِ خلق کو علمِ الٰہی سے کوئی نسبت نہیں۔

علمِ غیب عطائی: جو اللہ تعالیٰ کے اعلام اور سکھانے سے حاصل ہو۔ یہی علم انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہے اور بعض خواص و اولیاء کرام کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیض و عطا سے حاصل ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کو کثیر غیبوں کا علم ہے مگر اس فضلِ جلیل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حصہ تمام انبیا کرام اور تمام جہان سے اتم و اعظم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع اشیاء جملہ کائنات یعنی تمام ممکنات سے حاضر و غائبہ کا علم مرحمت فرمایا ہے۔ تمام کائنات انبیاء و مرسلین اور تمام ملائکہ مقربین کے علم کو حضور علیہ السلام سے وہی نسبت ہے جو ایک قطرہ کے کروڑویں حصے کو کروڑ ہا سمندروں سے ہے یعنی آپ اپنی صفتِ علم میں لا مثال ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو علمِ الٰہی سے کوئی نسبت نہیں نہ ہم مماثلت و مساوات کے قائل اور نہ عطائے خداوندی کے منکر۔ اللہ اور نبی کی مماثلت کسی صورت میں

نہیں ہوسکتی۔ مساوات تو جب لازم آئے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے بھی اتنا علم ثابت کیا جائے۔ ذراتِ عالم متناہی ہیں اور اس کا علم لا متناہی، ورنہ جہل لازم آئے گا اور یہ محال ہے کہ خدا جہل سے پاک ہے نیز ذاتی وعطائی کا فرق بیان کرنے پر بھی مساوات کا الزام دینا صراحتہً ایمان واسلام کے خلاف ہے۔

اس فرق کے ہوتے ہوئے مساوات ہو جایا کرے تو لازم آتا ہے کہ ممکن اور واجب وجود میں معاذ اللہ مساوی ہو جائیں کہ ممکن بھی موجود ہے اور واجب بھی موجود ہے اور وجود میں مساوی کہنا صریح کفر وکھلا شرک ہے۔

مناسب سمجھتا ہوں کہ اس صدی کے مجدد برحق اعلحضرت عظیم البرکت حضرت علامہ الحاج الشاہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی ایک اور عبارت پیش کر دوں۔

بصیرت کے اندھوں کو اتنا نہیں سوجتا کہ علمِ الٰہی ذاتی، علم خلق عطائی۔ وہ واجب یہ ممکن وہ قدیم یہ حادث، وہ نامخلوق یہ مخلوق۔ وہ نامقدور یہ مقدور۔ وہ ضروری البقاء یہ جائز الفناء۔ وہ ممتنع التغیر یہ ممکن التبدل۔

ان عظیم تفرقوں کے بعد احتمالِ شرک نہ ہوگا مگر کسی مجنون بے عقل کو۔

(علمِ خیرالانام ص 19 تا 21 بحوالہ خالص الاعتقاد، الکلمتہ العلیا بہارِ شریعت، الدولۃ المکیۃ)

ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت: ملفوظات میں ہے کہ:

مؤلف: ایک صاحب شاہ جہاں پور سے حاضرِ خدمت ہوئے انہوں نے عرض کی میں نے سنا ہے اور بعض دیوبندیوں کی کتابوں میں بھی دیکھا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم شریف کو جناب اللہ تعالیٰ کے علم کریم کے برابر فرماتے ہیں مگر چونکہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس لئے میں نے چاہا کہ حضور کا شرفِ ملاقات حاصل کر کے اسے عرض کروں اور جو کچھ حضرت کا اس بارے میں خیال ہو دریافت کروں۔

ارشاد: اس کا فیصلہ قرآن عظیم نے فرمادیا **فنجعل لعنته الله على الكذبين** ۔ جو میرے عقائد ہیں وہ میری کتابوں میں لکھیں ہیں وہ کتابیں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔ اس کا

کچھ نام ونشان ہوتو کوئی دکھادے ہم اہلسنت کا مسئلہ علمِ غیب میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علمِ غیب عنایت فرمایا۔ رب عزوجل فرماتا ہے۔ وما هو على الغيب بضنين۔ یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔ تفسیر معالم، وتفسیر خازن میں ہے یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علمِ غیب آتا ہے۔ وہ تمہیں بھی تعلیم فرماتے ہیں اور وہابیہ دیوبندیوں کا یہ خیال ہے کہ کسی غیب کا علم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں۔ اپنے خاتمہ کا بھی علم نہیں۔ دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کا ماننا شرک ہے اور شیطان کی وسعتِ علم نص سے ثابت ہے اور اللہ کے دیئے سے بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علمِ غیب حاصل نہیں ہوسکتا۔ برابری تو درکنار میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کردی ہے کہ اگر تمام اولین وآخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علمِ الٰہی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہوسکتی جو ایک قطرے کو کروڑویں حصہ کو کروڑ سمندر سے ہے کہ یہ نسبت متناہی کی متناہی کے ساتھ ہے اور وہ غیر متناہی، متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت ہوسکتی ہے۔

اس جگہ مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان قادری نوری قدس سرہ نے حاشیہ میں لکھا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معاذ اللہ اپنے خاتمہ کا بھی علم نہیں اور دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ماننا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے اور شیطان کا علم وسیع ہے اپنے خاتمہ کا علم نہ ہونا۔ دہلی کے ایک وہابی نے کہا تھا باقی سب کفریات براہین قاطعہ میں ہیں۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت ص 40 تا 41)

غیب کا لغوی معنیٰ: غاب يغيب غيباً وغيبةً و غياباً و غيوباً و مغيباً۔

غائب ہونا، دور ہونا، جدا ہونا۔

غیب کا اصطلاحی معنیٰ: امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔

تفسیر کبیر: قول جمهور المفسرين ان الغيب هو الذى يكون غائبا عن الحاسة ثم هذا الغيب ينقسم الى ما عليه دليل والى ماليس عليه دليل۔

(تفسیر کبیر جلد 1 ص 273)

ترجمہ: جمھور مفسرین کا قول یہ ہے کہ بے شک غیب وہ ہے جو اس سے چھپا ہوا ہو۔ پھر یہ غیب تقسیم ہوتا ہے اس کی طرف کہ جس پر کوئی دلیل ہو اور اس (غیب) کی طرف جس پر کوئی دلیل نہ ہو۔

تفسیر بیضاوی: والمراد به الخفی الذی لا یدرکه الحس ولا تقتضیه بداهت العقل۔ (تفسیر بیضاوی ص 20)

ترجمہ: اس (یعنی غیب) سے مراد وہ پوشیدہ چیز ہے حواس جس کا ادراک نہ کرسکیں۔ (یعنی نہ پاسکیں) اور عقل اس کا بداھتہ تقاضا بھی نہ کرے۔

علمِ غیب کا معنیٰ جان لینے کے بعد آیئے اب علمِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر احادیث کو پڑھیں اور شمع ایمان کو فروزاں کریں پھر یوں کہیں:

؎ اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں دُرود

ابتدائے خلق سے جنت اور دوزخ میں پہنچنے تک کا علم

حدیث نمبر 1. عن طارق بن شهاب قال سمعت عمر یقول قام فینا النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم و اهل النار منازلهم حفظ ذلک من حفظه ونسیه من نسیه.

(بخاری جلد 1 ص 453، مسند احمد جلد 5 ص 310)

ترجمہ حدیث: طارق بن شہاب سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے درمیان ایک مقام پر کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کی خبر دی اسے یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا سو بھول گیا۔

تعارفِ راوی: اس حدیث شریف کے راوی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں آپ کا لقب فاروق ہے کنیت ابوحفص۔ نبوت کے چھٹے یا پانچویں سال ایمان لائے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے چالیس مرد گیارہ عورتیں مسلمان ہو چکے تھے۔ بعض نے فرمایا کہ آپ سے چالیس مومنوں کا عدد پورا ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے کے دن مکہ میں اسلام چمکا تین دن پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لا چکے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن فاطمہ بنت خطاب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کا ذریعہ بنیں۔ اس دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دارِ ارقم میں تھے۔ صفا کے پاس۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں پہنچے تو جنابِ حمزہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ حاضرین بارگاہ باہر آئے جناب حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کون ہے لوگوں نے کہا عمر ہیں۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر نکلے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامن کو جھٹکا دیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے نہ رہ سکے بیٹھ گئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر کیا ابھی تمہارے ایمان کا وقت نہیں آیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً کلمہ پڑھ لیا۔ حاضرین نے خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ جو حرم شریف میں سنا گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا ہم حق اور کفار باطل پر نہیں ہیں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم تم حق پر ہو۔ عرض کیا پھر ہم چھپتے کیوں ہیں۔ چنانچہ مسلمان دو صفوں میں نکلے ایک میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے دوسری صف میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے سے چکی کی سی آواز نکل رہی تھی۔ آپ کو اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار قریش نے مومنین کی صف میں دیکھا تو ان کے ہاں صفِ ماتم بچھ گئی بہت ہی غمگین ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فاروق کا لقب دیا۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے تو جبرئیل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہو کر بولے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آج عمر کے ایمان پر فرشتوں میں مبارکباد کی دھوم مچی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تمام دنیا والوں کے علوم ایک پلہ میں رکھے جائیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوسرے پلہ میں تو

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم وزنی ہو گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات سے نو حصے علم اُٹھ گیا۔ دسواں حصہ باقی رہ گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ پہلے آپ ہی کا لقب امیر المؤمنین ہوا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے چھبیس ذی الحجہ 23ھ بروز بدھ ایک یہودی کے غلام ابولولو کے خنجر سے محراب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نماز فجر کے وقت زخمی ہوئے یکم محرم الحرام 24ھ میں جام شہادت نوش کیا اور گنبد خضرا میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

فائدۂ حدیث: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابتدائے خلق سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخلے تک کا علم عطا کیا گیا ہے بلکہ ایک حدیث میں تو آیا کہ ان کے نام بلکہ ان کے باپوں اور قبائل تک بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے ملاحظہ فرمائیں۔

عن عبداللہ بن عمرو قال خرج رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفی یدیہ کتابان فقال اتدرون اتدرون ماھذان الکتابان قلنا لا یارسول اللہ الا ان تخبرنا فقال للذی فی یدہ الیمنی ھذا کتاب من رب العلمین فیہ اسماء اھل الجنۃ واسماء اباءھم وقبائلھم ثم اجمل علی آخرھم فلا یزاد فیھم ولا ینقص منھم ابدا ثم قال للذی فی شمالہ ھذا کتاب من رب العلمین فیہ اسماء اھل النار واسماء اباءھم و قبائلھم ثم اجمل علی اخرھم فلا یزاد فیھم و لاینقص منھم ابدا الحدیث. (ترمذی جلد 2 ص36 مشکوٰۃ ص 21)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اس حال میں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس میں دو کتابیں تھیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کتابیں کیسی ہیں تو ہم نے عرض کیا کہ نہیں مگر یہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں خبر دیں۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ کتاب جو میرے دائیں ہاتھ میں ہے یہ رب العلمین کی طرف سے

ہے اس میں تمام جنتیوں کے نام اور ان کے آباء کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام درج ہیں۔ پھر اس کے آخر میں میزان (یعنی ٹوٹل) لگائی گئی ہے اور اس میں نہ زیادہ کیا جائے گا اور نہ کبھی کم۔ پھر فرمایا یہ جو کتاب میرے بائیں ہاتھ میں ہے یہ رب العلمین کی طرف سے ہے۔ اس میں تمام دوزخیوں کے نام ہیں اور ان کے آباء وقبیلوں کے نام۔ پھر ان کے آخر میں میزان لگائی گئی ان میں نہ کچھ کم کیا جائے گا اور نہ کبھی کچھ زیادہ کیا جائے گا۔

معلوم ہوا کہ یہ کتابیں حسی تھیں محض وہمی اور خیالی نہ تھیں جو کہ ھذان سے معلوم ہوا اور اس پر یہ بھی کہ صحابہ میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ ہم تو آپ کے ہاتھ میں کوئی کتاب نہیں دیکھ رہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جنتیوں اور دوزخیوں کا تفصیلی علم عطا فرمایا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ۔ (سورۃ النساء پ 5 آیت 113)

ترجمہ کنزالایمان: اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

نیز فرماتے ہیں۔

سرِ عرش پر ہے تری گزر دل فرش پر ہے تری نظر
ملکوت ملک میں کوئی شئ نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

نزہتہ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے کہ:

(۱) علامہ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

ودل ذلک علی انہ اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات منذ ابتدأت الی ان تفنی الی ان تبعث فشمل ذالک الاخبار عن المبدأ والمعاش والمعاد وفی تیسر ایراد ذلک کلہ فی مجلس واحد من خوارق العادۃ امر عظیم.

ترجمہ: یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں تمام مخلوقات کے احوال جب سے خلقت شروع ہوئی اور جب تک فنا ہوگی اور جب تک اُٹھائی جائے گی سب بیان فرما دیا اور یہ بیان شروع آفرینش اور دنیا اور محشر سب کو محیط تھا اور ان سب کا ایک ہی مجلس میں بیان فرما دینا نہایت عظیم معجزہ ہے۔

(۲) علامہ بدر الدین محمود عینی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

فیہ دلالۃ علی انہ اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من ابتدائھا الی انتھائھا وفی ایراد ذلک کلہ فی مجلس واحد امر عظیم من خوارق العادۃ.

ترجمہ: یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں اول سے آخر تک کی تمام مخلوقات کے تمام احوال بیان فرما دیئے اور ان سب کا ایک ہی مجلس میں بیان فرما دینا نہایت عظیم معجزہ ہے۔

(۳) علامہ طیبی نے شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے تحت فرمایا جسے علامہ احمد خطیب قسطلانی اور حضرت ملا علی قاری نے نقل فرما کر برقرار رکھا۔

ودل ذلک علی انہ اخبر بجمیع احوال المخلوقات منذ ابتدأت الی ان تفنی والی ان تبعث وھذا من خوارق العادۃ ففیہ تیسر القول الکثیر فی الزمن القلیل.

ترجمہ: یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام مخلوقات کے احوال جب سے آفرینش کی ابتداء ہوئی یہاں تک کہ فنا ہوگی۔ یہاں تک کہ پھر زندہ کی جائے گی سب بیان فرما دیا اور یہ معجزہ ہے کہ اتنی باتیں تھوڑے زمانے میں فرمانا آسان ہوگیا۔

پانچ شارحین متفق اللسان ہو کر لکھ رہے ہیں کہ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں ابتداء آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک تمام مخلوقات کے کُل حالات کی خبر دی خواہ

وہ مبداء سے متعلق ہوں یا معاش سے یا معاد سے حتی کہ جنتیوں کے جنت میں جانے اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے کی خبر دے دی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ بھی بتا دیا کہ کون جنتی ہے اور کون دوزخی۔ اسی کا نام جمیع ما کان وما یکون کا علم ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ اسلاف کا عقیدہ یہی تھا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمیع ما کان وما یکون کے عالم تھے۔ ہمارا عقیدہ اسلاف کے عقیدے کے مطابق ہے۔

(نزہتہ القاری شرح صحیح البخاری جلد 2 ص284/283)

ہر چیز کا علم

حدیث نمبر 2. عن ابی موسیٰ قال سئل النّبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلّم عن اشیاء کرهها فلما اکثر علیه غضب ثم قال للناس سلونی عما شئتم فقال رجل من ابی قال ابوک حذافة فقام اٰخرمن ابی یارسول اللّٰہ قال ابوک سالم مولی شیبة فلما رای عمرما فی وجهه قال یارسول اللّٰہ انا نتوب الی الله.

(بخاری جلد 1 ص 20-19، مسلم جلد 2ص 264)

ترجمۂ حدیث: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ ایسی چیزوں کے بارے سوال کیا گیا جنہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناپسند کیا اور جب لوگوں نے اس قسم کے سوالات کثرت سے کیئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلال میں آ گئے اور لوگوں سے ارشاد فرمایا تم جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ پھر ایک شخص نے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ فرمایا تیرا باپ حذیفہ ہے پھر ایک دوسرا شخص اُٹھا اور عرض کی میرا باپ کون ہے؟ فرمایا تیرا باپ سالم ہے جو شیبہ کا مولیٰ ہے۔

تعارف راوی: اس حدیث شریف کے راوی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں آپ کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔ مکہ معظّمہ میں ایمان لائے پھر حبشہ ہجرت کر گئے۔ پھر کشتی والوں کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے راہ میں خیبر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو 20ھ میں بصرہ کا حاکم بنایا

۔آپ نے اہواز کا علاقہ فتح کیا۔ شروع خلافت عثمانیہ تک آپ بصرہ کے حاکم رہے پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معزول کر کے کوفہ کا حاکم بنا دیا۔ آپ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت تک کوفہ کے حاکم رہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو امیرِ معاویہ کے مقابلہ میں اپنا پنچ مقرر کیا تھا۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ معظمہ چلے گئے وہاں 62ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

فائدۂ حدیث: سوالات کرنے والوں میں پہلے سائل حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر ذکر کردہ حدیث سے معلوم ہوا۔

وجہ سوال: اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ لوگ ان کے نسب میں شک کرتے تھے کبھی جھگڑا میں دوسرے کی طرف منسوب کر دیتے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے بعد لوگوں کا شک وشبہ دور ہو گیا۔ دوسرے صاحب کا نام سعد بن سالم مولیٰ شیبہ تھا ان کا بھی یہی حال تھا۔

ماعموم کے لئے دین دنیا سب کو شامل ہے نیز اس کے عموم پر یہ دلیل ہے کہ حضرت عبداللہ اور حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے اپنے اپنے باپ کا نام پوچھا۔ یہ دنیوی سوال ہے اس لئے اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ تم لوگوں کا جو جی چاہے پوچھو خواہ وہ دنیا کی بات ہو یا دین کی، میں سب بتاؤں گا یہ وہی کہہ سکتا ہے جو دین و دنیا کے تمام علوم رکھتا ہو۔ تو اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دین و دنیا کے جملہ علوم حاصل تھے اسی سے ان لوگوں کی غلطی بھی واضح ہوگئی جو یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف دین کے جملہ علوم رکھتے تھے۔ دنیا کے علوم میں یہ حال تھا کہ دیوار کے پیچھے کی خبر نہ تھی۔ یہ عقل وشعور سے عاری ابھی تک دیوار کو رو رہے ہیں جبکہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو زمین پر رہتے ہوئے جنت کے خوشہ اور حوضِ کوثر وغیرہ کو بھی ملاحظہ فرما لیتے ہیں جیسا کہ آئندہ احادیث میں اس کا ذکر آئے گا۔ انشاء اللہ عزوجل۔

قبروں کے حالات کا علم

حدیث نمبر 3. عن ابن عباس قال مر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحائط من حیطان المدینۃ اومکۃ فسمع صوت انسانین یعذبان فی قبور ھما فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعذبان وما یعذبان فی کبیر ثم قال بلی کان احدھما لایستتر من بولہ وکان الاخر یمشی بالنمیمۃ ثم دعا بجریدۃ فکسرھا کسرتین فوضع علی کل قبر منھما کسرۃ فقیل لہ یارسول اللہ لم فعلت ھذا قال لعلہ ان یخفف عنھما مالم تیبسا.

(بخاری جلد 1 ص 35، مسلم جلد 1 ص 141، ترمذی جلد 1 ص 11، نسائی جلد 1 ص 12، ابوداؤد جلد 1 ص 5-4، ابن ماجہ ص 29 مسند امام احمد جلد 6 ص 14، سنن دارمی جلد 1 ص 205، طبرانی اوسط جلد 3 ص 21)

ترجمۂ حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ یا مکہ کے باغات میں سے کسی باغ میں تشریف لے گئے تو دو آدمیوں کی آواز سنی جن پر ان کی قبر میں عذاب ہورہا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں پر عذاب ہورہا ہے مگر کسی بڑی بات پر نہیں۔ پھر فرمایا ہاں ان میں سے ایک تو اپنے پیشاب (کی چھینٹوں) سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھایا کرتا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھجور کی ایک تر شاخ منگوائی اور اس کے دو ٹکڑے کیے اور ہر ایک کی قبر پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیوں کیا؟ فرمایا امید ہے کہ جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہو جائیں ان دونوں پر عذاب میں تخفیف (کمی) رہے گی۔

تعارفِ راوی: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس حدیث کے راوی ہیں۔

آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ آپ کی والدہ لبابہ بنت حارث ہیں یعنی ام المومنین میمونہ کی بہن۔ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کی وفات کے وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر 13 سال تھی۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم وحکمت کی دعائیں دیں۔ آپ کا لقب حبر الامت ہے یعنی مسلمانوں کے بڑے عالم۔ آپ نہایت حسین بڑے عالم فقیہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو اپنا مشیر خاص بنایا تھا۔ ہر بات میں جلیل القدر صحابہ کے ساتھ آپ سے بھی مشورہ کرتے تھے۔ آخر میں نابینا ہو گئے تھے۔ اکہتر سال کی عمر میں 68ھ میں طائف میں وفات پائی۔ آپ سے خلق نے روایات لی ہیں۔

فائدۂ حدیث: اس حدیث شریف سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ کے سامنے کوئی چیز آڑ نہیں بن سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ زمین کے اندر ہونے والے عذاب کو بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرما لیا۔ نیز جب زمین کا بیرونی حصہ نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اندرونی حصے کو دیکھنے سے رُکاوٹ نہیں بن سکتا تو زمین کے اوپر بنی ہوئی دیوار زمین کے اوپر والی شئ اور نگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان رکاوٹ کیسے بن سکتی ہے اور آقا تو پھر آقا ہیں غلاموں کی نگاہ میں کوئی آڑ نہیں بن سکتی جیسا کہ روایت میں ہے۔

عن ابن عمر ان عمر بعث جیشا وامر علیھم رجلاً یُدعیٰ ساریة فبینما عمر تخطب فجعل یصیح یاساری الجبل فقدم رسول من الجیش فقال یا امیر المومنین لقینا عدونا فھزمونا فاذا بصائح یصیحُ یا ساری الجبل فاسندنا ظھورنا الی الجبل فھزمھم اللہ تعالیٰ۔ (مشکوٰۃ ص546 بحوالہ دلائل النبوۃ)

ترجمہ: حضرتِ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لشکر بھیجا اور ان پر ایک شخص کو امیر بنایا جنہیں ساریہ کہا جاتا تھا تو جبکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اچانک چلا کر فرمایا اے ساریہ پہاڑ کو لو۔ پھر لشکر سے ایک قاصد آیا۔ تو اس نے کہا اے امیر المومنین ہم کو ہمارا دشمن ملا تو انہوں نے ہمیں بھگا دیا تو کوئی چلا کر بولا اے ساریہ پہاڑ کو لو۔ ہم نے اپنی پیٹھیں پہاڑ کی طرف لگا لیں۔ تب انہیں اللہ تعالیٰ نے بھگا دیا۔

میرے پیارے اسلامی بھائیو! معلوم ہے یہ لشکر کسی جگہ تھا! یہ لشکر نہاوند مقام پر تھا نہاوند جنوبی ہمدان کے پہاڑوں کے پاس ایک مشہور بستی ہے اور ہمدان ملکِ فارس میں ہے۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے بھی نہاوند مقام پر مسلم لشکر کو پکار بھی رہے ہیں پکار کر مدد بھی کر رہے ہیں اور دیکھ بھی رہے ہیں کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

چاہیں تو ارشاروں سے اپنے کایا ہی پلٹ دیں دنیا کی
یہ شان ہے خدمتگاروں کی سردار کا عالم کیا ہوگا

بلکہ قرآن کریم میں تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتی حضرت آصف بن برخیا تختِ بلقیس کو آن کی آن میں لانے کا واقعہ بھی اس بات کی تائید کرتا ہے کہ اللہ عزوجل کے مقبول بندے کی نگاہ میں دنیا کی کوئی شئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے جیسا کہ فرمایا:

اِتَّقُوْا فَرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ

مومن کی فراست سے ڈرو بے شک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

(۲) حدیث شریف سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہمارے اعمال مخفی نہیں بلکہ ہم نے جو کچھ کیا یا کرتے ہیں یا کریں گے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب کچھ بعطاءِ الٰہی جانتے ہیں۔ اس حدیث میں بتلا دیا کہ ایک چغلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔

(۳) تیسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ اس عذاب کا جو علاج تھا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو بھی جانتے ہیں نہ صرف جانتے ہیں بلکہ علاج کیا بھی کہ ان دونوں قبروں پر ایک ایک شاخ رکھ کر فرمایا کہ اس سے عذاب میں کمی ہوگی۔

(۴) چوتھی بات اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوئی کہ قبروں پر سبزہ اور پھول وغیرہ ڈال سکتے ہیں اور اس سبزہ و پھول وغیرہ کی تسبیح سے فوت شدہ کو نفع ہوتا ہے۔

(۵) پانچویں بات یہ معلوم ہوئی کہ قبر کے پاس قرآن کریم یا درود شریف وغیرہ ذکر

اذکار بہتر ہیں۔ کیونکہ ان چیزوں سے بھی عذاب میں کمی ہوتی ہے اور فوت شدہ کو ان سے راحت ہوتی ہے اس لئے کہ جب شاخ کے تسبیح کرنے سے راحت ہوسکتی ہے تو انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس کے تلاوت کرنے اور دوسرے اذکار درود شریف وغیرہ سے بدرجہ اولیٰ راحت ہوگی اس ضمن میں اس حکایت کو بھی پڑھ لیجئے جس کو امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب مکاشفۃ القلوب میں نقل فرمایا۔

حکایت: ایک عورت حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی میری ایک جوان بیٹی تھی وہ فوت ہوگئی میں چاہتی ہوں کہ اسے خواب میں دیکھوں۔ میں آپ کے پاس آئی ہوں تاکہ آپ کوئی ایسی بات بتادیں جس سے میں اُسے دیکھ لوں آپ نے عمل بتا دیا۔ اس عورت نے دیکھا کہ اس کی لڑکی نے تارکول کا لباس پہنا ہوا ہے اس کی گردن میں زنجیر ہے اور اس کے پاؤں میں بیڑیاں ہیں۔ اس نے حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا تو انہیں بہت غم ہوا۔ پھر ایک مدت گزر گئی کہ حضرت حسن بصری نے اس نوجوان لڑکی کو جنت میں دیکھا کہ اس کے سر پر تاج تھا۔ اس نے کہا اے حسن مجھے پہچانتے نہیں ہو؟ میں اس عورت کی بیٹی ہوں جو آپ کے پاس آئی تھی اور یہ بات کی تھی۔ آپ نے پوچھا یہ کیسے ہوا جو میں یہ تم پر دیکھ رہا ہوں۔ کہنے لگی ایک بار ایک آدمی یہاں سے گزرا اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا۔ اس وقت قبرستان میں پانچ مردوں کو عذاب ہو رہا تھا۔ آواز آئی کہ اس آدمی کے درود شریف پڑھنے کی برکت سے ان سے عذاب ہٹا دو۔

نکتہ: ایک آدمی کے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایک بار درود شریف پڑھنے کی برکت یہ ہے کہ جس کو پہنچا مغفرت ہوگئی اور جو شخص پچاس سال تک پڑھتا رہے کیا اُسے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہیں ہوگی؟

(مکاشفۃ القلوب ص 67 ناشر مکتبہ اسلامیات لاہور)

یہ حکایت ضمنی طور پر ایصال ثواب کے لئے نقل کر دی ہے ورنہ قرآن و حدیث میں ایصال ثواب پر بہت سارے دلائل موجود ہیں۔ نمونے کے طور پر ایک دو حوالے پیش کرد

دیتا ہوں یہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

ایصالِ ثواب و حدیثِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرویٰ ہے کہ عاص بن وائل نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کیے جائیں۔ اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام اس کی طرف سے آزاد کر دیئے اس کے بیٹے عمرو نے ارادہ کیا کہ پچاس غلام وہ آزاد کرے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے والد نے غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی۔ پچاس ہشام نے آزاد کر دیئے ہیں اور پچاس غلام باقی ہیں۔ کیا اس کی طرف سے میں آزاد کر دوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انه لو كان مسلما فاعتقتم عنه اوتصد قتم عنه او حججتم عنه بلغه ذلك.

(ابو دائود شريف جلد 2 ص 43 مشكوٰة ص 266)

اگر وہ مسلمان ہوتا تو اس کی طرف سے آزاد کرتے یا اس کی طرف سے صدقہ کرتے یا اس کی طرف سے حج کرتے یہ سب کچھ اسے پہنچ جاتا۔

میت کی طرف سے صدقہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

ان رجلا قال للنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان ابی مات وترک مالا ولم یوص فهل یکفر عنه ان اتصدق عنه؟ قال نعم.

(مسلم جلد 2 ص 41، نسائی جلد 2 ص 132، ابن ماجہ ص 195، مسند امام احمد جلد 3 ص 64)

ایک شخص نے سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرا والد فوت ہو گیا ہے اس نے مال بھی چھوڑا ہے لیکن کوئی وصیت نہیں کی۔ اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کر دوں تو یہ کفارہ ہو جائے گا؟ فرمایا ہاں۔

فوت شدہ کے لئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا: حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

انّ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یخرج الی البقیع فید عولھم فسألتہ عائشة عن ذلک فقال انی امرت ان ادعو لھم.

(مسند امام احمد جلد 7 ص360)

بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنت البقیع کی طرف تشریف لے جاتے اور ان کے لئے دعا کیا کرتے تھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ان کے لئے دعا کا حکم دیا گیا ہے۔

خیر یہ تو ضمناً میں نے عرض کر دیا اگر اس موضوع (ایصال ثواب) پر تفصیلی معلومات درکار ہوں تو اس کے لئے فقیر کی کتاب ایصالِ ثواب صحاح ستہ کے آئینے میں ملاحظہ فرمالیں۔ وما توفیقی الا باللہ۔

(۶) چھٹی بات جو حدیث شریف سے معلوم ہوئی وہ ہے وسیلہ کہ ان شاخوں کی تسبیح کے وسیلہ سے مردوں کے عذاب میں کمی ہوگئی۔

(۷) ساتویں چیز یہ معلوم ہوئی کہ اشیاء نفع کا سبب بن سکتی ہیں جیسے شاخوں نے نفع دیا یعنی نفع کا سبب بنیں۔ جب ادنیٰ مخلوق نفع کا سبب بن سکتی ہے تو اشرف المخلوق میں سے افضل و اعلیٰ یعنی انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء کرام رحمھم اللہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟

کل خیبر کس کے ہاتھوں فتح ہوگا؟

حدیث نمبر 4. عن سلمة بن الاکوع قال کان علیّ قد تخلّف عن النبیّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی خیبر و کان رمدا فقال انا اتخلّف عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فخرج علیّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فلحق بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلما کان مساء اللیلة التی فتحھا اللہ فی صباحھا قال رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا عطینّ الرّایة اولیا خذنّ بالرّایة غدا رجل یحبّہ اللہ ورسولہ اوقال یحبّ اللہ ورسولہ یفتح اللہ علیہ فاذا نحن بعلیّ

وما نرجوه فقالوا هذا علیّ فاعطاء رسول اللّٰه صلّی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم الرّاية ففتح اللّٰه علیه.

(بخاری جلد 1 ص 418، جلد 2 ص 605، مسلم شریف جلد 2 ص 279)

ترجمۂ حدیث: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ خیبر میں آشوب چشم کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے۔ دل میں خیال آیا کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیچھے رہ جاؤں گا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جا ملے پھر وہ رات آئی جس کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے خیبر کی فتح عطا فرمائی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا یا جھنڈا وہ شخص پکڑے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں یا فرمایا کہ وہ اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔

پھر ہم نے اچانک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا حالانکہ انکے آنے کی ہمیں امید نہ تھی لوگوں نے کہا یہ رہے علی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا اور اللہ عزوجل نے ان کے ہاتھ سے فتح نصیب فرمائی۔

یہی حدیث بخاری شریف میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگِ خیبر کے موقع پر فرمایا۔

لا عطين هذه الراية غدا رجلا يفتح الله يديه .(بخاری جلد2ص 605)

یعنی کل یہ جھنڈا میں ایک ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔

تعارف راوی: اس حدیث شریف کے راوی سلمۃ بن الاکوع ہیں۔ آپ کی کنیت ابو مسلم ہے سلمی ہیں۔ بیعت رضوان میں شامل ہوئے۔ بڑے بہادر تھے۔ پیدل لڑائی میں مشہور تھے۔ اسی برس (۸۰) کی عمر میں 74ھ میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔

فائدۂ حدیث: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ کل کیا ہوگا اور کس کے ہاتھ پر

ہوگا یہ سب سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعطاء الٰہی جانتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادیا کل خیبر فتح ہوگا اور فتح بھی ایسے شخص کے ہاتھ پر ہوگا جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں اور وہ شخصیت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ گرامی ہے۔

کون کس کا بیٹا ہے؟

حدیث نمبر 5. عن انس بن مالک ان الناس سالوانبی الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم حتی احفوه بالمسئلة فخرج ذات یوم فصعد المبر فقال سلونی لاتسالونی عن شئ الا بینته لکم فلماسمع ذلک القوم ارموا ورهبوا ان یسالوه ان یکون بین یدی امرقد حضر قال انس فجعلت التفت یمینا و شمالا فاذا کل رجل لاف راسه فی ثوبه یبکی فانشاء رجل من المسجد کان یلاحی فیدعی لغیر ابیه فقال یا نبی الله من ابی قال ابوک حذافة ثم انشأ عمر بن الخطاب فقال رضینا بالله ربّا وبالا سلام دینا و بمحمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم رسولا عائذا بالله من سوء الفتن فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لم ارکا لیوم قط فی الغیر والشرلی صورت لی الجنة والنار فرایتهما دون هذا الحائط۔ (مسلم جلد 2 ص263 ,293 احمد جلد 4 ص 18)

ترجمہ حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوالات کیے حتی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے سوالات سے تنگ آگئے پھر ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا اب مجھ سے سوال کرو۔ تم مجھ سے جس چیز کا بھی سوال کروگے میں تم کو اس کا جواب دوں گا۔ جب لوگوں نے یہ سنا تو خاموش ہوگئے اور اس سے خوفزدہ ہوئے کہ کہیں کچھ ہو نہ گیا ہو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دائیں بائیں دیکھا تو ہر شخص کپڑے میں منہ لپیٹ کر رو رہا تھا۔ پھر مسجد سے وہ شخص اٹھا جس کو جھگڑے کے وقت

اس کے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ (یعنی نسب کا طعنہ دیا جاتا تھا) اس نے کہا یا نبی اللہ میرا باپ کون ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا باپ حذافہ ہی ہے۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُٹھ کر کہا ہم اللہ کو رب مان کر اسلام کو دین مان کر اور محمد کو رسول مان کر راضی ہیں۔ ہم بُرے فتنوں سے اللہ (عزوجل) کی پناہ مانگنے والے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے آج کی طرح کبھی خیر اور شر کو نہیں دیکھا میرے سامنے اس دیوار کے قریب جنت اور دوزخ کی تصویر دکھائی گئی۔

تعارف راوی: اس حدیث پاک کے راوی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ کا نام انس بن مالک بن نضر، کنیت ابوحمزہ ہے، انصاری ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خادمِ خاص۔ آپ کی والدہ ام سلیم بنت ملحان ہیں۔ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو حضرت انس کی عمر دس سال تھی۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ بیس (20) سالہ تھے۔ دس سال تک مسلسل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ خلافتِ فاروقی میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ منتقل ہو گئے وہاں ہی آپ 91ھ میں 103 سال یا بقولِ بعض 99 سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کی اولاد 80 یا 100 ہے۔ جن میں سے 78 لڑکے اور 2 لڑکیاں۔ یعنی اولاد در اولاد۔ آپ سے بہت سارے لوگوں نے روایات لیں۔ خلاصہ میں ہے کہ آپ کی احادیث 1286 ہیں جن میں سے ایک سو اڑسٹھ حدیثیں متفق علیہ ہیں اور تراسی آحادیث بخاری اور اکہتر مسلم کی۔

فائدۂ حدیث: اس حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد:

سلونی لا تسلونی عن شئ الا بینته لکم۔ سے ثابت ہوا کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنا عقیدہ بھی یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے مجھے تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا ہے چاہے اس کا تعلق دین سے ہو۔ دنیا سے ہو یا آخرت سے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو جملہ سلونی لا تسئلونی عن شئ الا بینته (یعنی مجھ سے پوچھو تم مجھ سے جس چیز کے بارے میں بھی پوچھو گے میں اس کو بیان کر دوں گا) ارشاد نہ فرماتے۔ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمادیا تو ماننا پڑے گا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر چیز کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔

پھر اسی حدیث میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرا باپ کون ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے کہ جس کا جواب بچے کی ماں ہی دے سکتی ہے کہ وہ کس کا بچہ ہے لیکن یہ سب کچھ ہونے کے باوجود صحابی رسول نے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کر کے یہ بتلا دیا کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے حتیٰ کہ کون کس کا بیٹا ہے یہ علمِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہے اور اس پر بھی یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ تیرا باپ حذافہ ہی ہے۔ یہ علم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشن دلیل ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

سرِ عرش پر ہے تری گزر دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت ملک میں کوئی شئی نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں
فریاد امتی جو کرے حال زار میں ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو
اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

خشوع وخضوع کا علم

حدیث نمبر 6. عن ابی هريرة (رضی الله تعالیٰ عنه) ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال هل ترون قبلتی ههنا فوالله مایخفی علی خشوعکم ولا رکوعکم انی لاراکم من ورائی کما اراکم.

(بخاری جلد 1 ص 102,59 مسلم جلد 1 ص 180 موطا امام مالک ص 152)

ترجمۂ حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''اللہ (عزوجل) کی قسم تمہارا رکوع اور خشوع مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے میں پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں''۔

تعارف راوی: اس حدیث شریف کے راوی حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

آپ کے نام اور نسب میں بہت ہی اختلاف ہے زمانہ جاہلیت میں آپ کا نام عبدالشمس یا عبد عمرو تھا اسلام میں آپ کا نام عبداللہ یا عبدالرحمٰن ہوا قوی یہ ہے کہ آپ دوسی ہیں۔ حاکم اور ابو احمد کہتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عبدالرحمٰن ابن صخر ہے مگر نام گم ہو کر رہ گیا۔ خیبر کی فتح کے سال ایمان لائے اور غزوہ خیبر میں شریک ہوئے پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سایہ کی طرح رہے۔ علم کا بہت شوق تھا ہر دم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ اللہ نے آپ کو غضب کا حافظہ دیا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان بھول جاتا ہوں فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ آپ نے پھیلائی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ پڑھ کر دم فرمایا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چادر سینے سے لگائی پھر حافظہ بہت ہی قوی ہو گیا۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آٹھ سو حضرات سے زیادہ نے روایات لیں حتی کہ حضرت ابن عباس، ابن عمر، جابر، انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر اٹھتر سال ہوئی 57ء ستاون یا اٹھاون میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

فائدۂ حدیث: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نظریہ وعقیدہ یہ ہے کہ خشوع جو دل کی ایک کیفیت کا نام ہے وہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوشیدہ نہیں ہے بلکہ اس سے بھی باخبر ہیں۔ تو پھر ماننا پڑے گا کہ سچ فرمایا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے:

سرِ عرش پر ہے تری گزر دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت ملک میں کوئی شی نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

نزہتہ القاری: نزہتہ القاری شرح صحیح البخاری میں فقیہہ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سابق صدر شعبہ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور (انڈیا) لکھتے ہیں کہ دیکھنا صرف نماز کے ساتھ خاص تھا کہ ہمیشہ تھا۔ حق یہ ہے کہ یہ نماز میں

بھی تھا اور نماز کے باہر ہمیشہ تھا۔ جیسا کہ امام مجاہد سے منقول ہے اور امام تقی بن مخلد نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اندھیرے میں بھی ایسے ہی دیکھتے تھے جیسے روشنی میں (نیز لکھتے ہیں) دیکھنا صرف پیچھے کے ساتھ خاص نہ تھا بلکہ شش جہت یکساں دیکھتے تھے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے فرمایا: صواب آنست کہ چنانچہ قلب شریف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احاطہ و وسعتی در درک و علم معقولات دادند حواس لطیف او رانیز احاطہ در درک محسوسات بخشیدہ اند و جہات ستہ را در حکم یک جہت گردانیدند۔ ''صحیح یہ ہے کہ جیسے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب شریف کو معقولات پر احاطہ عطا فرمایا ہے اسی طرح آپ کے حواس لطیف کو علم محسوسات پر احاطہ بخشا ہے اور شش (یعنی چھ) جہت کو ایک جہت کے حکم میں کر دیا ہے۔

(نیز لکھتے ہیں) اس ارشاد سے کہ فرمایا: تمہارا رکوع تمہارا خشوع مجھ پر پوشیدہ نہیں۔ یہ افادہ فرمایا کہ یہ شش جہت میں دیکھنا صرف ظاہری چیزوں کے ساتھ خاص نہیں۔ باطنی چیزیں حتی کہ دلوں کے احوال بھی ملاحظہ فرماتے تھے............ جو بعض حضرات نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گردن میں سوئی کے نکے کے برابر سوراخ تھا جس سے دیکھتے تھے یہ دعویٰ بلا دلیل ہے کہیں کوئی ایسی روایت نہیں۔

امام پر لازم ہے کہ اگر مقتدیوں کی نماز میں کوئی خامی دیکھے تو انہیں خبردار کر دے۔ مسلم شریف میں پوری حدیث یہ ہے کہ ہمیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف چہرہ اقدس کیا اور فرمایا صفیں سیدھی رکھو۔ خوب مل کر گنجان ہو کر کھڑے ہو۔ میں تمہارا امام ہوں مجھ سے پہلے نہ رکوع کرو نہ سجدہ نہ سلام۔ میں تم کو آگے سے بھی دیکھتا ہوں اور پیچھے سے بھی۔ اس کے بعد فرمایا اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جو کچھ میں نے دیکھا اگر تم لوگ دیکھ لیتے تو ہنستے کم اور روتے زیادہ۔ لوگوں نے دریافت کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور نے کیا دیکھا فرمایا جنت اور دوزخ۔ (نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد 2 ص 131)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

ششں جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دھوم والنجم میں ہے آپ کی بینائی کی
فرش تا عرش سب آئینہ ضمائر حاضر
بس قسم کھایئے امّی تری دانائی کی

اپنے وصال اور اہل بیت میں سے پہلے وصال کرنے والے کا علم

حدیث نمبر 7. عن عائشة (رضی الله تعالیٰ عنها) قالت اجتمع نساء النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فلم یغادر منهن امرأة فجاء ت فاطمة تمشی کان مشیتها مشة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال مرحبا بابنتی فاجلسها عن یمینه اوعن شماله ثم انه اسّر الیها حدیثا فبکت فاطمة رضی الله تعالیٰ عنها ثم إنه سارها فضحکت ایضا فقلت لها مایبکیک فقالت ماکنت لافشی سر رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقلت مارایت کا لیوم فرحاً اقرب من حزن فقلت لها حین بکت اخصک رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بحدیثه دوننا ثم تبکین وسالتها عما قال فقالت ماکنت لافشی سر رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم حتی اذا قبض سالتها فقالت انه کانٍ حدثنی اِن جبریل کان یعارضه بالقرآن کل عام مرة وانه عارضه بهٖ فی العام مرتین ولا رانی الاقد حضر اجلی وانک فبکیت لذلک ثم انه سارنی فقال الا ترضین ان تکونی سیدة نساء المومنین اوسیدة نساء هذه الامة فضحکت لذلک.

(بخاری جلد 1 ص 512 مسلم جلد 2 ص 291 ترمذی جلد 2 ص 272 ابن ماجہ ص 116)

ترجمۂ حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام ازواج جمع تھیں اور کوئی بھی باقی نہ تھی اتنے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں جن کی چال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چلنے کے مشابہ تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مرحبا میری بیٹی۔ پھر ان کو دائیں یا بائیں جانب بٹھایا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چپکے سے ان سے کوئی بات کی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے لگیں۔ پھر چپکے سے ان کو کوئی بات کہی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہنسنے لگیں۔ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کس وجہ سے روئیں؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا راز افشا نہیں کرونگی۔ میں (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے کہا کہ میں نے آج کی طرح کوئی خوشی غم سے اتنی قریب نہیں دیکھی۔ حتی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو میں نے پھر پوچھا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ جبریل (علیہ السلام) مجھ سے ہر سال ایک بار قرآنِ مجید کا دور کرتے تھے اور اس سال انہوں نے مجھ سے دو بار قرآن مجید کا دور کیا ہے اور میرا یہی گمان ہے کہ اب میرا وقت (قریب) آ گیا ہے اور میرے اہل میں سب سے پہلے تم میرے ساتھ لاحق ہو گی اور میں تمہارے لئے بہترین پیش رَو ہوں بس میں رونے لگی۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سرگوشی کی اور فرمایا کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم تمام مومن عورتوں کی سردار ہو یا اس امت کی عورتوں کی سردار ہو میں اس وجہ سے ہنسی تھی۔

تعارف راوی: اس حدیث شریف کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کیا۔ آپ ام المومنین ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ آپ کی والدہ ام رومان بنت عامر بن عویمر ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ سے نکاح کا پیغام دیا۔ نبوت کے دسویں سال مکہ معظّمہ میں آپ سے نکاح کیا یعنی ہجرت سے تین سال پہلے۔ 2ھ شوال میں مدینہ شریف میں رخصتی ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر شریف صرف نو برس تھی۔ نو سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

وفات کے وقت آپ کی عمر شریف اٹھارہ سال تھی۔ آپ کے سوا کسی کنواری بیوی سے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نکاح نہیں کیا۔ بے مثل عالمہ فقیہہ فصیحہ فاضلہ تھیں۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث روایت فرمائیں۔ تاریخ عرب پر بڑی خبر تھی۔ اشعارِ عرب پر بڑی نظر تھی۔

مدینہ منورہ میں 57ھ منگل کی رات وفات پائی۔ وصیت فرمائی تھی کہ مجھے رات کے وقت دفن کیا جائے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ آپ پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی۔ مروان بن حکم کی طرف سے اس وقت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ کے حاکم تھے۔ امیر معاویہ کا زمانہ خلافت تھا۔

فائدہٗ حدیث: اس مبارک حدیث سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو رہا ہے۔ اس مبارک فرمان میں اپنے وصال کی خبر دے کر اپنا عقیدہ واضح فرما دیا کہ اللہ عزوجل نے مجھے اپنے وصال کا علم عطا فرمایا ہے۔ مجھے اپنے وصال کا علم ہے نہ صرف اپنے وصال کا بلکہ اہلبیت میں سے جس کا وصال سب سے پہلے ہوگا اس کو بھی جانتا ہوں چنانچہ فرمایا کہ اہلبیت میں سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوگا اور وہی سب سے پہلے ملیں گی۔ دوسری طرف حضرت فاطمہ وحضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اس فرمان پر اعتراض نہ کرنا اس عقیدہ کو ثابت کر رہا ہے کہ ان مقدس ہستیوں کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ اللہ عزوجل نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے اور دوسروں کے وصال کا علم عطا فرمایا ہے۔ اس پر بھی یہ کہ اس حدیث کو امام مسلم اور دیگر جن محدثین کرام نے اس حدیث شریف کو اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا انہوں نے بھی اس پر اعتراض نہ کر کے اپنا یہ عقیدہ ظاہر کر دیا کہ جو عقیدہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جو عقیدہ حضرت فاطمہ و عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے یہی عقیدہ ہم اہلسنت و جماعت کا ہے۔ اللہ عزوجل اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے دنیا عالم میں بسنے والے لوگ جو دعوائے اسلام کرنے والے ہیں انہیں بھی اسی عقیدہ پر ثابت قدمی نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کس زوجہ کا پہلے وصال ہوگا؟

حدیث نمبر 8. عن عائشة (رضی اللہ تعالیٰ عنها) ان بعض ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قلن للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم اینا اسرع بک لحوقا قال اطولکن یدا فاخذوا قصبة یذرعونها فکانت سودة اطولهن یدا فعلمنا بعد انما کانت طول یدها الصدقة و کانت اسرعنا لحوقا به صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم و کانت تحب الصدقة.

(بخاری جلد 1 ص 191، مسلم جلد 2 ص 291 نسائی جلد 1 ص 352 احمد ص 175)

ترجمۂ حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعض ازواج مطہرات نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم میں کونسی بیوی کی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آخرت میں سب سے پہلے ملاقات ہوگی؟

سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں۔ یہ سن کر امہات المؤمنین نے ایک دوسری کے ہاتھ ناپے تو پتہ چلا کہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں لیکن بعد کے واقعات نے بتایا کہ لمبے ہاتھ سے مراد صدقہ دینے میں زیادتی تھی اور ہم میں سب سے پہلے انتقال کرنے والی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جو صدقہ دینے کو بہت محبوب رکھتی تھیں۔

روایۃ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں ان کے حالات حدیث نمبر 7. کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

فائدۂ حدیث: اس حدیث میں امہات المؤمنین کا سرکارِ مدینہ راحتِ قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کرنا کہ ہم بیویوں میں سے کون آخرت میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کرے گی اور اس پر آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ازواجِ مطہرات میں سے سب سے پہلے ملنے والی زوجہ کے بارے میں ارشاد فرمانا اور اس

پر ازواج مطہرات کا اپنے ہاتھوں کا ناپنا یہ سب واقعات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خدا داد علم پر روشن دلیل ہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے
دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے
کروں عرض کیا تجھ سے اے عالِم السر
کہ تجھ پہ میری حالتِ دل کھلی ہے
نبی سرورِ ہر رسول و ولی ہے
نبی رازدارِ مع اللہ لی ہے

سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان بہت بلند و بالا ارفع و اعلیٰ ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں کو ایسے علم سے نوازا ہے کہ وہ بھی جانتے ہیں کہ کون کہاں فوت ہوگا، کیسے فوت ہوگا۔ اس کی زندگی کتنی ہوگی۔ کیا کرے گا وغیرہ وغیرہ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں کے غلام جنہیں دنیا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے جانتی ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ الرحمٰن کی شہرہ آفاق تصنیف جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ مکرمہ میں صرف آٹھ گھنٹے میں لکھی اس میں ہے۔

اخبرنا الشیخ ابو الفتوح داود بن ابی المعالی نصر بن الشیخ ابی الحسن علی بن الشیخ ابی المجد المبارک بن احمد البغدادی الحریمی الحنبلی. قال اخرنا والدی قال سمعت جدی ابا المجد رحمه الله تعالیٰ. یقول کنت یوما عند الشیخ مکارم رضی الله تعالیٰ عنه. بدارہ علی "نهر الخاص" فخطر فی نفسی لو رأیت شیئا من کراماته! فالتفت الی متبسما وقال سید خل علینا خمس نفر احدهم عجمی ابیض اللون احمر بخده الایمن شامة بقی من

عمرہ تسعة اشهر ثم یفترسه اسد فی البطائح ومن ثم یبعثه الله تعالی۔

ترجمہ: ابوالمجد فرماتے ہیں کہ ایک دن میں شیخ مکارم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جن کا گھر نہرالخالص پر تھا میرے دل میں یہ خیال آیا کہ کاش میں ان کی کرامات میں سے کچھ دیکھتا۔ پس انہوں نے میری طرف تبسم فرماتے ہوئے توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا۔ عنقریب ہمارے پاس پانچ آدمی آئینگے۔

(۱) عجمی گورا سرخ رنگ والا۔ اس کے دائیں رخسار پر تل ہوگا اس کی عمر سے نو(9) ماہ باقی رہ گئے ہیں۔ پھر بطائح میں شیر اس کو چیر پھاڑ دے گا اور اسی جگہ سے اللہ عزوجل اسے اُٹھائے گا۔

(۲) والآخر عراقی ابیض اشقر بعینه حور و برجله عرج یمرض عندنا شهرا ثم یموت ۔ دوسرا عراقی جس کا رنگ سفید وسرخ ہوگا وہ کانا اور لنگڑا ہوگا۔ ایک مہینہ ہمارے پاس بیمار رہے گا پھر فوت ہو جائے گا۔

(۳) والآخر مصری أسمر فی کفه الأیسر ست اصابع وبفخذه الایسر طعنة رمح اصیب بها منذ ثلاثین سنة یموت بارض الهند تاجرا بعد عشرین سنة۔

تیسرا مصری رنگ گندمی بائیں ہاتھ کی چھ انگلیاں ہونگی اور بائیں ران پر نیزے کا زخم ہوگا جو اس کو تیس (30) برس پہلے لگا تھا بیس سال بعد ہندوستان کی سرزمین میں تجارت کرتا ہوا فوت ہوگا۔

(۴) والآخر شامی ادمی اللون شثن الاصابع یموت بارض الحریم علی باب دارک بعد سبع سنین و ثلاثة اشهر و سبعة ایام۔

چوتھا شامی گندمی رنگ سخت انگلیوں والا ہوگا۔ حرم کی زمین میں تیرے گھر کے دروازے کے سامنے سات سال تین ماہ اور سات دن کے بعد فوت ہوگا۔

(۵) والآخر من ارض الیمن ابیض اللون هو نصرانی و تحت ثیابه زنار خرج من بلاده منذ ثلاث سنین ولم یعلم به احدا لیمتحن المسلمین من

يكشف منهم حاله۔

پانچواں سفید رنگ کا یمنی نصرانی ہوگا۔ جس کے کپڑوں کے نیچے زنار ہوگا۔ وہ اپنے شہر سے تین برس سے نکلا ہوا ہے یہ بات اس نے کسی کو بھی نہیں بتلائی تا کہ وہ مسلمانوں کا امتحان لے کہ کس کے سامنے اس کا حال کھلتا ہے۔

وقد اشتهى العجمیی لحما مشويا واشتهى العراقی اوزة بأرز واشتهى المصری عسلا بسمن. واشتهى الشامی تفاحا من فاكهة الشام. واشتهى اليمنی بيضا مسلوقا ولم يعلم احدا بشهوة الاخر وستأتينا ارزاقهم وشهواتهم رغدا من كل كان والحمد لله رب العلمين۔

عجمی نے بھنے ہوئے گوشت کی خواہش کی۔ عراقی نے چاول اور بطخ کے گوشت کی خواہش کی۔ شامی نے شامی سیب کی خواہش کی۔ یمنی نے نیم بریان انڈے کی خواہش کی اور کسی نے بھی اپنی خواہش دوسرے کو نہ بتائی اور دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے پاس ان کی پسند کے کھانے آئے جس کی ان میں سے ہر ایک نے خواہش کی تھی اور تمام تعریفیں سب جہانوں کے پالنے والے کے لئے ہیں۔

قال ابو المجد رحمه الله تعالىٰ فوالله لم نلبث الا يسيرا حتى دخلوا خمسة كما وصف الشيخ رضى الله تعالىٰ عنه لم يخل من اوصا فهم بشئ۔

ابوالمجد نے فرمایا پس اللہ عزوجل کی قسم کچھ وقت ہی گزرا تھا کہ وہ پانچوں حاضر ہو گئے۔ جیسا شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا تھا۔ ان کے اوصاف میں کچھ بھی کمی نہ تھی۔

فسالتُ المصری عن طعنة فخذه فتعجب من سوالیی فقال: هذه طعنة اصبت بها منذ ثلاثين سنة۔

پھر میں نے مصری سے اس کی ران کے زخم کے بارے میں سوال کیا تو اس کو تعجب ہوا۔ پھر اس (مصری) نے کہا یہ زخم مجھے تیں (۳۰) سال پہلے لگا تھا۔

ثم جاء رجل ومعه تلك الاصناف التى اشتهوها فوضعها بين يديى الشيخ رضى الله تعالىٰ عنه فامره فوضع بين يدى كل واحد منهم شهوته وقال

لهم كلوا ما اشتهيتم فاغمى عليهم۔

پھر ایک شخص آیا اور اس کے ساتھ وہ تمام قسم کی چیزیں تھیں جن کی انہوں نے خواہش کی تھی۔ پس اس نے ان چیزوں کو شیخ کے سامنے رکھ دیا۔ پھر شیخ نے اس کو حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک کی خواہش کی چیز کو اس کے سامنے رکھ دے اور ان کو فرمایا کھاؤ وہ جس کی تم نے خواہش کی تھی۔ پس ان پر غشی طاری ہوگئی۔

فلما افاقوا قال اليمنيى للشيخ ياسيدى! ماوصف الرجل المطلع على اسرار الخلق؟

پھر جب افاقہ ہوا یمنی نے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا اے میرے سردار اس شخص کی کیا تعریف ہے جو مخلوق کے بھیدوں پر مطلع ہے۔

قال ان يعلم انک نصرانی وتحت ثيابک زنار۔

فرمایا بے شک وہ جانتا ہے کہ تُو عیسائی ہے اور تیرے لباس کے نیچے زنار ہے۔

فصرخ الرجل وقام الى الشيخ واسلم۔

(یہ سنتے ہی) پس اس آدمی نے چیخ ماری اور شیخ کی طرف اٹھا اور اسلام قبول کرلیا۔

فقال له يا بنيى كل من رآک من المشائخ فقد عرف حالک ولكن عرفوا عن اسلامک علی يدی فامسكوا عن كلامک۔

پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے فرمایا اے میرے بیٹے ہر وہ شیخ جس نے تجھے دیکھا پس اس کو تیرا حال معلوم ہوگیا تھا لیکن انہوں نے جانا کہ تیرا اسلام لانا میرے ہاتھ پر ہے اس لئے وہ تجھ سے اس بارے میں کلام کرنے سے خاموش رہے۔

قال: ولقد جرت الحال فی وفاتهم كما اخبر الشيخ رضى الله تعالىٰ عنه فی الوقت الذی ذكره والمكان الذی عينه من غير تقديم ولا تاخير.

فرمایا (ابوالمجد نے) ان کی وفات میں وہی حالت جاری ہوئی جیسا کہ خبر دی اس وقت کے بارے میں جس کا ذکر کیا شیخ نے اور جگہ وہ جس کو شیخ نے معین کیا بغیر تقدیم و تاخیر کے۔ (یعنی اس میں ذرہ بھر بھی تقدم تاخر نہ ہوا)

وما ت العراقی عند الشیخ فی الزاویة بعد ان مرض شهرا وکنتُ ممن صلی علیه.

عراقی شیخ کے پاس ہی ایک ماہ بیمار رہنے کے بعد خانقاہ کے ایک گوشہ میں فوت ہوا۔ اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے والوں میں سے ایک میں بھی تھا۔

ومات الشامی عندنا بالحریم علی باب داری ونودی له. فخرجت فاذا هو صا حبنا الشامی. وبین موته وبین الوقت الذی اجتمعت به عند الشیخ رضی الله تعالیٰ عنه سبع سنین وثلاثة اشهر وسبعه ایام رحمه الله تعالیٰ.

اور شامی حریم میں فوت ہوا۔ میرے دروازے پر گرا۔ پس میں باہر آیا تو دیکھا کہ وہی شامی تھا۔ اس کی موت جس وقت میں شیخ کے پاس اس سے ملا سات سال تین ماہ اور سات دن کے بعد ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ (گویا جیسا شیخ نے اس کے بارے میں فرمایا ویسا ہی ہوا)۔

پس غور وفکر کر اس طرف یہ کہ وہ (یعنی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں کے غلاموں سے ہیں کہ انہوں نے ایک ہی وقت میں بہتر (۷۲) غیب کی خبریں دیں۔ ان میں وہ بھی ہیں جن کا تعلق سینے کی باتوں سے ہے۔ موت کی جگہ، موت کا وقت، موت کے اسباب، کل کیا کرے گا۔ اس کے علاوہ بھی کئی باتیں ہیں۔

وان شککت فیما ذکرت من العدد فعد.

جو تعداد میں نے ذکر کی اس میں اگر تجھے شک ہو تو گن۔ (شمار کر)

(۱) ابومجد کے دلی خطرہ پر مطلع ہونا لوگوں کی خبر دینا۔ (۲) عنقریب ہمارے پاس ایک گروہ آئے گا۔ (۳) وہ پانچ ہیں۔ (۴) ان میں سے ایک عجمی۔ (۵) دوسرا عراقی (۶) تیسرا مصری (۷) چوتھا شامی (۸) پانچواں یمنی۔ فهذه ثمانیة غیوب۔ پس یہ آٹھ غیب ہیں۔ ثم المتعلق بالعجمی احد عشر غیباً۔

پھر عجمی کے بارے میں گیارہ غیب کی باتیں ہیں۔

(۱) وہ گورا ہوگا۔ (۲) اور اس کا رنگ سرخ ہوگا۔ (۳) اس کے تل ہوگا۔ (۴) وہ اس کے رخسار پر ہوگا۔ (۵) رخسار بھی دایاں ہوگا۔ (۶) گوشت کی خواہش کرے گا۔ (۷) گوشت بھی بھُنا ہوا۔ (۸) نو ماہ بعد فوت ہوگا۔ (۹) شیر کے پھاڑنے سے اس کی موت واقع ہوگی۔ (۱۰) بطائح مقام پر ہوگی۔ (۱۱) اسی جگہ دفن ہوگا۔ وہاں سے منتقل نہیں ہوگا اور یہیں سے اُٹھایا جائے گا۔

اسی طرح عراقی کے بارے میں گیارہ غیوبات کا اظہار فرمایا۔

(۱) گورا ہوگا۔ (۲) سرخی جھلکتی ہوگی۔ (۳) کانا ہوگا۔ (۴) لنگڑا ہوگا۔ (۵) بطخ کی خواہش کرے گا۔ (۶) چاولوں کے ساتھ کھائے گا۔ (۷) شیخ کے پاس بیمار رہے گا۔ (۸) مرض ایک ماہ تک طول پکڑ جائے گا۔ (۹) اسی بیماری میں موت واقع ہوگی۔ (۱۰) اسی جگہ مرے گا۔ (۱۱) ایک ماہ بعد مرے گا۔

مصری کے بارے میں پندرہ غیب کی باتوں کا اظہار فرمایا۔

(۱) رنگ گندمی ہوگا۔ (۲) چھ انگلیوں والا ہوگا۔ (۳) اور یہ بائیں ہاتھ میں ہوگی۔ (یعنی چھٹی انگلی) (۴) تیر کے ساتھ زخمی ہونا۔ (۵) اور یہ زخم ران میں ہوگا۔ (۶) ران بائیں ہوگی۔ (۷) زخم پرانا ہوگا۔ (۸) تیس سال سے (۹) شہد کی خواہش کرے گا۔ (۱۰) شہد بھی ایسا جو گھی میں ملا ہوا ہو۔ (۱۱) تجارت کرے گا۔ (۱۲) ہندوستان میں تجارت کرے گا۔ (۱۳) آخر عمر تک تجارت کرتا رہے گا۔ (۱۴) اور ہندوستان میں ہی فوت ہوگا۔ (۱۵) اور یہ بیس سال بعد ہوگا۔ (یعنی وفات بیس سال کے بعد ہوگی)

شامی کے بارے میں نو غیب کی باتوں کا اظہار کیا۔

(۱) رنگ گندمی ہوگا۔ (۲) اور اس کی انگلیاں سخت ہونگی۔ (۳) سیب کی خواہش کرے گا۔ (۴) سیب بھی اس کے شہر کا ہو۔ (۵) حریم کی زمین پر فوت ہوگا۔ (۶) ابو لمجد کے دروازے پر فوت ہوگا۔ (۷) اس کی عمر کے سالوں میں سے سات سال (۸) مہینوں میں تین ماہ (۹) دنوں میں سات دن باقی ہونگے۔

یمنی کے بارے میں آٹھ غیب کی باتوں کا اظہار فرمایا۔

(۱) رنگ گورا ہوگا۔ (۲) یمنی گندم گوں ہوگا۔ (۳) نصرانی ہوگا۔ (۴) اس کے لباس کے نیچے زنار ہوگا۔ (۵) اپنے شہر سے مسلمانوں کے امتحان کے لئے نکلا ہوا ہے۔ (۶) اور اس کے نکلنے کی مدت تین سال ہے۔ اس نے اپنے گھر والوں اور شہر والوں میں سے کسی کو بھی اپنی نیت کی خبر نہیں دی۔ (۷) انڈے کی خواہش کرے گا۔ (۸) اور وہ بھی تلا ہوا۔ یہ باسٹھ غیب کی باتیں ہیں۔ اور پانچ یہ کہ ان میں سے کسی نے بھی اپنی خواہش پر دوسرے کو مطلع نہیں کیا اور پانچ یہ کہ ان کی خواہش کے مطابق غیب سے عنقریب آجائے گا۔

فتمت اثنين و سبعين غيباً.

پس بہتر (72) غیب کی باتیں پوری ہوگئیں۔

فسبحان الذی اعطی ماشاء من شآء من عباده وله الحمد.

پاک ہے۔ وہ عطا فرماتا ہے جو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔

(الدولة المكية بالمادة الغيبية. مع تعليقا تها للمصنف الفيوضات الملكية لمحب الدولة المكية۔ مطبوعہ الجامعۃ النظامیۃ الرضویہ، لاہور، پاکستان ص 110، 111)

حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کا علم

حدیث نمبر 9. **عن قتادة ان انس بن مالک حدثهم ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم صعد احدا وابوبکرو عمر و عثمان فرجف بهم فقال اثبت احد فانما علیک نبی و صدیق وشهیدان.**

(بخاری جلد 1 ص 519 ترمذی جلد 2 ص 210 ابوداؤد جلد 2 ص 291)

ترجمۂ حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق، حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُحد پہاڑ پر چڑھے تو وہ حرکت کرنے لگا۔ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے فرمایا اُثبت احد اُحد ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔

تعارف راوی: اس حدیث کے راوی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ان کے حالات حدیث نمبر 5 کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

فائدہُ حدیث: سبحان اللہ عزوجل: اس حدیث شریف سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جہاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صداقت کا علم ہے وہاں حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی علم ہے کہ یہ دونوں شہید کئے جائیں گے۔ چنانچہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولولؤ نے پے در پے زہر آلود خنجر کے وار کر کے 26 ذوالحجہ کو شدید زخمی کر دیا۔ اور یکم محرم الحرام 24ھ کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر باغیوں نے 17 ذوالحجہ جمعہ کے دن 35ھ میں حملہ کر کے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی شہید کر دیا۔ مزاحمت میں سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی زخمی ہو گئے تھے۔

پیارے اسلامی بھائیو! غور فرمائیں کہ حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے تیرہ سال بعد ہوئی جبکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال شریف کے چوبیس سال بعد ہوئی۔ اتنا عرصہ پہلے ہی بتلا دینا کہ یہ دونوں شہید ہیں یہ علم غیب نہیں تو اور کیا ہے؟ وہ لوگ جو دیوار کے پیچھے کا علم بھی ماننے کے لئے تیار نہیں وہ اس حدیث شریف میں غور وفکر کریں اور اپنے نظریہ سے توبہ کریں کہ ؎

کر لے توبہ رب کی رحمت ہے بڑی
ورنہ قبر میں سزا ہو گی کڑی

ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتی ہیں

حدیث نمبر 10. عن انس بن مالک انه قال لما نزلت هذه الاية یا یها الـذین آمنوا لا تر فعوا اصواتکم الیٰ آخر الایة جلس ثابت فی بیتهٖ وقال انا من اهـل الـنار واحتبس عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فسال النبی صلی الله تـعالیٰ علیه وسلم سعد بن معاذ فقال یا ابا عمر و ماشان ثابت اشتکی قال سعد انـه لجاری وما علمت له بشکویٰ قال فاتاه سعد فذکر له قول رسول الله صلی الـلـه تعالیٰ علیه وسلم فقال ثابت انزلت هذه الایة ولقد علمتم انی من ارفعکم صوتا علی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فانا من اهل النار فذکر ذلک سعـد لـلـنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بل هو من اهل الجنة۔ (بخاری شریف جلد 2 ص 718 مسلم جلد 1 ص 75)

ترجمۂ حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا جب یہ آیت: یـایهـا الـذیـن امنوا لا ترفعوا اصواتکم الخ نازل ہوئی تو اس آیت کو سننے کے بعد حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے میں جہنمی ہو گیا۔ جب کئی دن بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر نہ ہوئے تو آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا اے ابو عمر و ثابت کا کیا حال ہے کیا بیمار ہو گئے ہیں؟ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا وہ میرے پڑوسی ہیں وہ بیمار ہوتے تو مجھے علم ہوتا۔ اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور انہیں بتلایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ آیت یـا ایهـا الذین امـنـو لا تـرفـعـوا اصـواتکم...... الخ نازل ہوئی ہے تو تم خوب جانتے ہو کہ میری آواز تم سب سے بلند ہے لہٰذا میں جہنمی ہوں۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ کا ذکر مدنی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سے کیا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تو جنتی لوگوں میں سے ہے۔

تعارف راوی: حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر5. کے تحت گزر چکے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث شریف کو کسی بھی منصف مزاج پر پیش کر کے پوچھ لیجئے کہ آیا اس حدیث مقدس سے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کی جھلک نمایاں ہو رہی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت کی بشارت عطا فرما رہے ہیں چونکہ جنتی یا دوزخی ہونا یہ غیب ہے اتنا واضح ارشاد گرامی ہونے کے باوجود بدنصیب ہے وہ جو سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ماننے کے لئے تیار ہی نہیں۔ممکن ہے آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا ہو کہ بھلا ایسا بھی کوئی کلمہ گو ہوگا جو ان ارشاداتِ گرامی کے باوجود انکار کرے۔آپ خود ملاحظہ فرمالیں اسماعیل دہلوی کلمہ پڑھتا تھا لیکن پھر بھی اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں لکھتا ہے۔

غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر۔(تقویۃ الایمان ص 56 مطبوعہ فیض عام صدر بازار دہلی)

اشرف علی تھانوی نے لکھا۔

پھر یہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہی کیا تخصیص ہے "ایسا" علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔

(حفظ الایمان ص 8,7 مصنفہ اشرف علی تھانوی)

ایک طرف ان کلمہ پڑھنے والوں کی ایسی عبارات ہیں اور دوسری طرف ایسے خوش نصیب بھی ہیں جو سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسی وصف (غیب پر مطلع ہونا) کو دیکھ کر مسلمان ہو جاتے ہیں۔

زید کا مسلمان ہونا: محمد بن عمر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی قصویٰ اونٹوں میں گم ہوگئی۔ مسلمان ہر طرف اسے تلاش کر رہے تھے زید بن صلت جو منافق تھا اس نے کہا جبکہ وہ انصار کی ایک جماعت میں بیٹھا ہوا تھا جن میں حضرت عبادہ بن بشر اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے۔ زید نے پوچھا کہ یہ لوگ ہر طرف کیوں جا رہے ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جواب دیا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گمشدہ اونٹنی تلاش کر رہے ہیں۔ اس نے کہا کیا اللہ تعالیٰ انہیں اس کی جگہ کے بارے میں آگاہ نہیں کرے گا۔ تو پاس بیٹھنے والے لوگوں نے اس کی بات کو ناپسند کیا اور کہا اے اللہ کے دشمن اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے تو نے نفاق کیا ہے پھر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اس کی طرف آگے بڑھے اور کہا اللہ کی قسم اگر میں یہ جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا رائے ہے تو میں نیزا تیرے پیٹ سے آر پار کر دیتا۔ اے اللہ کے دشمن تو ہمارے ساتھ آیا ہی کیوں تھا جب کہ تیرے اندر یہ خباثت تھی۔ اس نے جواب دیا میں تو دنیا کے لالچ میں آیا تھا۔ حضرت اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا مجھے اپنی زندگی کی قسم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ہمیں اونٹنی سے بھی بڑی باتوں کی خبر دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں آسمان کی خبریں دیتے ہیں سب نے باری باری اس سے بات کی۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم کبھی سفر میں تیرے ساتھ موافقت نہ ہوگی اور نہ ہی ہم کبھی تیرے ساتھ کسی سائے میں بیٹھیں گے۔ اگر ہمیں تیری خباثت کا علم ہوتا تو ہم کبھی بھی تیرے ساتھ اکٹھے نہ بیٹھتے۔ وہ صحابہ کی باتوں سے خوفزدہ ہو کر بھاگ کھڑا ہوا اور صحابہ نے اس کا سامان اٹھا کر پھینک دیا۔ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے ساتھیوں سے بھاگ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پناہ چاہی۔ جبریل امین علیہ السلام وحی لے کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جبکہ منافق پاس بیٹھا سُن رہا تھا کہ ایک منافق نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہوگئی ہے اور اس نے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اونٹنی کی جگہ کے بارے میں کیوں نہیں بتاتا؟ صحابی نے کہا مجھے اپنی زندگی کی قسم حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں اس سے بڑی باتیں بتاتے ہیں غیب اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اللہ نے مجھے اس کی جگہ کے بارے میں بتا دیا ہے وہ تمہارے سامنے والی گھاٹی میں ہے اس کی مہار ایک درخت کے ساتھ اٹک گئی ہے اس طرف جاؤ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں جس سمت کا بتایا تھا وہ اسی جگہ سے اونٹنی کو لے آئے۔ جب اس نے اونٹنی کو دیکھا تو سخت پشیمان ہوا۔ جلدی سے اپنے ساتھیوں کی طرف آیا تو اس کا سامان پھینک دیا گیا تھا۔ وہ ساتھی اپنی اپنی جگہ بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے کوئی بھی اپنی جگہ سے نہیں اُٹھا تھا۔ جب وہ ساتھیوں کے قریب ہوا تو ساتھیوں نے کہا ہمارے قریب نہ ہو۔ اس نے کہا میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ وہ ان کے قریب ہوا اور کہا میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کیا تم میں کوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس گیا ہے اور میں نے جو بات کہی تھی وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتائی ہے۔ سب نے کہا اللہ کی قسم ہم نے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کچھ نہیں بتایا اور نہ ہی ہم اپنی جگہ سے اٹھے ہیں (زید بن صلت نے کہا کہ) میں نے جو بات کی وہ قوم کے پاس ہی پائی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب کچھ بیان کر دیا۔ پھر جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا سب کچھ بیان کر دیا۔ پھر کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں شک تھا۔ **فاشهدان محمد ارسول الله**۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں گویا میں آج ہی مسلمان ہوا ہوں۔ ساتھیوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو۔ وہ تیرے حق میں بخشش کی دعا کریں گے وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اپنے گناہ کا اعتراف کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی بخشش کی دعا کی۔ (تفسیر مظہری جلد 9 ص 305,304)

مدینہ میں رہتے ہوئے مکہ مکرمہ میں ہونے والی گفتگو کا علم: جنگِ بدر کے کچھ دن بعد ایک روز عمیر بن وہب اور صفوان بن اُمیہ دونوں حطیم کعبہ میں بیٹھے تھے۔ عمیر قریش کے شیطانوں میں سے تھا وہ حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تکلیفیں دیا کرتا تھا اور اس کا بیٹا وہب بن عمیر بدر کے قیدیوں میں تھا۔

عمیر اور صفوان کے درمیان یوں گفتگو ہوئی: عمیر بولا بدر میں ہمارے لوگوں نے مسلمانوں کے ہاتھوں کیسی کیسی مصیبتیں اٹھائیں ظالموں نے کس بے رحمی سے ہمارے لوگوں کو گڑھے میں پھینک دیا۔

صفوان: خدا کی قسم ان کے بعد اب زندگی کا لطف نہیں رہا۔

عمیر: اللہ کی قسم تو نے سچ کہا۔ اللہ کی قسم اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جسے میں ادا نہیں کر سکتا اور میرے بال بچے نہ ہوتے جن کے برباد ہو جانے کا مجھے ڈر ہے تو میں سوار ہو کر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو قتل کرنے جاتا کیونکہ اب تو ایک بہانا بھی ہے کہ میرا بیٹا ان کے ہاں گرفتار ہے۔

صفوان: تیرا قرض میں ادا کر دیتا ہوں۔ اگر تُو یہ کام کرے۔ اور تیرے عیال میرے عیال کے ساتھ رہیں گے بلکہ جب تک تیرے بال بچے زندہ ہیں میں ان کی کفالت کا ضامن ہوں۔

عمیر: بس یہ بات تیرے میرے درمیان طے شدہ ہے۔

صفوان: مجھے بسر وچشم قبول ہے۔

عمیر: وہاں سے روانہ ہوتے وقت لوگوں سے مخاطب ہو کر۔ اے لوگو تم خوش ہو جاؤ چند دنوں بعد تمہارے پاس ایک واقعہ کی خبر آئے گی جس سے تم بدر کی تمام مصیبتیں بھول جاؤ گے۔ زاں بعد (اس کے بعد) عمیر زہر میں بجھی ہوئی تلوار لے کر اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ منورہ پہنچ جاتا ہے اس وقت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے ایک گروہ میں بیٹھے بدر کی عنایات سنا رہے تھے۔ اچانک عمیر زہر آلود تلوار لٹکائے اونٹنی کو مسجد نبوی کے دروازے پر بٹھا دیتا ہے۔ اسے دیکھ کر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے یہ کتا دشمن عمیر کسی شرارت کے لئے آیا ہے۔ یہ سن کر شاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عمیر کو میرے پاس لاؤ، عمیر کو لایا جاتا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں عمیر آگے آ عمیر آگے بڑھ کر کہتا ہے خدا آپ کی صبح خیر کرے (یہ ذو معنیٰ لفظ ہے) یہ سن کر سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمیر تو مجھے جاہلیت کا سلام دیتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تیرے سلام سے بہتر سلام

عطا فرمایا ہے اور یہ وہ سلام ہے جو کہ اہل جنت کا سلام ہے عمیر بولا اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ سلام آپ کو تھوڑے دنوں سے ملا ہے۔ زاں بعد (اس کے بعد) امت کے والی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عمیر کیسے آنا ہوا۔ عمیر بولا اپنے بیٹے کو جو آپ کے قیدیوں میں ہے اُسے لینے آیا ہوں۔ یہ سن کر آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو تلوار لے کر یوں آیا ہے۔ عمیر بولا خدا تلواروں کا بُرا کرے تلواروں نے ہمیں کیا فائدہ پہنچایا۔ یہ سن کر رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عمیر سچ بتاؤ کس لئے آیا ہے۔ پھر عمیر نے وہی بات کہی کہ بیٹے کے لئے آیا ہوں۔ یہ سن کر سید الثقلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو نہیں بتاتا تو میں بتا دوں کہ تو کس لئے آیا ہے۔ سن کیا تیرے اور صفوان کے درمیان حطیم کعبہ کے اندر بیٹھ کر یہ گفتگو نہیں ہوئی۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے من و عن ساری کہانی سنا دی یہ سن کر عمیر حیران ہو گیا اور بولا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم پہلے آپ کو جھٹلا دیا کرتے تھے مگر اب کوئی شک نہیں رہا کیونکہ حطیم کعبہ میں میرے اور صفوان کے سوا کوئی تیسرا نہیں تھا یہ صرف اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھایا ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے اسلام کی توفیق عطا کی۔ **اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ**۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا عمیر تمہارا مسلمان بھائی ہے اپنے اس بھائی کو دین کے مسائل سمجھا دو اور اس کے بیٹے کو بھی چھوڑ دو۔

(برہان بحوالہ طبرانی کبیر 17 ص 57، سیرت ابن ہشام ص 303، دلائل النبوۃ ابونعیم ص 479، امام جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو نقل فرما کر فرمایا بسند صحیح۔ خصائص کبریٰ 1 ص 209، مجمع الزوائد 8 ص 289) تبیان القرآن جلد 2 ص 420 پر بحوالہ سیرۃ النبویہ علی ہامش الروض الانف جلد 4 ص 84، مطبوعہ ملتان۔ شواہد النبوۃ ص 129، شرح حدائق بخشش جلد 5 ص 199 تا 201 ضیاء النبی جلد 5 ص 855 تا 857)

حضرت قباث کنانی: حضرت قباث بن الیشم الکنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میدان بدر میں میں مشرکین مکہ کی طرف تھا ابھی تک میری نظروں کے سامنے مسلمانوں کی

قلت اور کفار کے پیادہ اور سواروں کی کثرت پھر رہی ہے مگر بایں ہمہ (اس سب کے باوجود) جب ہمارے لشکر کو شکست ہوئی تو میں بھی بھاگا شکست خوردہ مشرکین ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے میں نے اپنے آپ سے کہا **مارایت مثل هذا الامر فرمنه النساء** یعنی ایسا واقعہ میں نے کبھی نہیں دیکھا جس میں عورتوں کے سوا سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ جب میں مکہ پہنچا اور کچھ عرصہ قیام کیا تو اسلام کا تصور میرے ذہن میں جاگزیں ہونے لگا۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مدینہ میں جا کر دیکھوں تو سہی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا کہتے ہیں؟ مدینہ پہنچ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد کے زیر سایہ صحابیوں کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ میں بھی وہاں چلا گیا لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے قباث تم ہی تھے نا، جس نے میدانِ بدر میں **مارایت مثل هذا الامر فرمنه النساء** کہا۔ میں نے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے سچے رسول ہیں۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیونکہ یہ جملہ میں نے دوسرے کے سامنے نہیں کہا تھا۔ یہ بات محض مجھی تک محدود تھی اگر آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) رسولِ خدا نہ ہوتے تو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو قطعا خبر نہ ہوتی۔ اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں بیعت کروں۔ میں اس کے بعد مسلمان ہو گیا۔

(شرح حدائقِ بخشش جلد 5 ص 201 تا 202 بحوالہ شواہد النبوۃ ص 131)

حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبولِ اسلام: حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ وہ اپنے ہمراہ بیس اوقیہ سونا لائے تھے تاکہ مشرکوں کو کھانا دیں لیکن جنگ میں ان سے وہ لے لیا گیا اور اسے مال غنیمت میں داخل کر دیا گیا۔ تو انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اس بیس اوقیہ سونے کو ان کے فدیہ میں محسوب کر لیں لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے قبول نہ فرمایا اور کہا کہ یہ تو وہ مال ہے جسے تم ہمارے خلاف جنگ میں کفار کی مدد کے لئے لائے تھے۔ اب وہ مسلمانوں کی غنیمت میں ہے اسے فدیہ میں محسوب نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے کہا میں اور کوئی مال نہیں رکھتا کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کا چچا لوگوں سے بھیک مانگے اور لوگوں کے آگے ہاتھ

پھیلائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سونا کہاں ہے جسے تم مکہ سے نکلتے وقت اپنی زوجہ ام الفضل کے سپرد کر کے آئے تھے۔

انہوں نے کہا آپ کو اس کی خبر کیسے ملی؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے میرے رب نے خبر دی۔ پھر وہ کہنے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صادق ہیں۔ بجز (سوائے) خدا کے کوئی اس سے باخبر نہیں تھا۔ اس کے بعد وہ اسلام لائے اور کہنے لگے اشھد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ۔

(ایضاً ص199,197 بحوالہ مدارج النبوۃ جلد 2 ص168۔ضیاء النبی جلد 5 ص864)

عیینہ بن حصن: عیینہ بن حصن بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی، اگر آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اہلِ طائف کے ساتھ مذاکرات کروں۔ تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے دے گا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ وہ ان کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ تم اپنے موقف پر ڈٹے رہو۔ اگر تم نے ہار مان لی تو ہم غلاموں سے زیادہ ذلیل وخوار ہو جائیں گے اور اپنے ہاتھوں سے کوئی چیز نہ دو اور اگر وہ تمہارے باغات کاٹ رہے ہیں تو اس سے دل گرفتہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ تھوڑی سی کوشش سے اور باغات اُگائے جاسکتے ہیں۔ یہ باتیں کرنے کے بعد وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے پوچھا ''عیینہ'' تم نے ان کے ساتھ کیا باتیں کیں؟ اس نے کہا میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ اسلام قبول کر لیں۔ میں نے ان کو آتش جہنم سے ڈرایا ہے اور جنت کی راہ انہیں دکھائی ہے۔ رسالتِ مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''عیینہ تم جھوٹ بول رہے ہو بلکہ تم نے یہ یہ باتیں کیں۔ جو کچھ اس نے کہا تھا حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہہ سنایا۔ یہ سن کر اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔ صدقت یارسول اللہ اتوب الی اللہ والیک من ذلک۔ یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ نے سچ فرمایا۔ جو ہذیاں، سرائی میں نے کی ہے اس پر اللہ کی جناب میں بھی توبہ کرتا ہوں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی معافی مانگتا ہوں۔

(ضیاء النبی جلد 4 ص527 بحوالہ ابن کثیر ''السیرۃ النبویہ'' 3/659 دلائل النبوۃ ص482 اردو)

حارث بن ابی ضرار کا اسلام لانا: حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد حارث ابن ابی ضرار بغیر اس علم کے کہ ان کی بیٹی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح میں آ چکی ہیں۔ بہت سا اموال و اسباب اونٹوں پر لاد کر حضرت جوہریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رہائی کے لئے مدینہ روانہ ہوئے۔ راستہ میں مقام عقیق پر اپنے اونٹ چرنے کے لئے چھوڑ دیئے۔ ان میں سے دو اونٹ آپ کو بہت پسند تھے اس لئے ان کو کسی گھاٹی میں چھپا دیا۔ مدینہ پہنچ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا آپ میری بیٹی کو قید کر لائے ہیں اس کا فدیہ مجھ سے لے لیں اور اسے میرے ساتھ کر دیں پھر جو مال اور اونٹ وغیرہ فدیہ دینے کے لئے لائے تھے پیش کرنے لگے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حارث وہ دو اونٹ کہاں ہیں جن کو تم عقیق کی گھاٹیوں میں چھپا آئے ہو؟ حارث پر اس بات کا بڑا اثر ہوا۔ اور وہ فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اب اس کو معلوم ہوا کہ جس بیٹی کو چھڑانے کے لئے اس نے اتنی زحمت کی ہے وہ حرم نبوی کی رونق بنی ہوئی ہے۔ اس خبر سے وہ بہت خوش ہوا اور بڑی خوشی کے ساتھ اپنی بیٹی سے مل کر ہنسی خوشی اپنی قوم کے ہمراہ گھر روانہ ہوا۔

(اُسد الغابہ ص420 جلد 5)

عبداللہ بن حارث کا اسلام قبول کرنا: حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی عبداللہ بن حارث کے اسلام لانے کا واقعہ بھی بہت تعجب خیز ہے اور دلچسپ بھی۔

عبداللہ بن حارث اپنی قوم کے قیدیوں کو چھڑانے کے لئے دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے ان کے ساتھ چند اونٹنیاں اور لونڈی تھی۔ انہوں نے ان سب کو ایک پہاڑ کی گھاٹی میں چھپا دیا اور تنہا بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور اسیرانِ جنگ (جنگی قیدیوں) کی رہائی کی درخواست پیش کی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم قیدیوں کے فدیہ کے لئے کیا لائے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے یہ سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری وہ اونٹنیاں کیا ہوئیں؟ اور تمہاری وہ لونڈی کدھر گئی؟ جسے تم فلاں گھاٹی میں چھپا کر آئے ہو۔ زبان رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے یہ علم غیب کی خبر سن کر عبداللہ بن حارث حیران رہ گئے کہ آخر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میری لونڈی اور

اونٹیوں کی خبر کس طرح ہوگئی۔ ایک دم ان کے اندھیرے دل میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صداقت اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا نور چمک اُٹھا اور وہ فوراً ہی کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

(سیرتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص 547 بحوالہ کتاب الاستعیاب)

نوفل بن حارث کا قبول اسلام: ابن سعد نے طبقات میں اور بیہقی نے دلائل میں عبداللہ بن نوفل بن حارث سے روایت کیا کہ غزوہ بدر میں نوفل جنگی قیدی بنا لئے گئے۔ رسول رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا نوفل اپنا فدیہ ادا کرو۔ نوفل نے عرض کی میرے پاس تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں کہ فدیہ ادا کروں۔ رحمت عالم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا اس مال سے فدیہ ادا کر جو تو نے جدہ میں چھپا کر رکھا ہوا ہے یہ سن کر نوفل کی زبان سے بے اختیار نکلا اشھد انک رسول اللہ ، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ (عزوجل) کے سچے رسول ہیں پھر فدیہ ادا کیا۔

(ضیاء النبی جلد 5 ص 867,866)

عمیر بن رافع کا قبولِ اسلام: بنی تمیم کا ایک شخص جس کا نام رافع بن عمیر تھا، وہ اپنے اسلام لانے کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں عالج کے ریگستان میں سفر کر رہا تھا۔ مجھے نیند آ گئی میں نے اونٹنی بٹھائی اور سونے سے پہلے جاہلیت کے دستور کے مطابق میں نے بلند آواز سے کہا۔ اعوذ بعظیم هذا الوادی من الجن ۔ جنات کے شر سے میں اس وادی کے سردار کی پناہ مانگتا ہوں۔ پھر میں سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی کے ہاتھ میں نیزہ ہے اور وہ اس سے میری اونٹنی کو ذبح کرنا چاہتا ہے۔ میں گھبرا کر اُٹھ بیٹھا۔ ادھر اُدھر دیکھا کوئی آدمی نہ تھا۔ پھر سو گیا۔ دوسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا۔ تیسری بار جب سویا اور اسی منظر سے گھبرا کر اُٹھ بیٹھا تو اب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میری اونٹنی تھر تھر کانپ رہی ہے کوئی آدمی ہاتھ میں نیزہ لئے کھڑا ہے ایک بوڑھے آدمی نے اس کا ہاتھ پکڑ رکھا ہے اسی اثنا میں تین جنگلی بیل دوڑتے ہوئے ادھر آ نکلے۔ اس بوڑھے نے کہا کہ میری پناہ لینے والے اس انسان کی ناقہ کے مونس تم ایک وحشی بیل پکڑ لو پھر اس نے مجھ سے کہا کہ جب کبھی ایسی وادی میں رات

گزارنے کا اتفاق ہو تو کسی جن کی پناہ نہ لیا کرو بلکہ یہ کہا کرو کہ اعوذ باللہ رب محمد من ھول ھذا الوادی ۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کی جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پروردگار ہے۔ اس وادی کے خوف سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں نے پوچھا محمد کون ہیں؟ شیخ نے کہا محمد نبی عربی لاشرقی ولا غربی کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی عربی ہیں۔ نہ ان کا شرق سے کوئی تعلق ہے نہ غرب سے۔ میں نے پوچھا وہ کہاں رہتے ہیں۔ اس نے بتایا یثرب میں جہاں کھجوروں کے بکثرت نخلستان ہیں۔ صبح ہوئی تو اونٹنی پر سوار ہو کر میں نے مدینہ طیبہ کی راہ لی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب مجھے دیکھا تو میرے کچھ عرض کرنے سے پہلے گزشتہ رات مجھ پر جو بیتی تھی۔ سب کا ذکر فرما دیا اور مجھے اسلام کی دعوت دی چنانچہ میں نے اسلام قبول کیا۔

علاقوں کی فتح کا علم

حدیث نمبر 11. عن سفیان بن ابی زھیر انه قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یقول یفتح الیمن فیاتی قوم یبسون فیتحملون باھلیھم ومن اطاعھم والمدینة خیر لھم لو کانوا یعلمون ویفتح الشام فیاتی قوم یبسون فیتحملون باھلیھم ومن اطاعھم والمدینة خیرلھم لو کانوا یعلمون ویفتح العراق فیاتی قوم یبسون فیتحملون باھلیھم ومن اطاعھم والمدینة خیر لھم لو کانوا یعلمون۔ (بخاری جلد 1 ص 252 مسلم جلد 1 ص 445)

ترجمۂ حدیث: حضرت سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ یمن فتح ہوگا تو ایک قوم اپنے اہل وعیال اور خدام کو لے کر چلی جائے گی کاش وہ جانتے کہ مدینہ ہی ان کے لئے بہتر ہے۔ پھر شام فتح ہوگا تو ایک قوم اپنے اہل وعیال اور خدام کو لے کر شام چلی جائے گی کاش وہ جانتے کہ مدینہ ہی ان کے لئے بہتر ہے۔ پھر عراق فتح ہوگا تو ایک قوم اپنے اہل وعیال اور خدام کو لے کر چلی جائے گی کاش وہ جانتے کہ مدینہ ہی ان کے لئے بہتر ہے۔

تعارف راوی: سفیان بن ابی زہیر آپ ازدی ہیں بنی شنوہ سے ہیں حجازی محدث ہیں۔

فائدۂ حدیث: (اس مبارک حدیث میں) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے یمن کا تذکرہ فرمایا پھر شام کا پھر عراق کا۔ اسی ترتیب سے یہ ممالک فتح ہوئے یمن کا کچھ حصہ عہدِ رسالت ہی میں فتح ہو چکا تھا۔ بقیہ عہد صدیقی میں فتح ہوا۔ اس کے بعد شام فتح ہوا۔ پھر عراق اور جب یہ فرمایا تھا شام وعراق پر قیصر وکسریٰ کی انتہائی مضبوط حکومتیں قائم تھیں اور عرب کا جو حال تھا۔ اس کے پیشِ نظر کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ کبھی اہلِ عرب شام اور عراق کو فتح کر پائیں گے۔ مشہور مستشرق گبن نے لکھا ہے کہ جس وقت روم پر غلبہ کی پیشین گوئی کی گئی تھی اس سے زیادہ مستبعد (یعنی بعید) اور کوئی پیشین گوئی نہیں ہوسکتی تھی۔ یہ سب اس کا ظہور تھا کہ فرمایا زمین میرے لئے سمیٹ دی گئی۔ میں اس کے مشارق ومغارب کو دیکھ رہا ہوں۔ جتنی سمیٹ دی گئی ہے میری امت کا ملک وہاں تک پہنچے گا۔

(نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد 3 ص 269,268)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

امت کے شرک میں مبتلا نہ ہونے کا علم

حدیث نمبر 12. عن عقبة بن عامر ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرج یوما فصلی علی احد صلاته علی المیت ثم انصرف الی المنبر فقال انی فرط لکم وانا شهید علیکم وانی واللہ لانظر الی حوضی الان وانی اعطیت مفاتیح خزائن الارض او مفاتیح الارض وانی واللہ مااخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولکن اخاف علیکم ان تنافسوا فیها.

(بخاری جلد 1 ص 179، مسلم جلد 2 ص 250)

ترجمۂ حدیث: عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک روز نکلے اور اہل اُحد پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز جنازہ ادا کی۔ پھر واپس تشریف لائے اور منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا میں تمہارا پیش رو ہوں۔ تمہارا گواہ ہوں۔ خدا کی قسم میں اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم مجھے یہ اندیشہ نہیں کہ تم لوگ میرے بعد شرک کرو گے لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ ان خزانوں کو دوسروں سے زیادہ حاصل کرنے کی خواہش کرو گے۔

تعارف راوی: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہنی ہیں۔ عقبہ بن ابی سفیان کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو معزول کر دیا۔ 58ھ میں مصر میں آپ کی وفات ہوئی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چند صحابہ اور بہت تابعین نے احادیث نقل کیں۔

فائدۂ حدیث: معلوم ہوا نگاہِ نبوت کے سامنے کوئی چیز آڑ نہیں بن سکتی۔ کیونکہ حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حوض جنت میں ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ شریف میں مسجد کے منبر پر کھڑے اس کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ حالانکہ جنت ساتوں آسمانوں بلکہ عرش معلیٰ سے بھی اوپر ہے اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک کی مسافت پانچ سو سال ہے اور آسمان کل سات ہیں اور سات کو پانچ سے ضرب دیں تو حاصل ضرب پینتیس (۳۵) آئے گا یعنی پینتیس سو (۳۵۰۰) سال کی مسافت پھر اس پر عرشِ معلیٰ پھر جنت اور جنت کے اندر حوض ہے جس کو نگاہِ نبوت ملاحظہ فرما رہی ہے لہٰذا ماننا پڑے گا کہ جس نگاہ کے سامنے آسمان و عرشِ معلیٰ اور یہ مسافت حجاب و آڑ نہیں بن سکتے۔ یہ زمین کی اشیاء اور در و دیوار آڑ کیسے بن سکتے ہیں لیکن افسوس ہے اس نظریے والے پر کہ معاذ اللہ وہ پس دیوار (دیوار کے پیچھے) بھی نہیں دیکھ سکتے۔ (براہینِ قاطعہ ص 15 مولوی خلیل احمد انبیٹھوی)

خدا جب دین لیتا ہے
حماقت آ ہی جاتی ہے

اسی حدیث شریف کا آخری جملہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ وانی واللہ ما اخاف

علیکم ان تشر کوا بعدی۔ (یعنی اللہ کی قسم مجھے یہ اندیشہ نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے)

اس جملے میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قسم اٹھا کر فرما رہے ہیں کہ میرے بعد تم شرک میں مبتلا نہیں ہو گے۔ بعض توحید کے دعویداروں کو نا جانے کیا ہو گیا کہ بات بات پر شرک کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔ ایسے توحید کے ٹھیکیدار درج ذیل حدیث کو بار بار بغور پڑھیں اور دوسرے ٹھیکیداروں کو بھی پڑھوائیں ممکن ہے کہ اس نیک کام کی وجہ سے وہ اپنے بُرے کام (یعنی بات بات پر شرک کا فتویٰ لگانے) سے بعض آ جائیں۔

شرک کی تہمت لگانے والا خود مشرک ہے: عن حذیفة بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان مما اتخوف علیکم رجل قرء القرآن حتی اذا رُؤیت بھجتہ علیہ و کان رداء ہ الاسلام اعتراہ الی ماشاء اللہ انسلخ منہ و نبذہ وراء ظھرہ و سعی علی جارہ بالسیف ورماہ بالشرک قال قلت یا نبی اللہ ایھما اولیٰ بالشرک؟ المرمی او الرامی؟ قال بل الرامی.

تفسیر ابن کثیر جلد 2 ص 265 مطبوعہ مصر سورہ اعراف کی آیت نمبر 175 کے تحت اس حدیث کو ذکر کیا گیا ہے۔ نیز قدیمی کتب خانہ کی طبع شدہ کا ص 353 جلد 2 ہے۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تم پر اس شخص کا خوف ہے جو قرآن پڑھے گا جب اس پر قرآن کی رونق دیکھی جائے گی اور اس نے اسلام کی چادر اوڑھ لی ہو گی اللہ تعالیٰ جدھر چاہے گا اس کو بہکا دے گا۔ وہ اس (اسلام کی چادر) سے نکل جائے گا اور اسے پیٹھ پیچھے پھینک دے گا اور اپنے پڑوسی پر تلوار چلائے گا اور اسے شرک کی تہمت لگائے گا۔ (حضرت حذیفہ نے) کہا میں نے عرض کی یا نبی اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) دونوں میں سے شرک کا زیادہ حقدار کون ہو گا جس پر تہمت لگائی گئی وہ یا تہمت لگانے والا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بل الرامی (بلکہ تہمت لگانے والا)۔

نوٹ: تفسیر ابن کثیر کا اردو ترجمہ جو مولانا محمد صاحب جونا گڑھی نے کیا ہے جس کے ناشر

مقبول بک سٹال اکبر بازار شیخوپورہ والے ہیں انہوں نے اس حدیث شریف کو نکال دیا ہے نہ جانے کیوں نکال دیا گیا؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اس حدیث میں چونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے جس سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت کا اظہار ہو رہا تھا تو یہ خیال کیا ہو کہ جب گُرعظمت نبی کا قائل نہیں ہوا تھا تو چیلا کس طرح ہو سکتا ہے۔ آخر چیلا کس کا ہے یہ ایک ہی نہیں بلکہ یہ لوگ ایسی ناپاک کوششیں کرتے ہی رہتے ہیں لیکن علمائے حق کی نگاہوں سے یہ چیزیں پوشیدہ نہیں رہتیں بلکہ گاہے گاہے وہ عوام الناس کو مطلع کرتے رہتے ہیں تا کہ عوام ان لوگوں کے چنگل میں نہ پھنس جائے۔

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے شائع ہونے والے ایک علمی، ادبی اور تحقیقی مجلہ النظامیہ کے شمارہ اکتوبر دو ہزار ایک 2001ء میں میرے استاذی المکرّم حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین صاحب رضوی دامت برکاتہم العالیہ (جو حق گو اور ایک نڈر عالم دین ہیں کہ حق گوئی کی بنا پر آپ نے شاہ ابوالمعالی سے خطابت کو چھوڑنا تو گوارا کر لیا مگر حق گوئی کو ترک کرنا گوارا نہ کیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ استادِ گرامی صرف جب صَرف ہی پڑھایا کرتے تھے پہلے ہی دن ہمیں یہ سبق دے دیا کہ:

جس کو ہو جان و دل عزیز　　　وہ اس گلی میں آئے کیوں

آپ نے ایک مضمون جس کا عنوان تھا:

صاوی شریف میں وہابیوں کی تحریفات: اس مضمون میں تمہید کے بعد لکھتے ہیں۔

علمائے یہودی کا حق کو چھپانا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو ثمن قلیل کے بدلے بیچنا کیا تھا۔ امت کے پہلے مفسر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زبانی سنئے۔ سورہ بقرہ آیت نمبر 41 (ولا تشتروا بایاتی) بکتمان صفة محمد و نعته صلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔

علماء یہود حصول دولت کے لئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمالات کو چھپاتے تھے۔ سورہ بقرہ آیت نمبر 172 میں ہے (ان الذین یکتمون ماانزل الله من الکتاب) مابین الله تعالیٰ فی التوراة من صفة محمد و نعته صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ عظمت و شان جو اللہ تعالیٰ نے توراۃ میں

بیان فرمائی علماء یہود حصول دنیا کے لئے چھپایا کرتے تھے علماء یہود کے اس مشن کو آج علماء نجد اور علماء دیوبند جاری رکھے ہوئے ہیں ان کی تحریفات کو طشت از بام کرنے کے لئے مفصل کتاب درکار ہے۔

حال ہی میں وہابیہ اور دیابنہ نے حاشیہ الصاوی علی الجلالین میں جو تحریف کی ہے محرف اور غیر محرف نسخوں کی فوٹو سٹیٹ بھیجی جا رہی ہے۔..........سورہ فاطر کی آیت نمبر 6 کی تفسیر کرتے ہوئے عارف باللہ تعالیٰ حضرت علامہ الشیخ احمد بن محمد الصاوی المالکی علیہ الرحمہ التولد 1175ھ التوفی 1241ھ نے لکھا۔

قیل هذه الاية نزلت فی الخوارج الذین یحرفون تاویل الکتاب والسنة ویستحلون بذالک دماء المسلمین واموالهم کما هو مشاهد الآن فی نظائرهم وهم فرقة بارض الحجاز یقال لهم الوهابیة یحسبون انهم علی شئ الا انهم هم الکاذبون استحوذ علیهم الشیطن فانساهم ذکر الله اولئک حزب الشیطان الاان حزب الشیطن هم الخاسرون. نسأ ل الله الکریم ان یقطع دابرهم.

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ یہ آیت کریمہ خوارج کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے کتاب وسنت کی تاویل میں تحریف کی اور اس کے ذریعے مسلمانوں کے خون اور اموال کو حلال قرار دیا جیسا کہ اس کی نظیروں کا مشاہدہ اب ہو رہا ہے۔ وہ حجازی زمین کا فرقہ ہے جسے وہابی کہا جاتا ہے وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں۔ خبردار بے شک وہ جھوٹے ہیں شیطان ان پر غالب آ گیا پس اس نے ان کو اللہ کا ذکر بھلا دیا۔ یہ شیطانی گروہ ہے خبردار شیطانی گروہ ہی گھاٹے میں ہیں۔ ہم اللہ کریم سے التجا کرتے ہیں کہ وہ ان کو ہلاک فرما دے۔

آمین ثم آمین

یہ عبارت مصر کے دو مکتبوں یعنی مطبع مصطفیٰ البابی اور عبدالحمید احمد حنفی شارع مشہد حسینی سے چھپی ہوئی صاوی شریف اور پاکستان کے مکتبہ نوریہ رضویہ سے چھپی ہوئی صاوی شریف میں موجود ہے۔ اب بیروت کے مکتبہ دارالفکر سے چھپی ہوئی صاوی شریف کے اس مقام پر تحریف ملاحظہ فرمائیں۔

قیل ھذہ الایۃنزلت فی الخوارج الذین یحرفون تاویل الکتاب والسنۃ ویستحلون بذالک دماء المسلمین واموالھم استحوذ علیھم الشیطان فانساھم ذکر اللہ. الی اخرہ.

اس میں جوعبارت ختم کر دی گئی وہ یہ ہے۔

کما ھو مشاھدالان فی نظائرھم وھم فرقۃ بارض الحجاز یقال لھم الوھابیۃ یحسبون انھم علی شئ الا انھم ھم الکاذبون.

دارالکتب العلمیہ بیروت سے چھپی ہوئی صاوی شریف میں تحریف ملاحظہ فرمائیں۔

قیل ھذہ الایۃ نزلت فی الخوارج الذین یحرفون تاویل الکتاب والسنۃ ویسحلون بذالک دماء المسلمین واموالھم لما ھو مشاھد الآن فی نظائرھم یحسبون انھم علی شئ . الخ

اس میں جس عبارت کو ختم کیا گیا وہ درج ذیل ہے۔

وھم فرقۃ بارض الحجاز یقال لھم الوھابیۃ .

مکتبہ روضۃ القرآن قصہ خوانی بازار پشاور نے دارالکتب سے چھپی ہوئی صاوی شریف کا عکس لے کر چھاپ دیا ہے۔

(استاذی المکرّم فرماتے ہیں کہ) جب میں نے یہ ساری صورتحال استاذی المکرّم سرمایہ ملک وملت مفتی اعظم پاکستان حضرت قبلہ وکعبہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی زیدہ مجدہ الکریم (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کے سامنے پیش کی تو آپ نے فرمایا۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف لکھی جانے والی گستاخانہ تحریرات آج بھی بڑے اہتمام سے شائع کی جارہی ہیں اور اپنے خلاف صرف لفظ وہابیہ بھی برداشت نہیں کر سکے۔

اور سیف بے نیام شیر اسلام حضرت علامہ فضل احمد چشتی وقاہ اللہ تعالیٰ عن کل مایشین الانسان، نے یوں تبصرہ فرمایا کہ وہابی سرکاری مذہب ہے جو تغیرات زمانہ کے ساتھ تبدیل ہوتا رہتا ہے اس طرح یہ لوگ اپنے مسلک ومشرب کی سچائی ثابت کرنے (کے لئے)

احادیث وتفاسیر اور دیگر کتب میں قطع و برید کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانانِ عالم کو ان کے شر سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین ثم آمین۔

(النظامیہ اکتوبر 2001ء ص 33 تا 35)

نوٹ: ان تفاسیر کے ان مقامات کی فوٹو کاپی آپ بھی النظامیہ کے ص 36 اور 37 پر ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ نمونہ آپ کو دکھلا دیا ہے فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر۔ اللہ عزوجل ہمیں احقاق حق اور ابطال باطل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

جنتی دیہاتی

حدیث نمبر 13. عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه ان اعرابيا جاء الی رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم فقال يارسول الله دلنی علی عمل اعمله يدنينی من الجنة ويباعدنی من النار قال تعبد الله ولا تشرک به شيئا وتقيم الصلوٰة المكتوبة وتودی الذكوة المفروضة وتصوم رمضان قال والذی نفسی بيده لا ازيد علی هذا شيئا ابدا ولا انقص منه فلما ولی قال النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم من سره ان ينظر الی رجل من اهل الجنة فلينظر الی هذا.

(مسلم جلد 1ص 31، بخاری جلد1ص 187)

ترجمۂ حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی آیا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے ایسا عمل بتلایئے جس کو اختیار کرنے سے میں جنت میں چلا جاؤں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ (عزوجل) کی عبادت کرو۔ کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ فرض نماز ادا کرو۔ فرض زکوٰۃ دو۔ رمضان کے روزے رکھو۔ دیہاتی نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں ان احکام میں نہ کچھ زیادتی کروں گا اور نہ کمی۔ جب وہ شخص چلا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی جنتی کے دیکھنے سے خوش ہوتا ہے وہ اس شخص کو دیکھ لے۔

تعارف راوی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث شریف کو روایت کیا ہے ان کے حالات حدیث نمبر 6 کے تحت ملاحظہ فرمالیں۔

فائدہ: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لوگوں کے انجام نیک بختی اور بدبختی کا علم ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ جنتی کون ہے دوزخی کون ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر تھی کہ یہ بندہ مومن تقویٰ پر قائم رہے گا ایمان پر انتقال ہوگا اور جنت میں جائے گا۔ بعض لوگ نا ماننے پر آئیں تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قسم کے واضح ارشادات کو ماننے سے انکار کر بیٹھتے ہیں اور ماننے پر آئیں تو اپنے گروؤں کی نہ صرف آئندہ پیش آنے والی بات بلکہ گذشتہ کو بھی مان لیتے ہیں اور اس میں کوئی بھی شرک و بدعت نظر نہیں آتا جیسا کہ علامہ ارشد القادری صاحب نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف زلزلہ (جو واقعۂ باطل کے اعوانوں میں زلزلہ کا کام دیتی ہے) میں لکھا کہ:

دہلی کے مولوی عبدالوحید صدیقی نے ''عظیم مدنی نمبر'' کے نام سے اپنے اخبار ''نئی دنیا'' کا ایک نمبر شائع کیا تھا موصوف نے اپنے اس نمبر میں مولوی حسین احمد صاحب کی غیب دانی سے متعلق مراد آباد جیل کے دو واقعے نقل کیے ہیں جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں لکھتے ہیں کہ:

ایک دن حضرت کے نام پانوں کا پارسل آیا جس کا علم صرف نبر جی صاحب (جیلر) کو ہی تھا اور کسی شخص کو نہ تھا۔ موصوف نے وہ پارسل بہ نظر احتیاط روک لیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد حسب معمول بارکوں کے معائنہ کے لئے گئے حضرت مدنی کے ساتھ اس وقت حافظ محمد ابراہیم صاحب اور دیگر حضرات تھے جیسے ہی جناب نبر جی صاحب حضرت کے سامنے آئے۔ حضرت نے فرمایا کیوں صاحب! آپ نے میرا پانوں کا پارسل روک لیا ہے خیر کچھ حرج نہیں۔ اس میں سے صرف چھ پان دے دیجئے۔ پرسوں تک دوسرا پارسل آجائے گا۔

جناب نبر جی صاحب کو بڑا تعجب ہوا کہ اس واقعہ کا علم حضرت کو کیسے ہوا؟ موصوف نے چپکے سے پان لاکر حاضر کر دیئے۔ حضرت نے اس میں صرف چھ پان لے لئے اور بقیہ

واپس فرمادیئے اور فرمایا پان (کا پارسل) پرسوں تک آئے گا اسے نہ روکئے گا۔

تیسرے دن حسب ارشاد پانوں کا پارسل آیا۔ اب موصوف کو خیال ہوا کہ یہ کوئی معمولی شخص نہیں بلکہ کوئی پہنچے ہوئے فقیر معلوم ہوتے ہیں۔

(روزنامہ نئی دنیا دہلی کا عظیم مدنی نمبر ص 208)

اسے کہتے ہیں ایک تیر میں دو نشانہ! گذشتہ کا بھی حال بتا دیا کہ میرے پانوں کا پارسل آیا ہوا تھا۔ اسے آپ نے روک لیا۔ آئندہ کی بھی خبر دے دی کہ پرسوں تک میرے پانوں کا پارسل پھر آئے گا۔ اسے نہ روکئے گا۔

اب اس واقعہ کے ذیل میں سب سے بڑا ماتم اس سنگدلی کا ہے کہ یہاں گذشتہ اور آئندہ کا علم تو خدا تک پہنچے ہوئے فقیر کی علامت ٹھہرا۔

اس جیل کا دوسرا واقعہ موصوف بیان کرتے ہیں کہ انہی دنوں جیل میں مولانا کے نام کہیں سے کوئی خط آیا تھا جس پر محکمہ سنسر کی مہر لگی ہوئی تھی جیلر نے وہ خط مولانا کو دے دیئے انسپکٹر جنرل کی طرف سے باز پرس ہوئی اور اسی جرم میں جیلر کو معطل کر دیا گیا۔

اس واقعہ کے فوراً بعد صاحب موصوف مولانا کی خدمت میں پہنچے، دیکھتے ہی مسکرا کر مولانا نے فرمایا پان جو دیئے تھے اس سے معطل ہوئے۔ پان نہ دیتے تو کیا ہوتا۔ ان کو سخت حیرت تھی کہ یہ واقعہ ابھی ابھی دفتر میں ہوا ہے کسی کو خبر تک نہیں۔ انہیں کیونکر علم ہوا۔ انہوں نے اپنی پریشانی کا اظہار کیا تو فرمایا انشاء اللہ کل تک بحالی کا حکم آجائے گا تم مطمئن رہو۔ ان کی حیرت کی انتہا نہ تھی۔ دوسرے دن ڈاک میں جو پہلی چیز ہاتھ میں آئی وہ معطلی کے حکم میں منسوخی اور بحالی تھی۔ اس واقعہ سے نبرجی صاحب اور دیگر عہدیداران جیل حضرت کے معتقد ہو گئے۔ (نئی دنیا دہلی مدنی نمبر ص 203)

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ ارشد القادری صاحب فرماتے ہیں۔

یہاں بھی ایک تیر میں دو نشانہ ہے گذشتہ کی بھی خبر دے دی اور آئندہ کا بھی حال بتا دیا۔

یہ سوچ کر آنکھوں سے خون ٹپکنے لگتا ہے کہ جس کمال کو اپنے شیخ کے حق میں کافروں کے معتقد ہونے کا ذریعہ تسلیم کیا گیا ہے اسی کمال کو جب مسلمان اپنے نبی (صلی اللہ

تعالٰی علیہ وسلم) کے حق میں تسلیم کرتے ہیں تو یہ انہیں مشرک سمجھنے لگتے ہیں۔ چوتھا باب جو شیخ دیوبند مولوی حسین احمد صاحب کے حالات و واقعات پر مشتمل تھا یہاں پہنچ کر تمام ہوگیا۔
اب آپ کو فیصلہ کرنا ہے کہ تصویر کے پہلے رُخ میں جن اعتقادات کو ان حضرات نے انبیاء و اولیاء کے حق میں مشرک قرار دیا تھا اپنے اور اپنے بزرگوں کے حق میں وہی اعتقادات عین اسلام کیونکر بن گئے۔

تصویر کے پہلے رُخ میں اپنے جن معتقدات کا اظہار کیا گیا ہے یا تو وہ باطل ہیں یا پھر تصویر کے دوسرے رُخ میں جو واقعات نقل کئے گئے ہیں وہ غلط ہیں ان دو باتوں میں سے جو بات بھی قبول کی جائے مذہبی دیانت، دینی اعتماد اور علمی ثقاہت کا خون ضروری ہے۔

غیرت حق کا جلال اگر نقطۂ اعتدال کی طرف لوٹ آیا ہوتو.....................

(زلزلہ ص 123 تا 125) مطبوعہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے جنتی ہونے کا علم

حدیث نمبر 14. **عن عبدالله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال یطلع علیکم رجل من اهل الجنة فاطلع ابوبکر ثم قال یطلع علیکم رجل من اهل الجنة فاطلع عمر. (رضی الله تعالیٰ عنه)**

(ترمذی جلد2 ص 210)

ترجمۂ حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس ایک جنتی آرہا ہے پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ تشریف لائے۔ پھر فرمایا کہ تمہارے پاس ایک جنتی آرہا۔ پھر تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ تشریف لائے۔

تعارف راوی: کنیت ابوعبدالرحمٰن نام عبداللہ والد کا نام مسعود اور والدہ کا نام عبد بنت عبدود ہے۔

نوٹ:- حضرت عبداللہ کے والد صحابی نہیں ہیں بلکہ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ مولانا امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے فتاوی رضویہ میں ایک مقام پر یوں لکھا ہے۔

جہالت 10. ایک حدیث کی سند ذکر کی عن عبداللہ بن مسعود............اس نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عالم صاحب کو اتنی خبر نہیں کہ صحابیت درکنار مسعود سرے سے مسلمان ہی نہ ہوا۔ جاہلیت میں مرا۔ اُسے رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں شامل کرنا کیسی جہالت اور دانستہ ہو تو سخت تر آفت۔

(فتاویٰ رضویہ جلد 7 ص 504 رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر 1 پاکستان)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان صحابہ کرام میں سے ہیں جنہوں نے شروع اسلام میں ہی اسلام قبول کرلیا تھا۔ حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ پہلے ایمان لائے بلکہ آپ اسلام کے چھٹے صاحب ہیں کہ آپ سے پہلے صرف پانچ آدمی ایمان لائے تھے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے۔ سفر میں سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعلین، مسواک اور وضو کا برتن آپ کے پاس رہتا تھا۔ بدر و اُحد وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے جنتی ہونے کی گواہی دی۔ اور فرمایا کہ میں اپنی امت کے لئے وہ چیز پسند کرتا ہوں جو ابن مسعود پسند کریں اور وہ چیز ناپسند کرتا ہوں جو ابن مسعود نہ پسند کریں۔ اخلاق و عادت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت ملتے جلتے تھے۔ دبلے دراز قد گندمی رنگ، خلافتِ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ خلافت عثمانیہ میں بھی کوفہ کے حاکم رہے۔ پھر بیت المال کے محافظ اس کے بعد مدینہ منورہ آگئے اور یہیں پر 32ھ میں وصال ہوا۔ ساٹھ سال سے زائد عمر پائی نیز خلفائے راشدین نے بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احادیث لیں۔ صحابہ کرام میں بڑے فقیہ صحابی ہیں حتیٰ کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتباع کرتے ہیں۔

(اجمال ص 53,52)

فائدۂ حدیث: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم تھا کہ کون کون آرہا ہے نہ صرف آنے والے کا بلکہ آنے والوں کے انجام کا بھی علم تھا۔ جبھی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس ایک جنتی آرہا ہے جب وہ آگئے تو پھر فرمایا کہ تمہارے پاس ایک جنتی آرہا ہے۔ اس ارشاد گرامی سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو دوسروں کے انجام سے بھی باخبر ہیں۔ اب آپ اپنے دل سے پوچھئے کہ جو دوسروں کے انجام سے باخبر ہو کیا اپنے انجام سے بے خبر ہوسکتا ہے؟ یقیناً اگر آپ منصف مزاج ہیں تو یہی جواب ملے گا کہ بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے انجام سے بھی باخبر ہیں لیکن اس کے باوجود اگر کوئی یہ کہے کہ معاذ اللہ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے انجام کی بھی خبر نہیں جیسا کہ خلیل احمد نے **واللہ لا ادری مایفعل بی ولابکم** سے اپنے ناپاک عزم کی تکمیل کی ناکام کوشش کی ہے کیونکہ اس میں لفظ لا ادری ہے جو کہ درایت سے بنا ہے اور درایت کسی چیز کو اٹکل سے جاننے کو کہتے ہیں۔ تو اب معنیٰ یہ ہوا کہ میں تعلیم الٰہی کے بغیر محض اٹکل و قیاس سے نہیں جانتا کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا ہو گا۔ جہاں تک تعلیم الٰہی کا تعلق ہے تو اس کے ساتھ آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا کیا جانتے ہیں اس کا اندازہ ان ارشاداتِ عالیہ سے لگائیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انا سید ولد آدم یوم القیمۃ واول من ینشق عنہ القبر واول شافع واول مشفع۔

(مسلم جلد 2 ص 245)

میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور میں ہی وہ پہلا ہوں جس کے لئے قبر کھلے گی اور میں ہی پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور میں ہی سب سے پہلا ہوں جس کی شفاعت قبول ہوگی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

انا اکثر الانبیاء تبعا یوم القیمۃ وانا اول من یقرع باب الجنۃ.

(مسلم جلد 1 ص 112)

قیامت کے دن میں تمام نبیوں علیہم السلام سے زیادہ تابعین والا (یعنی امت والا) ہوں گا اور میں ہی وہ پہلا ہوں جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اتی باب الجنة یوم القیمة فاستفتح فیقول الخازن من انت فاقول محمد فیقول بک امرت ان لا افتح لاحد قبلک.

(مسلم جلد 1 ص 112)

قیامت کے دن جنت کے دروازے پر میں آؤں گا۔ دروازہ کھلواؤں گا تو خازن جنت کہے گا آپ کون ہیں میں کہوں گا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہوں۔ وہ عرض کرے گا کہ مجھے آپ کے متعلق حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اعطیت خمسا لم یعطهن احد قبلی نصرت بالرعب مسیرة شهر وجعلت لی الارض مسجدا وطهورا فایما رجل من امتی ادرکته الصلوٰة فلیصل واحلت لی المغانم ولم تحل لاحد قبلی و اعطیت الشفاعة وکان النبی یبعث الی قومه خاصة وبعثت الی الناس عامة.

(بخاری جلد 1 ص 48 مسلم جلد 1 ص 199)

مجھے پانچ نعمتیں وہ عطا فرمائی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ دی گئیں میں ایک ماہ کے راستہ سے رعب کے ذریعے مدد کیا گیا اور میرے لئے ساری زمین مسجد اور ذریعہ طہارت بنا دی گئی کہ میری امت کے آدمی کو جس جگہ نماز آجائے وہ وہاں ہی پڑھ لے اور میرے لئے غنیمتیں حلال کر دی گئیں ہیں۔ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں کی گئیں اور مجھے بڑی شفاعت دی گئی اور نبی خاص قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے۔ میں سارے انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا (بنی اسرائیل پ 15 آیت 79)

ترجمۂ کنزالایمان: قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

مقامِ محمود: قیامت کے دن مرتبہ شفاعت کبریٰ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے خصائص سے ہے کہ جب تک حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فتحباب شفاعت نہ فرمائیں گے (یعنی شفاعت کی ابتداء نہ فرمائیں گے) کسی کو مجال شفاعت نہ ہوگی بلکہ حقیقتاً جتنے شفاعت کرنے والے ہیں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دربار میں شفاعت لائیں گے اور اللہ عزوجل کے حضور مخلوقات میں صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفیع ہیں اور یہ شفاعت کبریٰ مومن، کافر، مطیع (فرمانبردار)، عاصی (نافرمان) سب کے لئے ہے کہ وہ انتظار حساب جو سخت جانگزا ہوگا جس کے لئے لوگ تمنائیں کریں گے کہ کاش جہنم میں پھینک دیئے جاتے اور اس انتظار سے نجات پاتے اس بلا سے چھٹکارا کفار کو بھی حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بدولت ملے گا۔ جس پر اولین و آخرین، موافقین ومخالفین، مومنین و کافرین سب حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی حمد کریں گے اسی کا نام مقام محمود ہے۔

(بہار شریعت جلد 1 حصہ اول ص 14,13 مکتبہ اسلامیہ 40 اردو بازار لاہور پاکستان)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

انا سید ولد آدم یوم القیمة ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر ومامن نبی یومئذ آدم فمن سواه الاتحت لوائی وانا اول من تنشق عنه الارض ولا فخر۔ (ترمذی جلد 2 ص 202)

میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں فخر یہ نہیں کہتا اور میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا فخر یہ نہیں کہتا۔ اس دن کوئی نبی آدم (علیہ السلام) اور ان کے سوا ایسا نہ ہوگا جو میرے جھنڈے تلے نہ ہو۔ میں ان میں پہلا ہوں جن سے زمین کھلے گی اور فخر یہ نہیں کہتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بیٹھے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے حتی کہ جب ان حضرات کے قریب ہوئے تو انہیں کچھ تذکرہ کرتے ہوئے سنا۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل (دوست) بنایا اور دوسرے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔ ایک اور بولے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔ ایک اور صاحب نے کہا کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کرلیا۔ تب ان کے پاس سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا۔

قد سمعت کلامکم وعجبکم ان ابراهیم خلیل وهو کذالک و موسیٰ نجی الله وهو کذالک وعیسی روحه و کلمته وهو کذالک وادم اصطفاه الله وهو کذالک الا وانا حبیب الله ولا فخر وانا حامل لواء الحمد یوم القیمة تحته ادم و دونه ولا فخر وانا اول شافع و اول مشفع یوم القیمة ولا فخر وانا اول من یحرک حلق الجنة فیفتح الله فید خلیها ومعی فقراء المومنین ولا فخر وانا اکرم الاولین والاخرین علی الله ولا فخر.

(ترمذی جلد 2 ص 202 سنن دارمی جلد 1 ص 39)

بے شک میں نے تمہاری گفتگو اور تمہارا تعجب کرنا سنا یقیناً ابراہیم (علیہ السلام) اللہ (عزوجل) کے خلیل ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں اور موسیٰ (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) اللہ سے راز کی بات کرنے والے ہیں واقعی وہ ایسے ہی ہیں اور عیسیٰ (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) اللہ کی روح اور کلمہ میں اور وہ ایسے ہی ہیں۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ عزوجل نے چن لیا اور وہ ایسے ہی ہیں مگر خیال رکھو کہ میں اللہ (عزوجل) کا حبیب ہوں فخریہ نہیں کہتا۔ قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میں ہی اٹھائے ہوئے ہوں گا۔ جس کے نیچے آدم (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) اور ان کے سوا ہونگے۔ فخریہ نہیں کہتا۔ میں پہلا شفاعت کرنے والا اور مقبول الشفاعت قیامت کے دن میں ہوں گا۔ فخریہ نہیں کہتا۔ میں پہلا وہ شخص ہوں جو جنت کی زنجیر ہلاؤں گا۔ تب اللہ (عزوجل) کھولے گا۔ پھر اس میں مجھے داخل کرے گا میرے ساتھ فقراء مسلمان ہونگے

فخر یہ نہیں کہتا۔ سارے اگلے پچھلوں میں اللہ (عزوجل) کے ہاں زیادہ عزت والا ہوں فخر یہ نہیں کہتا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

انا قائد المرسلین ولا فخر وانا خاتم النبیین ولار فخر وانا اول شافع و مشفع ولا فخر۔ (سنن دارمی جلد 1 ص 40)

میں رسولوں کا پیش رو ہوں فخر یہ نہیں کہتا۔ میں نبیوں میں آخری ہوں فخر یہ نہیں کہتا میں پہلا شفاعت والا اور مقبول الشفاعت ہوں فخر یہ نہیں کہتا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

انا اول الناس خروجا اذا بعثوا وانا قائدھم اذا وفدوا وانا خطیبھم اذا انصتوا وانا مستشفھم اذا احبسوا وانا مبشرھم اذا یئسوا. الکرامة والمفاتیح یومئذ بیدی ولواء الحمد یومئذ بیدی وانا اکرم ولد آدم علی ربی یطوف علی الف خادم کانھم بیض مکنون اولؤلؤ منشور.

(ترمذی جلد 2 ص 201 سنن دارمی جلد 1 ص 40-39)

جب لوگ اٹھائے جائیں گے ان میں سب سے پہلے میں اُٹھوں گا اور میں ان کا قائد ہوں گا جب لوگ وفد بنیں گے۔ جب لوگ خاموش ہونگے تو میں ان کا خطیب ہوں گا۔ جب لوگ روکے ہوئے ہوں گے تو میں ان کی شفاعت کروں گا۔ جب لوگ مایوس ہونگے تو انہیں خوشخبری دینے والا میں ہونگا۔ اس دن عزت اور جابیاں

مولانا حسن رضا خاں رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے محبوب کیا مالک و مختار بنایا

میرے ہاتھ میں ہونگی۔ حمد کا جھنڈا اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔ میں ساری اولادِ آدم میں اپنے رب کے نزدیک زیادہ عزت والا ہوں۔ میرے پاس ایک ہزار خدام گھومے

گے گویا وہ محفوظ انڈے ہیں یا بکھرے ہوئے موتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

سلوا اللہ لی الوسیلة قالوا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وما الوسیلة قال اعلی درجة فی الجنة لاینالھا الارجل واحد وارجوا ان اکون انا ھو. (ترمذی جلد 2 ص 201)

اللہ (عزوجل) سے میرے لئے وسیلہ مانگو صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وسیلہ کیا چیز ہے؟ فرمایا جنت میں سب سے اونچا درجہ ہے جسے صرف ایک شخص پائے گا اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ میں ہی ہونگا۔

اونچوں سے اونچا سمجھئے جسے
ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اذا کان یوم القیمة کنت امام النبیین وخطیبھم وصاحب شفاعتھم غیر فخر. (ترمذی جلد 2 ص 201)

جب قیامت کا دن ہو گا تو میں نبیوں کا امام اور ان کا خطیب ہوں گا اور ان حضرات کی شفاعت والا فخر یہ نہیں کہتا ہوں۔

انبیاء کی شفاعت سے مراد بلندی درجات یا سب کی شفاعت کی ابتداء نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہوگی کہ پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت کریں گے بعد میں دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ ایسی متعدد احادیث پیش کی جاسکتی ہیں مگر انہیں دس پر اکتفا کرتا ہوں اس لئے کہ ماننے والے کے لئے تو ایک بھی کافی ہے جبکہ نہ ماننے والے کے لئے دفتر بھی ناکافی ہے۔ بہرصورت ان احادیث کے پیش نظر کوئی بھی منصف مزاج یہ نہیں کہہ سکتا کہ معاذ اللہ! حضور علیہ السلام کو اپنے انجام کی بھی خبر نہیں۔

اللہ عزوجل ایسے لوگوں سے امتِ مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

انبیاء ومرسلین علیہم اسلام کے علاوہ اہل جنت کے سردار کا علم

حدیث نمبر 15. عن علی بن ابی طالب رضی الله تعالیٰ عنه قال کنت مع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذا طلع ابوبکر و عمر (رضی الله تعالیٰ عنهما) فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم هذان سید اکهول اهل الجنة من الاولین والاخرین الاالنبیین و المرسلین یا علی لا تخبرهما۔

(ترمذی جلد 2 ص 207، ابن ماجہ ص 10)

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھا اتنے میں ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اولین وآخرین میں سے جتنے جنتی ہیں انبیاء ومرسلین کے علاوہ تمام ادھیڑ عمر والوں کے یہ دونوں سردار ہیں۔ اے علی ان دونوں کو نہ بتانا۔

تعارف راوی: اس حدیث شریف کے راوی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن بھی ہے اور ابوتراب بھی۔ قرشی ہاشمی ہیں۔ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی اور داماد بھی۔ آپ سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہیں اس وقت آپ کی عمر شریف تقریباً دس یا بارہ سال تھی۔ سواء تبوک کے سارے غزوات میں سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ غزوۂ تبوک میں سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ اور اپنے گھربار کا انتظام فرمانے کے لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ میں چھوڑا تھا اور فرمایا تم کو مجھ سے وہ ہی نسبت ہے جو حضرت ہارون (علیہ السلام) کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی مگر ہارون علیہ السلام نبی تھے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گندمی رنگ بڑی آنکھوں والے پست قد تھے۔

اٹھارہ ذی الحجہ جمعہ کے دن یعنی عین شہادت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دن 35ھ کو خلیفہ ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی نے اٹھارہ رمضان المبارک جمعہ کے دن 40ھ میں شہید کیا۔ تین دن بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن کیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حسنین کریمین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے غسل دیا۔ امام حسن نے نماز پڑھائی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر مبارک تریسٹھ (۶۳) برس ہوئی۔ خلافت چار سال نو مہینہ چند دن ہوئی۔ کوفہ کے قریب نجف شریف میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار پُر انوار ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پانچ سو چھیاسی احادیث مروی ہیں۔

فائدہ حدیث: اس حدیث کے تحت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ:

الکھول بضمتین جمع الکھل الخ الکھول دوضموں کے ساتھ کہل کی جمع ہے۔ قاموس میں ہے کہ یہ تیس یا چونتیس سال سے اکیاون (۵۱) سال تک کا درمیانی عرصہ ہے۔ پس اعتبار کیا جائے گا اس کا کہ جو دنیا میں اس حال میں تھا ورنہ جنت میں ادھیڑ عمر نہ ہو گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **واتوا الیتمی اموالھم** اور یتیموں کو ان کے مال دو۔ (جبکہ بالغ ہونے کے بعد بندہ یتیم نہیں رہتا)..........

اور کہا گیا ہے کہ دونوں (یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سردار مسلمانوں میں سے اس کے جو ادھیڑ عمر میں فوت ہوا۔ پھر جنت میں داخل ہو۔ اس لئے کہ جنت میں ادھیڑ عمر نہیں ہوگی بلکہ جو بھی داخل ہوگا وہ تینتیس (۳۳) سال کا ہوگا۔

من الاولین: حدیث شریف میں من الاولین کا لفظ مذکور ہوا تو اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

ای من اولیاء الامم المتقدمین فیکونان افضل من اصحاب الکھف ومومن ال فرعون ومن الخضر ایضاً علی القول بانه ولی.

یعنی پہلی امتوں کے اولیاء سے بھی۔ پس دونوں افضل ہیں اصحاب کھف یعنی غار والوں اور ال فرمان کے مومن اور خضر سے بھی اس قول کے مطابق کہ وہ ولی ہیں۔

والاخرین: کے تحت لکھتے ہیں۔

ای من اولیاء هذه الامة وعلمائهم وشهدائهم.
یعنی اس امت کے اولیاء علماء اور شہدا سے بھی۔
الاالنبیین والمرسلین : فرماتے ہیں۔
فخرج عیسی علیه السلام وکذا الخضر علی القول بنبوته.
(مرقاۃ المفاتیح جلد 11 ص 315 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)
پس اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نکل گئے اور اس طرح حضرت خضر علیہ السلام اس قول کے مطابق کہ وہ نبی ہیں۔

نوٹ: مراۃ میں مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ ''عورتیں اٹھارہ سالہ ہمیشہ یہی عمر رہے گی کہ وہاں دن رات مہینے سال نہیں گزرتے''۔
(مراۃ جلد 8 ص 385 نعیمی کتب خانہ گجرات)

بہرصورت اس حدیث شریف سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو رہی ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شیخین (یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے انجام سے باخبر تھے بے خبر نہیں۔ بے خبر کہنے والے خود بے خبر ہیں۔

فریاد امتی جو کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو
بندہ مٹ جائے نہ آقا پہ وہ بندہ کیا ہے
بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ مولا کیا ہے

جنتی جوانوں کے سردار کا علم

حدیث نمبر 16. عن ابی سعید (رضی الله تعالیٰ عنه) قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة.

(ترمذی جلد 2 ص 218)

ترجمۂ حدیث: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا حسن اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

تعارف راوی: آپ کا نام سعید بن مالک ہے انصاری خدری ہیں۔ اپنی کنیت میں مشہور ہیں۔ آپ حافظ ہیں بہت احادیث کے راوی۔ بہت صحابہ، تابعین نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایات لیں۔ 74ھ میں وفات ہوئی۔ چوراسی سال عمر پائی۔ جنت البقیع سے باہر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر انور ہے۔ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر کے برابر۔ (اجمال ص 34 / 35)

فائدۂ حدیث: مطلب یہ ہے کہ جو لوگ جوانی میں وفات پا جائیں اور وہ جنتی بھی ہوں تو حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے سردار ہیں اور یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ حسنین کریمین جنتی جوانوں کے تو سردار ہیں خلفائے راشدین وغیرہ کے نہیں جب خلفائے راشدین کے سردار نہیں ہو سکتے تو انبیاء و مرسلین (علیہم السلام) کے بدرجہ اولیٰ نہیں ہو سکتے بلکہ جو بھی ادھیڑ عمر میں وفات پانے والے ہیں ان کے بھی سردار نہیں جیسا کہ سابق حدیث میں گزر چکا ہے کہ ان کے سردار تو ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ عزوجل نے یہ علم عطا فرمایا ہے کہ حسنین کریمین نہ صرف جنتی بلکہ جنتی جوانوں کے بھی سردار ہیں یہ غیب نہیں تو اور کیا ہے کہ قیامت آئے گی حساب و کتاب ہوگا پھر کوئی جنت میں اور کوئی دوزخ میں (اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ فرمائے) جائے گا اور پھر وہاں پر یہ سرداری کس کے حصہ میں آئے گی۔ جس کے حصے میں سرداری آئے گی اس حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا تذکرہ فرما دیا۔

امتی ہو کے نبی کا جو علم مانے نہ
ایسے بدبخت کا ایمان سے رشتہ کیا ہے

ستر ہزار بغیر حساب جنت میں

حدیث نمبر 17. عن ابی هريرة (رضی الله تعالیٰ عنه) ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم قال يدخل من امتی الجنة سبعون الفا بغير حساب فقال رجل يارسول الله ادع الله تعالیٰ ان يجعلنی منهم قال اللهم اجعله منهم ثم قال اخر فقال يارسول الله ادع الله لی ان يجعلنی منهم قال سبقک بها عكاشة. (مسلم جلد 1 ص 116)

ترجمۂ حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار (۷۰۰۰۰) اشخاص بغیر حساب جنت میں داخل ہونگے۔ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دعا فرمایئے کہ اللہ (عزوجل) مجھے ان لوگوں میں کردے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی اے اللہ اس شخص کو ان لوگوں میں سے کردے۔ پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے بھی دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں سے کردے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا عکاشہ تم پر سبقت لے چکا ہے۔

تعارف راوی: اس حدیث شریف کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کا تعارف حدیث نمبر 6 کے تحت گزر چکا ہے۔

فائدۂ حدیث: امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے:

وقد جاء فی صحيح مسلم سبعون الفامع كل واحد منهم الفا.

صحیح مسلم میں یہ بھی آیا ہے کہ ستر ہزار میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار اشخاص ہونگے۔

سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے شخص کے بارے میں یہ نہیں فرمایا کہ تو بھی ان سے ہے جس طرح حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ:

قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: کہا گیا ہے کہ وہ اس مقام و مرتبہ کا اہل نہیں تھا اور نہ ہی ان کی صفت کا اہل تھا بخلاف عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ (ایک وجہ اور بھی ذکر کی ہے لیکن درست نہ ہونے کی وجہ سے سگِ عطار نے وہ نقل نہیں کی)۔

یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نورِ نبوت سے جان لیا ہو کہ تقدیر الٰہی میں یہ شخص ان میں سے نہیں ہے۔ اب اگر اس کی شفاعت قبول کر لیتے تو ہوسکتا تھا کہ ان کو دیکھ کر سب شفاعت کروانے لگتے اور یہ مشیت الٰہی اور منشاء رسالت کے خلاف تھا۔

اس حدیث شریف سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ستر ہزار بغیر حساب کے اور دوسری روایت کے مطابق جس کا ذکر علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا کہ ستر ہزار میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار اور بھی ہونگے نیز عکاشہ کا ان میں داخل ہونا اور دوسرے کا داخل نہ ہونا یہ سب اس ارشاد گرامی سے معلوم ہو رہا ہے اور یہی تو علم غیب ہے۔

اہلِ جنت کی صفوں کی تعداد کا علم

حدیث نمبر 18. عن ابن بریدہ عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اھل الجنۃ عشرون ومائۃ صف ثمانون منھا من ھذہ الامۃ واربعون من سائر الامم. (ترمذی جلد 2 ص 77)

ترجمۂ حدیث: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنتیوں کی ایک سو بیس (۱۲۰) صفیں ہونگی اور ان میں سے اسی (۸۰) صفیں اس امت کی ہونگی اور چالیس صفیں دوسری امتوں کی ہوں گی۔

تعارف راوی: حضرت بُریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ بدر سے پہلے ایمان لائے۔ ایمان لانے کا واقعہ خود بیان فرماتے ہیں کہ جب میں نے سنا کہ قریش نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو گرفتار کرنے کے لئے ایک سو اونٹوں کے انعام کا اعلان کیا ہے تو اتنے

بڑے انعام کے لالچ میں میں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ میرے ساتھ میری قوم بنی سہم کے (۷۰) ستر شہسوار بھی تھے اتفاق سے میری ملاقات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہوگئی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا۔ من انت: تو کون ہے؟ میں نے عرض کیا میں بُریدہ ہوں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا برد امرنا وصلح ہماری مہم کی تپش ٹھنڈی ہوگئی اور حالات درست ہو گئے ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا: ممن انت کس خاندان سے ہو۔
میں نے عرض کیا: اسلم قبیلہ کا ایک فرد ہوں۔
یہ سن کر فرمایا: سلمنا ہم محفوظ ہو گئے۔
پھر پوچھا ممن بنی اسلم کی کون سی شاخ
میں نے عرض کیا من بنی سهم بنی سہم خاندان سے ہوں۔
حضور علیہ السلام نے ابوبکر کو فرمایا خرج سهمک یا ابا بكر۔
اے ابوبکر تیرا تیر نکل آیا ہے۔

بریدہ کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا من انت آپ کون ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ انا محمد بن عبدالله رسول الله۔ میں محمد بن عبداللہ، اللہ کا رسول ہوں۔

اس پیکر نور کی ایک جھلک دیکھتے ہی بریدہ کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ سارے نقاب حقیقت کے روئے زیبا سے اُٹھ گئے۔ بیتابی سے جواب دیا۔ اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبدہ ورسوله۔ بُریدہ اور اس کے ہمراہی تمام کے تمام مشرف با اسلام ہو گئے۔ دستِ اقدس پر اسلام قبول کرنے کے بعد بُریدہ نے اپنے جذبات تشکر و امتنان کا یوں اظہار کیا۔

الحمد لله الذی اسلم بنوسهم طائعين غير مكرهين۔ تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے جس کی مہربانی سے بنوسہم قبیلہ کے لوگ اپنی خوشی سے اسلام لے آئے کسی

مجبوری سے نہیں۔

رات گزر گئی صبح ہوئی تو حضرت بُریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ لاتدخل المدینۃ الا ومعک لواء۔ اے اللہ عزوجل کے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ پرچم لہراتے ہوئے مدینہ طیبہ میں قدم رنجہ فرمائیں۔

انہوں نے اپنا عمامہ کھولا اور نیزے کی انّی کے اوپر اسے باندھا اور یوں جھنڈا لہراتے ہوئے حضور علیہ السلام کے آگے آگے جا رہے تھے جبکہ مدینہ طیبہ کے درودیوار اور اس کی فضائیں ایسے معزز مہمان اور بلند اقبال قائد اور برحق نبی کے راہ میں اپنے دیدہ دل فرش راہ کئے ہوئے تھے۔

بیعت رضوان میں موجود تھے مدینہ منورہ کے باشندے تھے پھر بصرہ چلے گئے۔ وہاں سے خراسان کے جہاد میں گئے وہاں ہی شہید ہوئے یعنی یزید بن معاویہ کے زمانہ میں 62ھ میں مرو میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر شریف ہے۔

فائدۂ حدیث: اس حدیث شریف میں ہے کہ اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہونگی۔ یہ غیب ہے اس امت کی کتنی صفیں ہونگی باقی تمام امتوں کی کتنی صفیں ہونگی یہ بھی غیب ہے اور سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سب کچھ بیان فرما دیا۔ ایسی ہی احادیث سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہر ہر چیز کا بالتفصیل علم ہے اتنا علم ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے علم سے برابری لازم نہیں آتی جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ الرحمٰن ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اللہ عزوجل نے روزِ ازل سے روزِ آخر تک جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے ایک ایک ذرہ کا تفصیلی علم اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا۔ ہزار تاریکیوں میں جو ذرہ یا ریگ کا دانہ پڑا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا علم اس کو محیط ہے، اور فقط علم ہی نہیں بلکہ تمام دنیا بھر اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہے ہیں جیسا اپنی اس ہتھیلی کو، آسمانوں اور زمینوں میں کوئی ذرہ ان کی نگاہ سے مخفی نہیں بلکہ یہ جو کچھ مذکور ہے ان کے علم کے سمندروں میں سے ایک چھوٹی سی نہر

ہے اپنی تمام امت کو اس سے زیادہ پہچانتے ہیں جیسا آدمی اپنے پاس بیٹھنے والے کو، اور فقط پہچانتے ہی نہیں بلکہ ان کے ایک ایک عمل ایک ایک حرکت کو دیکھ رہے ہیں۔ دلوں میں جو خطرہ گزرتا ہے اس سے (بھی) آگاہ ہے اور پھر ان کے علم کے وہ تمام سمندر اور جمیع علوم اولین و آخرین مل کر علم الٰہی سے وہ نسبت نہیں رکھتے جو ایک ذرہ سے قطرہ کو کرور سمندروں سے، وما قدروا اللہ حق قدرہ ظالموں نے اللہ ہی کی قدر نہ پہچانی کہ جو کچھ گزرا اور قیامت تک ہونے والا ہے۔ اس کا علم اس کی عطا سے اس کے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے مانا اور (کچھ ناسمجھ دین سے عاری لوگوں نے) کہہ دیا کہ یہ تو خدا سے برابری ہوگئی مشرک ہوگیا بے ادبو کیا اللہ کا علم اتنا ہی ذرا سا ہے کہ دو حدوں میں محدود ہے یہ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے صدقہ میں اپنے غلاموں کو عطا فرماتے ہیں۔ یہ سب (جو کچھ بیان ہو چکا ہے) آیات کریمہ واحادیثِ صحیحہ واقوال آئمہ وعلماء واولیا سے ثابت جن کی تفصیل ہماری کتابوں الدولۃ المکیہ و انباء المصطفیٰ و خالص الاعتقاد وغیرہ میں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد 15 ص 74 رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر 8، پاکستان 54000)

نیز ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔

اِنَّا اَرۡسَلۡنٰکَ شَاھِداً وَّ مُبَشِّراً وَّنَذِیۡراًo

بے شک ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشی اور ڈر سناتا۔

کہ جو تمہاری تعظیم کرے اُسے فضل عظیم کی بشارت دو اور جو معاذ اللہ بے تعظیمی سے پیش آئے اسے عذاب الیم کا ڈر سناؤ۔ اور جب وہ شاہد و گواہ ہوئے اور شاہد کو مشاہدہ درکار، تو بہت مناسب ہوا کہ امت کے تمام افعال و اقوال و اعمال ان کے سامنے ہوں۔ طبرانی کی حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ھذہ.

بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا اُٹھالی تو میں دیکھ رہا ہوں اُسے اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

(فتاویٰ رضویہ جلد 15 ص 168)

نہ روحِ امیں نہ عرشِ بریں نہ لوحِ مبیں کوئی بھی کہیں
خبر ہی نہیں جو رمزیں کھلیں ازل کی نہاں تمہارے لئے

ادنیٰ درجے کا جنتی

حدیث نمبر 19. عن ثويرة قال سمعت ابن عمر يقول قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم ان ادنى اهل الجنة منزلة لمن ينظر الى جنانه و زوجاته ونعيمه وخدمه و سرره مسيرة الف سنة واكرمهم على الله من ينظر الى وجهه غدوة وعشية ثم قرأ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة. (ترمذی جلد 2 ص 78)

ترجمۂ حدیث: حضرت ثویرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ”مرتبہ کے لحاظ ادنیٰ جنتی وہ شخص ہوگا جو اپنے باغوں، اپنی بیویوں، اپنی نعمتوں، اپنے خدمتگاروں اور اپنی آرام گاہوں کو ایک ہزار برس کی مسافت کے اندر پھیلا ہوا دیکھے گا اور اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے بڑے مرتبہ کا جنتی وہ شخص ہوگا جو صبح و شام دیدارِ الٰہی عزوجل سے مشرف ہوگا۔ اس کے بعد سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اِس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔

وجوه يومئذ ناضرة ۝ الى ربها ناظرة ۝

(پ29 القیمۃ آیت 22،23)

ترجمہ کنزالایمان: کچھ منہ اس دن تروتازہ ہونگے اپنے رب کو دیکھتے۔

تعارف راوی: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس حدیث شریف کے راوی ہیں۔ حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ہیں۔ اپنے والدگرامی کے ساتھ ہی مکہ معظمہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے متبع سنت تھے کہ ایک مرتبہ ایک میدان میں اپنی اونٹنی کو گمایا پوچھنے پر فرمایا کہ صرف اتنی بات جانتا ہوں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی بھی اس جگہ گھومی تھی۔ انتہائی زاہد و عابد تھے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگوں کو دنیا نے اپنی طرف راغب کرلیا سوائے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے۔

حضرت میمول نے فرمایا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسا متقی، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسا عالم نہ دیکھا۔

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک ہزار غلام آزاد کئے۔ ظہورِ نبوت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے۔ 73ھ میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے تین ماہ بعد آپ کا انتقال ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کا سبب یہ ہوا کہ ایک مرتبہ حجاج نے جمعہ کا خطبہ لمبا کر دیا۔ اس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سورج تیرا انتظار نہ کرے گا۔ وہ بولا میں چاہتا ہوں کہ تجھے اندھا کردوں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر تو چاہیے تو ایسا کرسکتا ہے کہ تو ایک احمق یعنی بے وقوف شخص ہے جو ہم پر مسلط کر دیا گیا ہے نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حج میں حجاج سے پہلے ہی عرفہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قیام گاہ میں جا کر ٹھہر جاتے تھے۔ ان وجوہات کی بنا پر حجاج آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کینہ رکھنے لگا۔ اس نے ایک شخص کو کہا کہ وہ زہر میں بجھا ہوا نیزہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاؤں میں چبھودے۔ اس نے زہریلا نیزہ آپ کے تلوے میں چبھودیا اس سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر چوراسی یا چھیاسی برس تھی۔ حجاج نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

فائدۂ حدیث: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اہل جنت کے مراتب سے باخبر ہیں جو کہ قیامت میں حساب کتاب کے بعد اہل جنت کو عطا کئے جائیں گے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جبھی تو بتلا رہے ہیں کہ مرتبہ کے لحاظ سے جو ادنیٰ درجے کا جنتی ہوگا اس کی شان وعظمت یہ کہ وہ اپنے باغات، بیویوں، خدام اور تختوں کو ایک ہزار سال کے پھیلاؤ میں دیکھے گا اور یہ سب غیب ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا۔ نیز ادنیٰ درجہ والے جنتی کے لئے اتنا رقبہ اور اس میں پھیلا ہوا اتنا وسیع سامان ہوگا کہ اس کنارہ سے اس کنارہ تک انسان ایک ہزار سال میں پہنچے۔ یہ تو ادنیٰ درجے کے جنتی کا رقبہ ہے تو اعلیٰ درجہ کے جنتی کا رقبہ وسامان اور اس کا پھیلاؤ کتنا وسیع ہوگا اور پھر جنت کتنی وسیع ہوگی اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ (امام احمد بن جنبل نے خواب میں دیکھا پوچھا الٰہی کونسی عبادت افضل ہے فرمایا تلاوت قرآن۔ دوسری بار پھر دیکھا پوچھا الٰہی معنی سمجھ کر تلاوت افضل ہے یا بغیر سمجھے بھی فرمایا ہر طرح افضل ہے۔ (اشعتہ اللمعات)

اس حدیث شریف کے آخر میں رویت باری تعالیٰ کا ذکر ہے۔ رویت باری کے بارے میں عقیدہ کیسا رکھنا چاہیے اسے بھی ملاحظہ فرمالیں۔

رؤیت باری تعالیٰ کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ: اہل سنت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو اپنے دیدار سے مشرف فرمائے گا۔

بہار شریعت میں ہے کہ: دنیا کی زندگی میں اللہ عزوجل کا دیدار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خاص ہے اور آخرت میں ہر سنی مسلمان کے لئے ممکن بلکہ واقع۔ رہا قلبی دیدار یا خواب میں یہ دیگر انبیاء علیہم السلام بلکہ اولیاء کے لئے بھی حاصل ہے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں سو بار زیارت ہوئی۔

عقیدہ: اس کا دیدار بلا کیف ہے یعنی دیکھیں گے اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیسے دیکھیں گے۔ جس چیز کو دیکھتے ہیں اس سے کچھ فاصلہ مسافت کا ہوتا ہے نزدیک یا دور وہ دیکھنے والے سے کسی جہت میں ہوتی ہے اُوپر یا نیچے، دہنے یا بائیں۔ آگے یا پیچھے اس کا دیکھنا ان سب

باتوں سے پاک ہوگا۔ پھر رہا یہ کہ کیونکر ہوگا یہی تو کہا جاتا ہے کہ کیونکر کو یہاں دخل نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ جب دیکھیں گے اُس وقت بتا دیں گے۔ اس کی سب باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں تک عقل پہنچتی ہے وہ خدا نہیں اور جو خدا ہے اس تک عقل رسا نہیں۔ (یعنی عقل کی پہنچ نہیں) اور وقت دیدار نگاہ اس کا احاطہ کرے محال ہے۔ (بہار شریعت حصہ اول ص 6-7)

معتزلہ اور خوارج وغیرہ رویتِ باری تعالیٰ کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رؤیت کے لئے جن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، ذاتِ باری تعالیٰ ان سے مبرا ہے۔ اس لئے رؤیت کا تحقق ناممکن ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رؤیت کے لئے دیکھنے والے کا بینا ہونا۔ جس کو دیکھا جا رہا ہے اس کا محسوس ہونا کسی جہت میں پایا جانا نہ زیادہ نزدیک اور نہ زیادہ دور ہونا ضروری ہے اور جب اللہ تعالیٰ جہت سے، محسوس ہونے سے، دوری اور نزدیکی سے پاک ہے تو اس کی رؤیت کیسے متحقق ہو سکتی ہے؟

مذہب حق اہلسنت کی طرف سے ان کو یہ جواب دیا جاتا ہے کہ عالم آخرت کو تم لوگ عالم دنیا پر قیاس کر رہے ہو جو سراسر نادانی ہے۔ ہمارا دعویٰ تو ہے کہ رؤیت باری عزوجل متحقق ہوگی اور ان شرائط کے پائے جانے کے بغیر متحقق ہوگی۔ کیف، جہت اور ثبوت مسافت کے تکلفات کے بغیر آنکھیں رب کریم کا دیدار کریں گی اس پر دلائل حسب ذیل ہیں۔

رؤیت باری عزوجل پر قرآن و حدیث سے دلائل: سورۂ مطففین میں ارشاد فرمایا گیا۔

كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝

(سورۃ المطففین پ30 آیت15)

ترجمہ کنز الایمان: ہاں ہاں بے شک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں۔

اس آیت کریمہ سے اگرچہ ظاہراً یہ ثابت ہو رہا ہے کہ قیامت کے روز کافر اللہ عزوجل کا دیدار نہیں کر سکیں گے۔ لیکن اشارۃً یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ مومنین کو قیامت کے روز اللہ عزوجل کا دیدار ہوگا اگر ایسا نہ ہو تو پھر کفار کہہ سکتے تھے کہ اس آیت میں ہماری ہی کیا تخصیص ہے جس طرح سے ہم دیدار الٰہی عزوجل سے محروم ہیں اے مسلمانوں تم بھی تو

محروم ہو۔ اور یہ بات بھی اپنی جگہ ہے کہ دیدار الٰہی عزوجل کا نہ ہونا محرومی کا باعث ہے جبکہ مومن محروم نہیں رہے گا۔

حدیث شریف: عن عدی بن حاتم قال ، قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم مامنکم من احد الا سیکلمه ربه لیس بینه وبینه ترجمان ولا حجاب یحجبه.

ترجمۂ حدیث: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کا رب کلام کرے گا اس (بندے) کے اور اس (رب عزوجل) کے درمیان نہ کوئی ترجمان ہوگا اور نہ ہی کوئی حجاب۔ جو اس کو دیکھنے سے مانع ہو۔

لذتِ دیدار الٰہی عزوجل: جنتی جب دیدارِ الٰہی عزوجل کریں گے تو کسی اور نعمت کی طرف توجہ کرنا بھی گوارہ نہ کریں گے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم اهل الجنة فی نعیمهم اذ سطح علیهم نور فرفعوا رؤسهم فاذاالرب تبارک وتعالیٰ قد اشرف علیهم من فوقهم وقال السلام علیکم یااهل الجنة و ذلک قوله تعالیٰ سلم قولا من رب رحیم. قال فینظر الیهم وینظرون الیه ولا یلتفتون بشیٔ من النعیم ماداموا ینظرون الیه حتی یحتجب عنهم ویبقی نوره وبرکته فی دیارهم.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب جنتیوں پر نور پھیل جائے گا تو وہ اپنا سر اوپر اُٹھائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر اوپر سے جھانکے گا ارشاد فرمائے گا اے جنتیو! تمہیں سلام ہو۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان سلام قولا من رب رحیم کا یہی معنیٰ ہے فرمایا اللہ تعالیٰ جنتیوں کو دیکھے گا اور جنتی اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے جب تک وہ اس کا دیدار کر رہے ہونگے اس وقت تک وہ کسی اور چیز کی طرف متوجہ نہ ہونگے یہاں تک کہ وہ حجاب میں چلا جائے گا تو اس کا نور اور برکت ان کی جنت میں باقی رہے گا۔ (ابن ماجہ ص 17,16، دار قطنی)

عن جریر بن عبدالله رضی الله تعالیٰ عنه قال کنا عند النبی صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم فنظر الی القمر لیلة فقال انکم سترون ربکم کماترون هذا القمر لا تضامون فی رؤیته فان استطعتم ان لا تغلبوا علی صلوٰة قبل طلوع الشمس وقبل غروبها فافعلوا ثم قرأ فسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب قال اسمعیل افعلوا لا تفوتنکم.

(بخاری جلد 1 ص 81، مسلم جلد 1 ص 228، ترمذی جلد 2 ص 78، ابو داؤد جلد 2 ص 303,302 ابن ماجہ ص 16، مسند امام احمد جلد 5 ص 482، مشکوٰۃ ص 500)

ترجمۂ حدیث: حضرت جرید بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں تھے کہ رات کے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ عنقریب تم اپنے رب کو دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھتے ہو۔ اور اُسے دیکھنے میں کوئی دقت محسوس نہیں کرو گے اگر تم سے ہو سکے کہ سورج طلوع ہونے سے پہلی نماز اور غروب ہونے سے پہلی سے مغلوب نہ ہو۔ تو ایسا کرو پھر یہ پڑھا پاکی بیان کر اپنے رب کی تعریف کے ساتھ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے۔ اسماعیل نے فرمایا ایسا کرو اور انہیں فوت نہ ہونے دو۔

عن ابی ذر قال سالت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم هل رأیت ربک قال نورانی اراه.

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کیا آپ نے رب کو دیکھا۔ فرمایا۔ میں نے اسے دیکھا ہے نور والا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں میں حدیث ابن عباس کا معتقد ہوں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو اسی آنکھ سے دیکھا۔ یہاں تک فرماتے رہے کہ امام احمد کی سانس ٹوٹ گئی۔

حضرت عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں حق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پروردگار کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا اور جمہور صحابہ اسی پر ہیں

ورنہ دل کی آنکھ سے دیدار تو تمام حالتوں میں تھا۔

قرآن کریم میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا۔

وما جعلنا الرویا التی ارینا ک الا فتنة للناس.

(سورۂ بنی اسرائیل پ15 آیت 60)

ترجمہ: اور ہم نے کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا مگر لوگوں کی آزمائش۔

لفظ رؤیا ایسا لفظ ہے کہ جو دیدارِ عینی اور دیدارِ منامی دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

یہاں پر رؤیا سے مراد دیدارِ عینی ہے اس کی وجہ یہ ہے اس آیت کریمہ میں لفظِ فتنۃ للناس اس بات پر قرینہ ہے کیونکہ اگر دیدار منامی ہوتو پھر فتنہ یعنی آزمائش نہیں ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا:

ھی رؤیا عین اریھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وسلم لیلة اُسری به.

ترجمہ: وہ رؤیت عینی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شب اسریٰ دیکھائی گئی

مازاغ البصر وما طغیٰ O لقدرا من آیات ربه الکبریٰ O

(النجم: آیت 17-18)

ترجمہ کنزالایمان: آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔ بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

بصر بھی دیداد عینی کے لئے آتا ہے اور رؤیت بھی جب مطلق ہوتو المطلق یجری علی اطلاقہ کے تحت اس سے دیدارِ عینی ہی مراد ہوتا ہے۔ جب تک اس کے خلاف کوئی قرینہ نہ ہو۔

رؤیت باری تعالیٰ کے حوالے سے راقم کے انتہائی مشفق استاد شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا مفتی علی احمد سندھیلوی صاحب دامت برکاتھم العالیہ نے ایک استفتاء کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:

قرآن کریم اور احادیث نبوی اور اجماعِ صحابہ اور تابعین سے یہ امر ثابت ہے کہ

اہل ایمان جنت میں خداوند قدوس کے دیدار سے مشرف ہونگے جس طرح اللہ تعالیٰ بندوں کو دیکھتا ہے اور خود مکان اور جہت سے منزہ ہے اور بندے مکان اور جہت میں ہیں اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ کو اس طرح دیکھیں کہ بندے تو کسی خاص جہت و مکان میں ہوں اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ کو اس طرح دیکھیں کہ بندے تو کسی خاص جہت و مکان میں ہوں اور باری تعالیٰ مکان اور سمت سے برتر ہو۔ رؤیت کے لئے جو شرطیں بیان کی گئی ہیں کہ وہ مرئی (یعنی دکھائی دینے والا) جسم ہو اور کسی مکان اور کسی جہت میں ہو۔ تو یہ شرطیں رؤیت کی شروط عادیہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہوسکتا ہے اور بارہا ہوتا ہے کہ رؤیت کی تمام شرطیں موجود و متحقق ہیں مگر رؤیت کا تحقق نہیں ہے اسی طرح یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بعض اشیاء کو بغیر شروطِ عادیہ کے دیکھ لیا جائے۔ بلی اندھیری رات میں چوہے کو دیکھ لیتی ہے ہم نہیں دیکھ سکتے۔ آسیب زدہ جنّوں کو دیکھ لیتا۔ ہے اور ان سے باتیں کرتا ہے اور ہم نہیں دیکھ پاتے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جبرائیل امینؑ کو دیکھتے اور ان سے باتیں کرتے مگر حاضرین مجلس جبرائیل امین کو دیکھنے سے محروم رہتے تھے۔ لہٰذا جس طرح شروط رؤیت کے ساتھ بھی رؤیت کا تحقق ضروری نہیں اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ شروط منتفی ہوں اور رؤیت کا تحقق ہو جائے جس طرح آج اللہ تعالیٰ کو دل کی آنکھ سے بے کیف دیکھتے ہیں قیامت کے دن سر کی آنکھوں سے بے کیف دیکھیں گے۔ جیسے مکان کو بغیر مکان کے جہت کو بغیر جہت کے دیکھتے ہیں۔ حالانکہ مکان کسی مکان میں نہیں اور جہت کسی جہت میں نہیں ورنہ تسلسل مستحیل لازم آئے گا۔ جس طرح آنکھ دیکھتی ہے اور زبان بولتی ہے اور کان سنتا ہے کان بولتا نہیں اور زبان دیکھتی نہیں اور آنکھ بولتی نہیں مگر آخرت میں ہاتھوں وغیرہ کا بولنا نصِ قرآنی سے ثابت ہے اسی طرح دنیا میں دنیاوی آنکھیں رؤیت سے عاجز ہیں مگر آخرت میں احکام بدل جائیں گے اور آنکھوں میں ایسی قوت رکھ دی جائے گی کہ وہ مشاہدہ کر سکے اس دنیا میں بھی مکان اور زبان کے بدلنے سے احکام اور تاثیرات بدل

جاتی ہیں۔ غروب آفتاب سے تقریباً آدھ گھنٹہ پہلے سورج کو آنکھ کھول کر دیکھ سکتے ہیں۔ دوپہر کو نہیں۔ ہموار زمین پر چیز جلد پک جاتی ہے پہاڑ پر دیر سے پکتی ہے وہ پوری طرح نہیں پکتی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کو اس دنیا میں نہیں دیکھا۔ دوسرے عالم میں دیکھا اسی طرح جنت بھی ایک عالم ہے جہاں جنتی اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ رؤیت باری تعالیٰ عقلاً ممکن ہے اور مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے وقوع کی خبر دی ہے تو پھر اس کے وقوع میں کوئی استبعاد (بعد یا دوری) نہیں۔ امکان پر دلائل کثیر آئے ہیں جو شرح العقائد اور عقائد کی دوسری کتب میں مذکور ہیں۔ امکان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ خواہش محالات کے ساتھ وابستہ نہیں ہوتی بلکہ ممکنات کے ساتھ ہوتی ہے لہٰذا حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے کلام کیا بعد کلام کے دیدار کی خواہش پیدا ہوگئی۔ اتنے بڑے اولوالعزم پیغمبر کو خواہش رؤیت ہونا اور پھر اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا اس کے امکان پر دال ہے (یعنی ممکن ہونے پر دلالت کرتی ہے) ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ اعتراض ہوگا کہ انہوں نے ایسا سوال کیا جو ذاتِ باری تعالیٰ کے متعلق ممتنع اور محال ہے تو کیا ان کو یہ خبر نہیں تھی کہ یہ از قبیلِ محال ہے اور پھر اللہ رب العزت نے بھی یہ جواب مرحمت فرمایا۔ لن ترانی یعنی تم مجھے نہیں دیکھ سکو گے یعنی اتنی طاقت تم میں نہیں کہ مجھے دیکھ سکو۔ یہ نہیں فرمایا کہ لن ارانی کہ میرا دیدار محال ہے مجھے دیکھا نہیں جا سکتا۔ پھر قرآن کریم اور احادیث شریفہ سے اس کا صاف ثبوت ہے اور عقلاً اس کا امکان ہے تو پھر اس کا اعتقاد ضروری ہوا مگر معتزلہ، روافض، فلاسفہ اور خوارج رؤیت باری کے منکر ہیں حاصل یہ کہ جب بعض مخلوقات کو بغیر شرط رؤیت کے دیکھا جا سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو بغیر ان شروط کے کیوں نہیں دیکھا جا سکتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ نظامیہ جلد 1 ص 1 تا 4)

نتیجہ: یہ ہے کہ مومنین کو بروز قیامت سر کی آنکھوں سے دیدار الٰہی بلا کیف نصیب ہوگا۔

اللھم ارزقنا زیارۃ وجھک بجاہ حبیبک الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم.

کون کس عذاب کا حامل ہے

حدیث نمبر 20. عن عباس بن عبدالمطلب انه قال یارسول الله هل نفعت ابا طالب بشئ فانه کان یحوطک ویغضب لک قال صلی الله تعالی علیه و آله وسلم نعم هو فی ضحضاح من نار ولولا انا لکان فی الدرک الاسفل من النار. (بخاری جلد 1 ص 548 مسلم جلد 1 ص 115 مسند احمد جلد 1 ص 339)

ترجمۂ حدیث: حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابوطالب کو کوئی نفع پہنچایا۔ بے شک وہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے مدافعت کرتے تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسالم کی خاطر غضب ناک ہوتے تھے۔ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہاں۔ وہ ٹخنوں تک آگ میں ہیں اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ آگ کے آخری طبقہ میں ہوتا۔

تعارف راوی: اس حدیث شریف کے راوی حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ہیں عمر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دو سال بڑے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ نمر و ابن قاسط قبیلہ کی ایک بی بی تھیں۔ آپ ہی وہ پہلی خاتون ہیں کہ جنہوں نے کعبہ معظّمہ کو ریشمی اور اعلیٰ درجہ کے غلاف پہنائے کیونکہ ایک بار حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ گم ہو گئے تھے تو انہوں نے نذر مانی تھی کہ خدایا میرا بچہ مل جائے تو میں کعبہ شریف کو بہترین غلاف پہناؤں گی۔ دور جاہلیت میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خادم کعبہ، حجاج کو زم زم دینے والے اور [illegible] کو آباد کرنے والے تھے جو طواف کرنے آتا اس سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقویٰ وطہارت کا عہد لیتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات کے وقت ستر غلام آزاد کئے واقعہ فیل سے پہلے پیدا ہوئے اٹھاسی سال عمر پائی بارہ (۱۲) رجب جمعہ کے دن 32 ھ کو وفات پائی۔ بقیع میں دفن ہوئے۔ آپ پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے مگر اپنا ایمان ظاہر نہ کرتے تھے بدر

میں کفار جبراً آپ کو اپنے ساتھ لائے تھے حضور علیہ السلام نے اعلان فرمایا تھا کہ کوئی عباس کو قتل نہ کرے وہ مجبوراً لائے گئے ہیں۔ اسی غزوہ میں ابو یسر یعنی کعب بن عمر نے آپ کو قید کرلیا تھا۔ آپ فدیہ دے کر چھوٹے مکہ معظمہ واپس گئے پھر مہاجر ہو کر مدینہ منورہ آئے۔

فائدۂ حدیث: اس حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فرمایا کہ ابو طالب ٹخنوں تک آگ میں ہے یہ بھی غیب ہے اور یہ بھی کہ اگر میں نہ ہوتا تو وہ آگ کے آخری طبقہ میں ہوتا۔ تو گویا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہونا ابو طالب کے لئے فائدہ مند ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو نفع پہنچایا جیسا کہ مذکور ہوا **ھل نفعت ابا طالب بشئ** یعنی کیا آپ نے ابو طالب کو کوئی نفع پہنچایا جواباً ارشاد فرمایا **نعم** یعنی ہاں۔ اس حدیث شریف سے جہاں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے غیب کا علم ثابت ہو رہا ہے وہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نافع ہونا بھی معلوم ہوا اور یہ بھی ایک مستقل بحث ہے کہ کوئی نافع ہوسکتا ہے کہ نہیں۔ اختصار کے ساتھ یہ بھی آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں ملاحظہ فرمالیں لیکن اس سے پہلے کہ اس حوالے سے کچھ عرض کروں یہ بات ذہن نشین فرمالیں کہ کتاب کے بعض حصے پر ایمان رکھنا اور بعض کا انکار کرنا یہ یہودیوں کا کام ہے کسی مسلمان کا یہ شیوہ نہیں ہوسکتا۔ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض فما جزاء من یفعل ذلک منکم الا خزی فی الحیوۃ الدنیا ویوم القیمۃ یردون الی اشد العذاب وما اللہ بغافل عما تعملون۔ (البقرۃ آیت نمبر 85)

ترجمہ کنز الایمان: تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو تو جو تم میں ایسا کرے اس کا بدلہ کیا ہے مگر یہ کہ دنیا میں رسوا ہو اور قیامت میں سخت تر عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے اور اللہ تمہارے کوتکوں (عملوں) سے بے خبر نہیں۔

اب اس تمہید کے بعد ملاحظہ فرمائیں نفع ونقصان کے متعلق آیاتِ مقدسہ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضراً الا ماشاء اللہ۔

(الاعراف: آیت 188 پ9)

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ میں اپنی جان بھلے بُرے کا خودمختار نہیں مگر جو اللہ چاہیے۔

قل لا املک لنفسی ضرا و لا نفعا الا ماشاء اللہ۔

(یونس: آیت 49 پ 11)

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ میں اپنی جان کے بُرے بھلے کا (ذاتی) اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے۔

قل انی لا املک لکم ضرا و لا رشداo (الجن آیت: 21 پ 29)

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ میں تمہارے کسی بُرے بھلے کا مالک نہیں۔

فلو کانت قریۃ امنت فنفعھا ایمانھا الا قوم یونس۔

(یونس پ 11 آیت 98)

پس کیوں ایسا نہ ہوا کوئی بستی ایمان لاتی تو نفع دیتا اسے اس کا ایمان (کسی سے ایسا نہ ہوا) بجز قوم یونس کے۔

اویذکر فتنفعہ الذکریo (عبس: پ 30 آیت: 4)

یا وہ غوروفکر کرتا تو نفع پہنچاتی اسے یہ نصیحت۔

والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس۔

(البقرۃ پ 2 آیت 164)

اور کشتی کہ دریا میں چلتی ہے لوگوں کے فائدے کے لئے۔

قال اللہ ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم۔

(المائدہ پ 6 آیت 119)

فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ ہے وہ دن جس میں فائدہ پہنچائے گا سچوں کو ان کا سچ۔

لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا۔ (النساء پ 4 آیت 11)

تم نہیں جانتے کون ان میں سے زیادہ قریب تمہیں نفع پہنچانے میں۔

والانعام خلقھا لکم فیھا دفأ ومنافع ومنھا تاکلونo

(النحل پ 14 آیت 5)

اور اس نے جانوروں کو پیدا کیا تمہارے لئے ان میں گرم لباس بھی ہے اور دیگر فائدے ہیں اور انہیں (کا گوشت) تم کھاتے ہو۔

آپ نے ان آیات کو ملاحظہ فرمایا کہ بعض وہ ہیں جن میں ہے کہ کوئی نفع نہیں دے سکتا یہ بھی حق ہے اور بعض ایسی ہیں جن میں نفع دینے کا ثبوت ہے یہ بھی حق ہے بظاہر دیکھنے میں تضاد اور ٹکراؤ نظر آ رہا ہے لیکن حقیقتاً ان میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے۔ اس لئے کہ نفع نہ دینا الگ جہت سے ہے اور نفع دینا الگ جہت سے ہے مطلب یہ ہے کہ ذاتی طور پر اللہ عزوجل کے سوا کوئی نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتا اور جو بھی نفع ونقصان کا مالک ہے تو وہ اللہ عزوجل کی عطا سے ہے۔

فرق ذاتی اور عطائی کا ہے اگر اس فرق کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو ان آیات کا ٹکراؤ ختم نہیں ہو سکتا۔ نیز اس فرق کو ملحوظ رکھنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ یہ اللہ عزوجل کا کلام ہے اگر اس میں ٹکراؤ ہو تو یہ عیب کی بات ہو گی اور اللہ عزوجل ہر عیب سے پاک ہے۔ لہٰذا آیات میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے اور ٹکراؤ ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ وہ خود فرماتا ہے۔

اَفَلاَ یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا۔ (النساء: آیت 82)

ترجمہ کنزالایمان: تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

اس آیت مبارکہ نے واضح فرما دیا کہ قرآن میں کوئی اختلاف وتضاد نہیں ہے۔

الحمد للہ رب العلمین: ہم اہلسنت و جماعت ان آیات کو بھی مانتے ہیں جن کے اندر ہے کہ کوئی نفع ونقصان کا مالک نہیں ذاتی اعتبار سے سوائے اللہ عزوجل کے اور ان آیات کو بھی مانتے ہیں جن میں ہے اللہ کے علاوہ بھی نفع ونقصان دے سکتے ہیں اور یہ عطائی اعتبار سے ہے۔

اب وہ لوگ جو پہلی قسم کی آیات کو تو مانتے ہیں اور دوسری قسم کی آیات کو نظر انداز کر دیتے ہیں ان کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کن لوگوں کی روش کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ یہی ہے

وہ روش جس کو یہود نے اپنایا کہ بعض آیات پر ایمان اور بعض کا انکار۔ اللہ عزوجل ہم کو سب آیات پر ایمان میں ثابت قدم رکھے اور نا ماننے والوں کو ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین۔

نوٹ:- قرآن و حدیث سے تو یہاں تک ثابت ہے کہ جن چیزوں کو اللہ عزوجل کے مقبول بندوں کے ساتھ نسبت ہو جاتی ہے وہ بھی نافع ہو جاتی ہیں۔

قمیص یوسف علیہ السلام کا نافع ہونا: سورہ یوسف میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے نسبت رکھنے والی قمیص نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو نفع پہنچایا چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْراً.

(سورہ یوسف پ 13 آیت 93)

ترجمہ کنزالایمان: میرا یہ کرتا (قمیص) لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

فَلَمَّا اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْراً.

(یوسف آیت 96)

ترجمہ کنزالایمان: پھر جب خوشی سنانے والا آیا اس نے وہ کرتا یعقوب علیہ السلام کے منہ پر ڈالا اسی وقت اس کی آنکھیں پھر آئیں۔

تابوتِ سکینہ کا باعثِ نافع ہونا: ارشاد فرمایا۔

اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ.

(البقرۃ پ 2 آیت 248)

ترجمہ کنزالایمان: کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی۔ اُٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے۔

تابوت صندوق کو کہتے ہیں اس میں انبیاء کرام علیہم السلام کی تصاویر تھیں جو اللہ

تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا وہ چلتا رہا یعنی آدم علیہ السلام پھر حضرت شیث پھر دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام ورثہ در ورثہ چلتا رہا حتی کہ بنی اسرائیل تک پہنچا قوم عمالقہ نے ان پر غلبہ پالیا اور وہ اس صندوق کو لے گئے حالانکہ بنی اسرائیل رب تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلاء ہونے سے پہلے اس صندوق کے ذریعہ سے فتح حاصل کرتے تھے اور جنگ میں اسے اپنے آگے رکھا کرتے اور اس کی طرف سکون حاصل کرتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فیہ سکینۃ نیز اس صندوق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نعلین مبارک، عصا اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ شریف اور کھانے کا ایک قفیز تھا جو بنی اسرائیل پر نازل ہوا تھا اور تختیوں کے ٹکڑے تھے یہی صندوق بنی اسرائیل کے لئے نفع کا سبب بنا جبکہ قوم عمالقہ کیلئے نقصان کا سبب کہ اس کے سبب سے وہ بواسیر اور دیگر امراض میں مبتلاء ہو گئے تو گویا کہ یہ تابوت سکینہ کسی کے لئے نافع ثابت ہوا اور کسی کے لئے باعث نقصان۔

اندھوں اور کوڑھیوں کو نفع پہنچانا: وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ.

(سورۂ ال عمران آیت 49)

ترجمہ کنز الایمان: اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مُردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے۔ مادر ناد اندھوں کو بینا کر دینا اور کوڑھیوں کو شفا دینا نفع نہیں تو اور کیا ہے۔

نفع پہنچانے کے حوالے سے چند آحادیث بھی ملاحظہ فرمالیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

لدغت رجلا منا عقرب ونحن جلوس مع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال رجل یارسول الله ارقی قال من استطاع منکم ان ینفع اخاه فلیفعل۔

(مسلم جلد 2 ص 223)

ترجمہ: ہم میں سے ایک شخص کو بچھو نے ڈنک مار دیا اور ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں دم کروں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا

سکتا ہے تو وہ نفع پہنچائے۔

علم کا نافع ہونا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا:

قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاثة الا من صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعوله. (مسلم جلد 2 ص 41)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''جب انسان فوت ہو جاتا ہے اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے مگر تین عمل (کہ وہ ختم نہیں ہوتے) صدقہ جاریہ، علم نافع، نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہے۔

صدقہ کا نافع ہونا: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔

ان رجلا اتى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم فقال يارسول الله ان امى افتلتت نفسها ولم توص واظنّها لو تكلمت تصدقت افلها اجر ان تصدقت عنها قال نعم. (مسلم جلد 2 ص 41، وجلد 1 ص 324)

ترجمہ: بے شک ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ پس عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میری والدہ کا اچانک انتقال ہو گیا اور مجھے گمان ہے کہ اگر انہیں بولنے کا موقع ملتا تو وہ صدقہ کرتی۔ اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کے لئے اجر ہوگا فرمایا ہاں۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے۔

وفى هذا الحديث جواز الصدقة عن الميت و استحبابها وان ثوابها يصله و ينفعه و ينفع المتصدق ايضاً وهذا كله اجمع عليه المسلمون.

اس حدیث شریف میں میت کی طرف سے صدقہ کا جواز و استحباب (موجود) ہے اور یہ کہ صدقہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور اسے نفع ہوتا ہے اور صدقہ کرنے والے کو بھی نفع ہوتا ہے اور اس تمام پر سب مسلمانوں کا اجماع ہے۔

(مسلم مع نووی جلد 2 ص 41)

دوزخ میں سب سے ہلکے عذاب والا

حدیث نمبر 21. حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه و آله وسلم يقول ان اهون اهل النار عذابا يوم القيمة لرجل يوضع فى اخمص قدميه جمرتان يغلى منهما دماغه۔ (بخاری جلد 2 ص 971، مسلم جلد 1 ص 115، ترمذی جلد 2 ص 373)

ترجمہ: میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا قیامت کے دن دوزخ میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کے پیروں کے تلووں میں دو انگارے ہونگے جن سے اس کا دماغ اس طرح کھول رہا ہوگا جس طرح پیتل کی دیگچی میں پانی کھولتا ہے۔

تعارف راوی: اس حدیث شریف کے راوی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے آپ ہی ہیں کہ جو انصار میں بعد اسلام سب سے پہلے پیدا ہوئے۔ آپ کی عمر آٹھ برس ساتھ ماہ تھی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوگیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی اور والدین بھی صحابی ہیں۔ آپ کوفہ میں رہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں کوفہ کے حاکم رہے پھر حمص کے، پھر آپ نے لوگوں کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت پر رغبت دی اس پر آپ کو 64ھ میں شہید کر دیا گیا۔

فائدۂ حدیث: معلوم ہوا کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو صرف ایک دن نہیں دو دن نہیں دس سال نہیں سو سال نہیں بلکہ سینکڑوں سال بعد ہونے والے معاملہ کا بھی علم ہے یہاں تک کہ فرما دیا کہ قیامت کے دن دوزخ میں سب سے ہلکہ عذاب کون سا ہوگا اور اس میں مبتلا کون ہوگا جیسا کہ دوسری حدیث میں واضح طور پر نام بھی ذکر فرما دیا۔

مسلم شریف میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔

ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال اهون اهل النار عذابا

ابو طالب وهو منتعل بنعلين يغلى منهما دماغه. (مسلم جلد 1)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جہنمیوں سے سب سے ہلکہ عذاب ابو طالب کو ہوگا اس کو آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی جن سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

نوٹ:- اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین موحد تھے مشرک نہ تھے وجہ اس کی یہ ہے کہ ابو طالب کے لئے سب سے ہلکا عذاب ہے اور اس کی وجہ حدیث میں بیان فرما دی گئی کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش وغیرہ کی تو جب پرورش کرنے والے کا عذاب سب سے ہلکا ہے جبکہ پرورش کرنے والے کا قرب و تعلق کم ہوتا ہے بہ نسبت والدین کے تو پھر جس کا تعلق و قرب زیادہ ہوگا اس کو عذاب کیسے ہوگا۔ اس لئے قرب والے کا عذاب سب سے ہلکا ہوتا لیکن جب فرما دیا گیا کہ سب سے ہلکا عذاب فلاں کے لئے ہے تو ماننا پڑے گا کہ قریب والے کے لئے کوئی عذاب نہ ہو۔ تو جب عذاب نہیں ہے تو پھر ان کا موحد ہونا ثابت ہو گیا۔ اس کی تفصیل علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف الرسائل التسع اور مولانا امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن کی تصنیف شمول الاسلام میں دیکھی جا سکتی ہے۔

سب سے آخری جنتی

حدیث نمبر 22. عن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم انى لا علم اخر اهل النار خروجا منها واخر اهل الجنة دخولا الجنة رجل يخرج من النار جبوا فيقول الله تعالىٰ له اذهب فادخل الجنة قال فياتيها فيخيل اليه انها ملاى فيرجع فيقول يارب وجدتها ملاى فيقول الله تعالىٰ له اذهب فادخل الجنة قال فياتيها فيخيل اليه انها ملاى فيرجع فيقول يارب وجدتها ملاى فيقول الله تعالىٰ له اذهب فادخل الجنة فان لك مثل الدنيا وعشرة امثالها اوان لك عشرة امثال الدنيا قال فيقول اتسخر بى

اوتضحک بی وانت الملک قال لقد رایت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم ضحک حتی بدت نواجذه قال فکان یقال ذاک ادنی اهل الجنة منزلة۔ (بخاری جلد 2 ص 972، مسلم جلد 1 ص 105، ترمذی جلد 2 ص 83، ابن ماجہ ص 323، احمد)

نوٹ:- یہ حدیث ابن ماجہ کے الفاظ دوسری کتابوں میں کچھ لفظی اختلاف کے ساتھ منقول ہے۔

ترجمۂ حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے اخیر میں دوزخ سے نکلے گا اور سب سے اخیر میں جنت میں جائے گا۔ ایک شخص دوزخ سے منہ کے بل گھسٹتا ہوا نکلے گا اسے اللہ فرمائے گا جا جنت میں داخل ہو جا۔ جنت کے پاس آئے گا تو خیال آئے گا کہ جنت تو بھر چکی ہو گی۔ پس وہ لوٹے گا عرض کرے گا اے میرے رب (عزوجل) وہ تو بھری ہوئی ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا جا جنت میں داخل ہو جا۔ پھر وہ جنت کے پاس آئے گا پھر خیال کرے گا کہ وہ تو بھر چکی ہے پھر لوٹے گا عرض کرے گا اے میرے رب (عزوجل) بے شک وہ تو بھر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جا جنت میں داخل ہو جا۔ تیرے لئے دس دنیا کے برابر جنت میں حصہ ہے۔ تو وہ بندہ عرض کرے گا کیا تو مجھ سے دل لگی فرماتا ہے حالانکہ تو بادشاہ ہے (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہنستے ہوئے دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھیں ظاہر ہوگئی۔ پھر فرمایا یہ وہ شخص ہو گا جسے جنت میں سب سے کم حصہ ملے گا۔

تعارف راوی: اس حدیث شریف کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا تعارف حدیث نمبر 14 میں گزر چکا ہے وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

فائدۂ حدیث: سب سے آخر میں دوزخ سے نکلنے والا اور سب سے آخر میں جنت میں داخل ہونے والا نیز اللہ عزوجل اور اس بندے کے درمیان ہونے والی گفتگو اور پھر دس دنیا کے برابر اس کو جنت میں سے حصہ عطا فرمانا وغیرہ یہ سب غیب نہیں تو اور کیا ہے لیکن یہ

باتیں عشق والوں کو سمجھ آتی ہیں بے عشق کو ایسی احادیث جن میں عظمت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اظہار ہو نظر نہیں آئیں گی۔ اگر کوئی دکھائے بھی تو ضعیف نظر آئیں گی کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

بے عشقِ محمد جو پڑھتے ہیں بخاری
آتا ہے بخار اُن کو بخاری نہیں آتی

دو گروہوں میں صلح کرانے والا

حدیث نمبر 23. **قال الحسن ولقد سمعت ابابکرة قال بینا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یخطب جاء الحسن فقال ابنی ھذا سیدو لعل اللہ ان یصلح بین فئتین من المسلمین.**

(بخاری جلد2 ص 1053، ترمذی جلد2 ص 218، نسائی جلد1 ص 208، ابو داؤد جلد2 ص 293)

ترجمۂ حدیث: حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابوبکرہ کو سنا انہوں نے فرمایا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرا یہ بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے گا۔

تعارف راوی: اس حدیث شریف کے راوی حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نقیع ابن حارث ابن کلدہ ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثقفی ہیں غزوہ طائف کے موقع پر ایک کنویں کی رسی کے ذریعے جسے عربی میں بکرہ کہتے ہیں لٹک کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم ابوبکرہ (یعنی رسی والے) ہو۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلام تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں آزاد کیا۔ بصرہ میں قیام رہا اور وہاں ہی 49ھ میں وفات ہوئی۔

فائدۂ حدیث: مفتی احمد یار خان نعیمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ اس فرمان عالی میں اس واقع کی طرف اشارہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانے میں پیش آیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر چالیس ہزار آدمیوں نے موت پر بیعت کر لی تھی قلت اور ڈر سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاک تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کی تیاری تھی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں سلطنت سے دستبرداری کر لی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض ساتھیوں پر یہ بات گراں گزری حتیٰ کہ کسی نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اے مسلمانوں کی عار (شرمندگی) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ عار، نار سے بہتر ہے۔ صرف اس خیال سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کام کیا کہ نانا جان کی امت میں قتل وخون نہ ہو۔ ان دونوں جماعتوں کو مسلمان فرمانے میں یہ بتایا گیا کہ امیر معاویہ اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں اور ان دونوں کی جماعتیں مسلمان ہونگی۔ بغاوت اسلام سے نہیں نکال دیتی۔ اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ باغی کی گواہی قبول ہے۔ باغی کی طرف سے قصاص قبول کرنا جائز ہے۔ ان کے قاضی کے فیصلے نافذ ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب بخشا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آنے والے واقعہ کی خبر اس وضاحت سے دی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس صلح سے راضی اور خوش ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ دستبرداری صحیح ہے جب دستبرداری درست ہے تو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سلطنت بھی درست ہے۔ (مراۃ جلد 8 ص 461,460)

منافق کی موت کا علم

حدیث نمبر 24. عن جابر ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه و آله وسلم قدم من سفر فلما كان قرب المدينة هاجت ريح شديدة تكادان تدفن الراكب فزعم ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه و آله وسلم قال بعثت هذه الريح لموت منافق فلما قدم المدينة فاذ منافق عظيم من المنافقين قدمات.

ترجمۂ حدیث: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک سفر سے آئے جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو بڑے زور سے آندھی چلی کہ سوار زمین میں دھنسنے کے قریب ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ آندھی کسی منافق کی موت کے لئے بھیجی گئی ہے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ پہنچے تو منافقوں میں سے ایک بہت بڑا منافق مر چکا تھا۔

(مسلم جلد 2 ص 370)

تعارف راوی: اس حدیث شریف کے راوی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ ہے انصاری ہیں بہت احادیث آپ سے مروی ہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدر وغیرہ اٹھارہ غزوات میں شریک ہوئے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد شام اور مصر میں گئے آخر نابینا ہو گئے تھے۔ آپ کی عمر 94 برس ہوئی۔ 74ھ میں مدینہ شریف میں وفات پائی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کے آخری صحابی ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات سے زمینِ مدینہ صحابی سے خالی ہو گئی۔

فائدۂ حدیث: سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مدینہ شریف میں داخل ہونے سے پہلے منافق کی موت کے بارے میں فرمانا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خداداد علم کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ نیز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان اس نظریہ کی عکاسی کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہے اور صحابہ کرام کا آگے سے انکار نہ کرنا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ تو مدینہ سے باہر ہیں۔ مدینہ میں کیا ہوا آپ کو کیا معلوم۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ صحابہ کرام کا بھی وہی نظریہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہے اور الحمد للہ رب العلمین اہلسنت وجماعت کا بھی یہی نظریہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو غیب کے علم کی دولت سے نوازہ ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم پر اعتراض کرنا منافقین کا طریقہ ہے جیسا کہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی پانی پتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر مظہری میں لکھا ہے۔

قال سدی قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم عرضت
علی امتی فی صورها فی الطین کما عرضت علی ادم واعلمت من یومن بی
ومن یکفر فبلغ ذلک المنافقین فقالوا استهزاءً زعم محمد انه یعلم من یؤمن به
ومن یکفر ممن یخلق بعد ونحن معه وما یعرفنا فبلغ ذلک رسول الله صلی
الله تعالیٰ علیه و آله وسلم فقام علی المنبر فحمد الله واثنیٰ علیه ثم قال ما بال
اقوام طعنوا فی علمی لاتسئلونی عن شیء فیما بینکم وبین الساعة الانباتکم به
فقام عبدالله بن حذافة السهمی فقال من ابی یارسول الله فقال حذافة فقام
عمر فقال یارسول رضینا بالله ربا وبالاسلام دینا وبالقرآن اماما وبک نبیا
فاعف عنا عفا الله عنه فقال النبی صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم فهل انتم
منتهون هل انتم منتهون ثم نزل عن المنبر . (تفسیر مظهری جلد2ص 185)

ترجمۂ حدیث: سدی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا
میری امت مجھ پر اپنی مٹی کی صورتوں میں پیش کی گئی جس طرح آدم (علیہ السلام) پر پیش کی
گئی اور میں نے جان لیا اس کو بھی جو مجھ پر ایمان لائے گا اور اس کو بھی جو ایمان نہیں لائے
گا۔ یہ بات منافقین تک پہنچی تو استہزاء کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کہتے ہیں کہ وہ
بعد میں پیدا ہونے والوں کو بھی جانتے ہیں کہ کون ان پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔
حالانکہ ہم ان کے ساتھ رہتے ہیں اور ہمیں نہیں جانتے۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وسلم تک پہنچی۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے پس اللہ تعالیٰ کی
حمدوثناء کی۔ پھر فرمایا ان قوموں کا کیا ہے جو میرے علم میں طعن کرتے ہیں۔ نہیں سوال کرو
کہ تم مجھ سے ان امور کے بارے میں جو تمہارے اور قیامت تک ہیں مگر میں تمہیں اس
بارے میں بتادوں گا۔ پس حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے،
عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میرا باپ کون ہے فرمایا حذافہ۔ پس
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے تو عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
ہم اللہ (عزوجل) کے رب ہونے۔ اسلام کے دین قرآن کے امام، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہیں پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم باز نہیں آؤ گے کیا تم باز نہیں آؤ گے پھر منبر سے نیچے تشریف لائے۔

اللہ عزوجل ہم کو طعن وتشنیہ کرنے والوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

قیامت تک کی ہر شئی کا علم

حدیث نمبر 25. عن حذیفة قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم مقاماً ماترک شیئا یکون فی مقامه ذلک الی قیام الساعة الا حدث به حفظه من حفظه ونسیه من نسیه قد علمه اصحابی هولاء وانه لیکون منه الشی قدنسیة فاراه فاذکره کما یذکر الرجل وجه الرجل اذا غاب عنه ثم اذا راه عرفه۔ (بخاری جلد 2 ص 977، مسلم جلد 2 ص 390، ابوداؤد جلد 2 ص 231)

ترجمۂ حدیث: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے سامنے ایک مقام پر کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت سے لے کر قیامت تک ہر چیز کو بیان فرما دیا جس نے اسے یاد رکھا اس نے یاد رکھا جس نے اسے بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔ اس کو میرے یہ ساتھی جانتے ہیں بعض چیزوں کو میں بھول گیا تھا مگر جب میں نے اسے دیکھا تو وہ یاد آ گئیں۔ جیسے کوئی آدمی کسی کا چہرہ دیکھ کر بھول جاتا ہے اور جب سامنے آتا ہے اسے پہچان لیتا ہے۔

تعارف راوی: اس حدیث شریف کے راوی حضرت حذیفہ ابن یمان ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے عبسی ہیں آپ کے والد کا نام حسیل ہے۔ یمان لقب ہے حضرت حذیفہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صاحب اسرار راز دار ہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بخدا میں اب سے قیامت تک ہونے والے فتنہ کو تمام لوگوں سے زیادہ جاننے والا ہوں اور میرا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہی حال تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے

راز کی وہ باتیں بتائیں جو میرے علاوہ اور کسی کو نہیں بتائیں۔

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے چالیس دن بعد 35ھ میں مدائن میں وفات ہوئی اور اسی جگہ دفن کیے گئے۔

فائدۂ حدیث: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت تک کا علم عطا فرمایا گیا ہے تبھی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قیامت کی خبریں دے رہے ہیں تو آپ غور فرمائیں کہ جس کو قیامت تک آنے والی ہر شئی کا علم ہو تو کیا اس کو کل کی خبر نہ ہوگی۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی تو بہت بلند ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غلام بھی آنے والے حالات سے باخبر ہوتے ہیں تو جن کے غلام باخبر ہوں آقا بے خبر کیسے ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ایک غلام جن کو دنیا یارِ غار، صدیق اور عتیق کے نام سے جانتی ہے یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ زوجہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔

ان ابابكر الصديق كان نحلها جاد عشرين وسقا من ماله بالغابة فلما حضرته الوفاة قال والله يابنية مامن الناس احد احب الى غنى بعدى منك ولا اعز على فقرا بعدى منك وانى كنت نحلتك جاد عشرين وسقا فلو كنت جدتيه واحتزتيه كان لك وانما هو اليوم مال وارث وانما هما اخواك واختاك فاقتسموه على كتاب الله قالت عائشة فقلت ياابت والله لو كان كذا وكذا اتركته انما هى اسماء فمن الاخرى قال ذو بطن ابنة خارجة اراها جارية.

(موطا امام مالک ص 645)

ترجمہ: بے شک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غابہ میں انہیں کھجور کے چند درخت ہبہ کیے جن سے بیس وسق کھجوریں آتی تھیں جب ان کی وفات کا وقت آیا تو فرمایا کہ اے میری بیٹی دوسرا کوئی نہیں جس کا اپنے بعد غنی ہونا مجھے تم سے زیادہ پسند ہو اور اپنے بعد مجھے کسی کی مفلسی تمہاری مفلسی سے زیادہ گراں نہیں۔ میں نے تمہیں کچھ درخت دیئے

تھے جن سے بیس وسق کھجوریں آتی تھیں اگر تم نے ان پر قبضہ کیا ہوتا تو تمہارے ہو جاتے۔ اب وہ میراث کا مال ہے اور تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں پس سارے مال کو اللہ کی کتاب کے مطابق تقسیم کر لینا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں عرض گزار ہوئی ابا جان مال خواہ کتنا ہی زیادہ ہوتا میں چھوڑ دیتی لیکن میری بہن تو صرف حضرت اسماء ہیں دوسری کون ہے؟ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ بنتِ خارجہ کے پیٹ میں ہے اور میرے خیال میں وہ لڑکی ہے۔

اس حدیث کے تحت علامہ مولانا عبدالحکیم اختر شہجہاں پوری لکھتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صاحبزادی یعنی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ ان کی زوجہ محترمہ یعنی حضرت حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ ان کے خیال میں لڑکی ہے اور ان کے ترکہ میں سے اُسے بھی حصہ ملنا چاہیے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ کرامت ہے کہ اس بچے کے متعلق جان لیا کہ یہ لڑکی ہے یا لڑکا جبکہ وہ ابھی اپنی والدہ کے پیٹ میں ہی تھا یہ علم مافی الارحام ہے جو ان پانچ باتوں میں سے ایک ہے جنہیں علوم خمسہ اور مفاتیح الغیب کہا جاتا ہے اس روایت سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ غیوب خمسہ کی ایک شق یعنی علم مافی الارحام سے کچھ حصہ پروردگار عالم نے حضرت ابوبکر صدیق کو بھی مرحمت فرمایا تھا۔ حالانکہ یہ نبی نہیں تھے دریں حالات حضرات انبیاء کرام اور خصوصاً سید الانبیاء والمرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو جو علی قدر مراتب ان غیوب خمسہ سے یقیناً بدرجہ زیادہ حصہ ملا ہوگا۔ چونکہ قرآن و حدیث کے واضح نصوص اس پر قائم ہیں۔ لہذا مسلمانوں کے ناجی گروہ یعنی حضرات اہلسنت و جماعت کا یہی عقیدہ ہے۔

بعض مبتدعین زمانہ جو مسلمانی کا دعویٰ کرنے کے باوجود حضراتِ انبیاء کرام و اولیاء عظام کی عداوت میں مغلوب الحال ہوئے پھرتے ہیں۔ انہیں اہل حق سے اس عقیدے میں اتفاق نہیں بلکہ ان کے نزدیک ایسا عقیدہ رکھنے والا بالاتفاق کافر و مشرک اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ان کے نزدیک اہل حق تو سرے سے مسلمان ہی نہیں رہے

بلکہ مسلمان وہ حضرات ہیں جو ہمہ وقت ایسا کارنامہ دیتے ہوں کہ جس نبی کا کلمہ پڑھیں اس کی توہین وتنقیص کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں بہرحال غیوبِ خمسہ کے متعلق پروردگار عالم نے یوں فرمایا ہے۔

ان اللہ عندہ علم الساعة وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام ط ویعلم ماتدری نفس ماذا تکسب غدا ط وما تدری نفس بای ارض تموت ط ان اللہ علیم خبیر۔
(لقمان آیت 34)

بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم وہ اتارتا ہے بارش اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بے شک اللہ جاننے والا اور بتانے والا ہے۔

اور دوسرے مقام پر خدائے علیم خبیر نے یوں فرمایا ہے۔

وعندہ مفاتیح الغیب لا یعلمھا الاھو ط ویعلم مافی البر والبحر وما تسقط من ورقة الایعلمھا ولاحبة فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین٥

اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں انہیں وہی جانتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے اور جو پتہ گرتا ہے وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر اور خوشک مگر وہ روشن کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

اس مفاتیح الغیب والی آیت میں پروردگار عالم نے بتایا کہ لوح محفوظ میں سب کچھ لکھا ہوا ہے اور لوح محفوظ کے متعلق بتایا کہ وہ چھپی ہوئی چیز نہیں بلکہ مخلوق کے بعض افراد پرظاہر روشن اور بیان کرنے والی ہے۔ جن فرشتوں یا انسانوں کے خاص افراد پردہ ظاہراور روشن ہے یا جن سے وہ بیان کرتی ہے تو انہیں اللہ تعالیٰ کی اجازت سے مندرجات لوح محفوظ کا علم حاصل ہو جاتا ہے یہ اعلام علم کائنات ہے جو پروردگار عالم کی طرف سے بعض محبین کو مرحمت فرما دیا جاتا ہے۔ عارف کامل مولانا روم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی لئے فرمایا ہے۔

لوح محفوظ است پیشِ اولیاء
آنچہ محفوظ است محفوظ از خطا

سورہ لقمان کی مذکورہ بالا آیت متعلقہ غیوب خمسہ کی تفسیر میں فخر سلاطین ہند یعنی سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر رحمتہ اللہ تعالیٰ جنہوں نے امت محمدیہ کے لئے فتاویٰ عالمگیر جیسی عدیم المثال یادگار چھوڑی ان کے استاد حضرت علامہ جیون امیٹھوی رحمتہ اللہ علیہ (التوفی 1130ھ) فرماتے ہیں۔

ولک ان تقول ان علم الساعة هذه الخمسة ان لايعلمها احدا الا الله لكن يجوز ان يعلمها من يشاء من محبيه و اولياء ه بقرينة قوله تعالىٰ ان الله عليم خبير. **(تفسیرات احمدیہ، ص608)**

اورتم کہہ سکتے ہو کہ ان پانچ چیزوں کا علم کسی کو نہیں۔ مگر اللہ کو لیکن یہ جائز ہے کہ وہ اپنے پیاروں اور ولیوں میں سے جس کو چاہے بتا دے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے قرینہ سے کہ اللہ تعالیٰ جاننے والا اور خبیر یعنی بتانے والا ہے۔

مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے برکت پاک و ہند خاتم المحققین سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (التوفی 1052ھ) نے یوں غیب خمسہ کے بارے میں اسلامی عقیدے کی وضاحت فرمائی ہے۔

مراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل ہیچکس اینا را نداند و انہا از امور غیب اند کہ جز خدا کسے آنرا ندا ند مگر آنکہ وے تعالیٰ از خود کسے رابدانا ند بوحی و الہام۔ **(اشعۃ اللمعات جلد اول ص 44)**

مراد یہ ہے کہ بغیر خدا کے بتائے عقل کے زور سے کوئی انہیں نہیں جان سکتا اور یہ غیب کی باتوں سے ہے جنہیں خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ مگر جس کو خود اللہ تعالیٰ ہی وحی یا الہام کے ذریعے بتا دے۔

معلوم ہوا کہ عقل کے زور یا حساب وغیرہ کے ذریعے سے انسان کو ان پانچ چیزوں کا علم نہیں ہوتا لیکن اس بات کی ہرگز کوئی تصریح نہیں ملتی کہ اللہ تعالیٰ ان کا علم کسی کو

مطلقاً دیتا ہی نہیں ہے قرآن مجید اور احادیث مطہرہ کے اندر ایسے بے شمار واقعات موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیاروں کو ان کا علم عطا فرمایا۔ تفصیل کی گنجائش نہیں۔ محض چند ارشادوں پر اکتفاء کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

قربِ قیامت کے وقت حضرت اسرافیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ صور پھونکنے کا حکم دے گا جس کے باعث انہیں قیامت کا علم ہو جائے گا۔ اگرچہ چند لمحے ہی پہلے سہی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے میدانِ بدر میں معرکہ آرائی ہونے سے ایک روز پہلے کفارِ قریش کے سرداروں کے متعلق اپنے اصحاب کو بتایا کہ فلاں اس جگہ گرے گا اور فلاں یہاں پچھاڑا جائے گا۔ اگلے روز اسی طرح ہوا جو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تھا۔ یہ بایِّ ارض تموت کی خبر ہے اور وہ علم اساعۃ کی (یعنی اسرافیل والی) چونکہ زیرِ بحث حدیث علم ما فی الارحام کے متعلق ہے لہٰذا اسی کے متعلق چند اشارے کر کے اس حاشیے کو ختم کرتا ہوں۔ قرآن کریم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کا بیان یوں نقل فرمایا۔

لِاَهَبَ لَكِ غُلٰماً زَكِيًّا تاکہ تجھے پاک بیٹا دے دوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی شکمِ مادر میں بھی نہیں پہنچے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام کو بتا دیا اور ان کی معرفت حضرت مریم کو بھی اسی طرح فرشتے کو اللہ تعالیٰ حضرت سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے متعلق بتایا اور فرشتے کی معرفت حضرت ذکریا علیہ السلام کو۔ اسی طرح حضرت سیدنا اسحاق اور حضرت یعقوب کی بشارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دی گئی۔ مشہور حدیث ہے کہ بچہ جب شکمِ مادر میں چار ماہ کا ہو جاتا ہے تو ایک فرشتہ آ کر اس کی پیشانی پر چار باتیں لکھ جاتا ہے۔ (۱) اس کی عمر (۲) اس کا رزق (۳) جنتی ہے یا جہنمی (۴) لڑکی ہے یا لڑکا

غور فرمایئے کہ اس فرشتے کو اللہ تعالیٰ نے جس بچے کی طرف بھیجا اس کے بارے میں قبل از وقت کیسے اہم ترین امور کا علم دے کر بھیجا اور جواب بھی ان کے بارے میں شک کرے تو کم از کم اُسے مرتے وقت ضروری یقین ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے متعلق حضرت عزرائیل علیہ السلام کو بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ کا علم دیا ہوا ہے یا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ والحکم۔ (موطا امام مالک (مکمل) ترجمہ وتحشیہ ص 647 تا 649)

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

چاہیں تو اشاروں سے اپنے کا یا ہی پلٹ دیں عالم کی
یہ شان ہے خدمت گاروں کی سردار کا عالم کیا ہو گا

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے

حدیث نمبر 26. حضرت ابوزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

صلی بنا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم الفجر وصعد المنبر وخطبنا حتی حضرت الظهر فنزل فصلی ثم صعد المنبر وخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی غربت الشمس فاخبرنا بما کان وبما هو کائن فاعلمنا احفظنا۔ (مسلم جلد 2 ص 390)

ترجمۂ حدیث: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ ظہر آ گئی۔ پس منبر سے اُترے پھر نماز پڑھائی پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے پس ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ عصر آ گئی ۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُتر کر عصر پڑھائی پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے پس ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا تھا سب کی خبر دی تو جو ہم میں سے زیادہ حافظ تھا وہ زیادہ عالم تھا۔

تعارف راوی: اس حدیث شریف کے راوی حضرت عمر بن احطب ہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوزید ہے اسی میں مشہور ہیں انصاری ہیں کئی غزوات میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوئے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے سر پر دست اقدس پھیرا اور حُسن و جمال کی دعا فرمائی۔ سو برس سے زیادہ عمر ہوئی مگر سر اور داڑھی میں صرف چند بال سفید ہوئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت سے صحابہ نے احادیث نقل فرمائیں۔

فائدہ حدیث: اس حدیث شریف میں سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ ہو چکا تھا اور جو کچھ ہونے والا تھا سب کچھ بیان فرما دیا لیکن کچھ لوگوں کے دلوں میں کجی ہوتی ہے جو سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان وعظمت کو دیکھنا پسند نہیں کرتے اور طرح طرح کے حیلے بہانے کرتے ہیں کہ کس طرح سے ایسی بات ثابت نہ ہونے پائے۔ ایسے ہی لوگوں میں سے ایک بدنصیب مولوی عبدالعزیز غیر مقلد بھی ہے جس کا مناظرہ علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہوا اور اس کا انجام کیسا عبرت ناک ہوا۔ علامہ سید احمد سعید صاحب کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ:

علامہ کاظمی صاحب اور غیر مقلد کا مناظرہ: گوجرانوالہ کے مشہور غیر مقلد عالم مولوی عبدالعزیز نے ایک روز صبح صبح آپ کو حاجی محمد ابراہیم کی کمپنی میں بلوایا اور علم غیب کے مسئلہ پر گفتگو شروع کر دی۔ آپ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علمِ غیب کے اثبات پر مندرجہ ذیل آیات پیش کیں۔

علم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الامن ارتضیٰ من رسول.

اللہ تعالیٰ غیب کو جاننے والا ہے اور اپنے غیب کو کسی شخص پر ظاہر نہیں کرتا سوائے ان کے جن سے وہ راضی ہو جائے جو اس کے رسول ہیں۔

وما کان اللہ لیظهره علی الغیب و لکن اللہ یجتبی من رسله من یشاء.

اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ تم کو اپنے غیب پر مطلع کرے لیکن اللہ تعالیٰ اطلاع علی الغیب کے لئے جسے چاہتا ہے پسند کر لیتا ہے۔ جو اس کے رسول ہیں۔

وعلمک مالم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیما.

اللہ تعالیٰ نے وہ تمام چیزیں آپ کو بتلا دیں جو آپ نہ جانتے تھے اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔

ان تین آیتوں کے بعد آپ نے اثباتِ علم غیب کے لئے مندرجہ ذیل احادیث پڑھیں۔

عن عمر قال قام فینار سول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه و آله وسلم مقاماً فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم و اهل النار منازلهم حفظ

ذلک من حفظه ونسیه من نسیة. (بخاری)

حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابتدا آفرینش عالم سے حوادث کی خبریں دینی شروع کیں۔ یہاں تک کہ جنتی جنت میں داخل ہو گئے اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو گئے۔ جس نے اس کو یاد رکھا یاد رکھا اور جس نے بھلا دیا بھلا دیا۔

قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم فعلمت مافی السموت والارض وفی روایة فتجلی لی کل شئ وعرفت.

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے جان لیا جو کچھ تمام آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور ایک روایت میں یوں ہے میرے لئے ہر چیز منکشف ہو گئی اور میں نے اس کو جان لیا۔

ان آیات اور احادیث کو سن کر مولوی عبدالعزیز کہنے لگا فتاویٰ قاضی خان میں ہے جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے غیب کا مدعی ہو وہ کافر ہے۔

آپ نے فرمایا عجب بات ہے میں قرآن وحدیث پیش کرتا ہوں اور تم اس کے مقابلہ میں قاضی خان کے اقوال پیش کرتے ہو اور قول بھی وہ جو قالوا کے ساتھ مقرون ہے اور قاضی خان کی اصطلاح میں مقرر ہے کے قالوا کے ساتھ جو قول ہو وہ ضعیف ہوتا ہے۔
مولوی عبدالعزیز نے کہا تم حنفی ہو فرمایا ہاں کہا حنفیوں کی کتاب شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے۔

ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ماعلمهم الله تعالیٰ احیاناً

انبیاء کو علم غیب نہیں ہوتا مگر ان باتوں کا جو اللہ تعالیٰ انہیں احیاناً بتلا دیتا ہے۔

آپ نے فرمایا یہ عبارت میرے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس عبارت میں اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر جاننے کی نفی ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے علم کا قائل ہوں۔

ثانیاً اس عبارت میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو احیانا علم غیب عطا فرماتا ہے اور احیان حین کی جمع ہے اب میں بتلاتا ہوں کہ ایک حین میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کتنا علم عطا فرمایا ہے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

دستِ قدرت میرے شانوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی فعلمت مافی السموت وما فی الارض۔

پس میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔

غور کرو جب ایک حین میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم کا یہ عالم ہے تو احیان میں ان کے علم کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ مولوی عبدالعزیز نے کہا دکھاؤ یہ حدیث کہاں ہے آپ نے انہیں کی کتابوں میں سے مشکوٰۃ شریف میں سے یہ حدیث نکال کر پیش کی۔ کہنے لگا مشکوٰۃ بے سند کتاب ہے میں اس کو نہیں مانتا۔ ترمذی میں دکھاؤ آپ نے بسم اللہ پڑھ کر ترمذی شریف کھولی تو سامنے سورہ ص کی تفسیر میں وہی حدیث نکل آئی۔ جب مولوی عبدالعزیز کو یہ حدیث دکھائی تو وہ غصے میں آگ بگولہ ہوگیا اور طیش میں آکر کتاب کو پھینک دیا۔ جیسے ہی مولوی عبدالعزیز نے ترمذی شریف اُٹھا کر پھینکی حضرت کی آنکھوں میں آنسوں آگئے اور فرمایا۔ تو گستاخ اور بے ادب ہے اب میں تجھ سے مناظرہ نہیں کرتا مباہلہ کروں گا چنانچہ دونوں نے یہ الفاظ کہے اگر میرا مقابل حق پر ہو اور میں باطل پر ہوں تو میں ایک سال کے اندر خدا کے قہر وغضب میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جاؤں اور اگر میں حق پر ہوں تو میرا مقابل خدا کے عذاب میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جائے مباہلہ کرنے کے بعد آپ وہاں سے واپس تشریف لے آئے۔

مولوی عبدالعزیز جب گوجرانوالہ پہنچا اور صبح کی نماز کے بعد قرآن مجید کا درس دینے کے لئے بیٹھے اور بولنا چاہا تو الفاظ منہ سے نہ نکلے زبان باہر نکل آئی کافی دنوں تک علاج کی کوشش کی گئی لیکن ڈاکٹروں نے یہ کہہ دیا کہ کوئی مرض ہو تو اس کا علاج کیا جائے یہ تو عذاب الٰہی ہے بالآخر سال پورا ہونے سے پہلے ہی وہ عذاب الٰہی میں مبتلاء ہو کر ہلاک ہوگیا۔

(مقالات کاظمی حصہ اول ص 18 تا 20)

ایسے نہ جانے کتنے لوگ عبرتناک انجام سے دوچار ہوئے ہونگے۔

اللھم احفظنا منھم بجاہ حبیبک الکریم افضل الصلوٰۃ والتسلیم

قیصر و کسریٰ کے خزانوں کا راہ خدا میں خرچ کرنا

حدیث نمبر 27. عن ابی هريرة (رضی الله تعالیٰ عنه) قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم قدمات کسریٰ فلا کسریٰ بعده و اذا هلک قیصر فلا قیصر بعده والذی نفسی بیده لتنفقن کنوزهما فی سبیل الله.

(مسلم جلد2 ص 396)

ترجمۂ حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تحقیق کسریٰ مر گیا۔ پس اس کے بعد کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد قیصر نہ ہوگا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے تم ضرور ان دونوں کے خزانوں کو اللہ (عزوجل) کے راستے میں خرچ کرو گے۔

تعارف راوی: اس حدیث شریف کے راوی بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کا تعارف حدیث نمبر 6 کے تحت گزر چکا ہے۔

فائدۂ حدیث: اس حدیث شریف میں آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خبر دینا کہ کسریٰ مر گیا اس کے بعد کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد قیصر نہیں ہوگا اور تم ان کے خزانوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو گے ان سب کا تعلق غیب سے ہے نیز یہ بھی کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قسم اٹھا کر فرما رہے ہیں۔ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قسم کے بغیر بھی فرمادیں تو ایمان والے تو اس کا بھی انکار نہیں کر سکتے چہ جائیکہ ایک بات قسم کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہو تو اس کا انکار کر دیا جائے کہ غیب تو اللہ ہی جانتا ہے کوئی اور اللہ کی عطا سے بھی نہیں جان سکتا اور جب اپنی باری آتی ہے تو صرف دنیا کی حد تک محدود خبریں نہیں دیتے بلکہ اخروی خبریں تک دے دیتے ہیں اور قسمیں اٹھا کر دیتے ہیں حالانکہ ان کی بات غلط ہو سکتی ہے ان کی قسم جھوٹی ہو سکتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وہ فرمان جو قسم کے بغیر ہو وہ بھی

جھوٹا نہیں ہوسکتا تو جو فرمان قسم کے ساتھ ہو وہ غلط اور جھوٹا کیسے ہوسکتا ہے۔ جیسے کسی نے کہا کہ اشرف علی تھانوی کے پاؤں دھوکر پینا باعثِ نجات ہے اب یہ خبر اس نے دی ہے جس کا تعلق خود ایسے گروہ کے ساتھ ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ایسی گفتگو کو کفروشرک سے کم نہیں ٹھہراتے.......... اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محفوظ فرمائے۔ علامہ نووی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ:

امام شافعی اور دیگر علماء نے فرمایا ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں عراق میں کسریٰ اور شام میں قیصر تھا اب قیصر و کسریٰ اس طرح نہیں ہونگے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بتلایا ہے کہ ان ملکوں میں اُن کی حکومت ہوگی تو جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا ویسے ہی ہوگیا۔ کسریٰ کی صرف حکومت ہی ختم نہ ہوئی بلکہ صفحہ ہستی سے اس کا نام ونشان ہی مٹ گیا اور اس کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس دعا کے سبب جو ان کے خلاف کی تھی تباہ و برباد ہو گئے اور قیصر شام میں شکست کھا کر دوسرے شہروں میں چلا گیا۔ پھر مسلمانوں نے اس شہر کو بھی فتح کرلیا اور ان دونوں کے خزانوں کو مسلمانوں نے خرچ کیا۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے میں آگاہ کیا تھا اور یہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ (شرح نووی)

سمندر کی موجوں کی طرح اُمڈ کر آنے والا فتنہ

حدیث نمبر 28. عن حزیفة قال کنا عند عمر فقال ایکم یحفظ حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه و آله وسلم فی الفتنة کما قال قال فقلت انا قال انک لجری و کیف قال قلت سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه و آله وسلم یقول فتنة الرجل فی اهله وماله ونفسه وولده وجاره یکفرها الصیام والصلوٰة والصدقة والامر بالمعروف والنهی عن المنکر فقال عمر لیس هذا ارید انما ارید التی تموج کموج البحر قال فقلت مالک ولهایا امیر المؤمنین ان بینک

وبینھا بابا مغلقا قال افیکسرا لباب ام یفتح قال قلت لابل یکسر قال ذلک احری ان لایغلق ابداقال فقلنا لحذیفة ھل کان عمر یعلم من الباب قال نعم کما یعلم ان دون غداللیلة انی حدثته حدیثا لیس بالا غالیط قال فھبنا ان نسال حذیفة من الباب فقلنا لمسروق سله فساله فقال عمر.

(مسلم جلد 2 ص 391، بخاری جلد 1 ص 75، جلد 1 ص 507، جلد 2 ص 1051، ترمذی جلد 2 ص 50، ابن ماجہ ص 284)

ترجمۂ حدیث: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا تم میں سے فتنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کس کو یاد ہے حضرت حذیفہ نے کہا مجھے یاد ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تم بہت جرأت مند ہو۔ وہ حدیث کس طرح ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مرد کے اہل، مال، اس کی جان، اس کی اولاد اور اس کے پڑوسی میں فتنہ ہے۔ اس کا کفارہ روزے، نماز، صدقہ، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میری یہ مراد نہیں ہے۔ میری مراد تو وہ فتنہ ہے جو سمندر کی موجوں کی طرح اُمڈ آئے گا۔ حضرت حذیفہ نے کہا اے امیر المومنین آپ کو اس فتنہ سے کیا خطرہ ہے آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک مقفل دروازہ ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا اس دروازے کو کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا میں نے کہا نہیں بلکہ توڑا جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا پھر اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ وہ دروازہ کبھی بند نہیں ہوگا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر ہم نے حضرت حذیفہ سے پوچھا، حضرت عمر جانتے تھے کہ دروازے سے کیا مراد ہے انہوں نے کہا ہاں جیسے وہ جانتے تھے کہ صبح کے بعد رات ہے۔ میں نے ان کو ایک حدیث بیان کی جو بجھارت نہیں [illegible]ت۔ پھر ہم حضرت حذیفہ سے یہ پوچھنے سے ڈرے کہ دروازے سے کیا مراد ہے۔ ہم نے [illegible] ت [illegible] تم پوچھو۔ انہوں نے پوچھا تو حضرت حذیفہ نے کہا کہ دروازہ سے مراد خود [illegible] رضی [illegible] عنہ تھے۔

تعارف راوی: اس حدیث شریف کے راوی حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان کا تعارف حدیث نمبر 25 کے تحت گزر چکا ہے۔

فائدۂ حدیث: اس حدیث شریف میں حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک خاص فتنے کے بارے میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھنا جو کہ سمندر کی موجوں کی طرح امڈ کر آنے والا تھا چونکہ صحابہ کرام کو یقین تھا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو فرماتے ہیں وہ ہو کر رہتا ہے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس کی خبر دینا اور دیگر صحابہ کرام کا اس پر انکار نہ کرنا اور ان محدثین کا اس حدیث کو اپنی اپنی تصنیفات میں نقل کر لینا اس بات پر دال ہے کہ سب کا یہی نظریہ تھا کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آنے والے امور سے آگاہ ہیں اور نگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کوئی چیز بھی حجاب نہیں ہے بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کے لئے حجاب نہیں بنتی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے تو بدرجہ اولیٰ نہیں بن سکتی۔

سید محمد یمنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے مادر زاد ولی تھے ایک مرتبہ جب عمر شریف چند سال کی تھی باہر تشریف لائے اور اپنے والد ماجد کی جگہ تشریف رکھی ایک شخص سے کہا لکھ فلان فی الجنۃ یعنی فلاں شخص جنت میں ہے یونہی نام بنام بہت سے اشخاص کو لکھوایا۔ پھر فرمایا لکھ فلان فی النار یعنی فلاں شخص دوزخ میں ہے انہوں نے لکھنے سے ہاتھ روک لیا۔ آپ نے پھر فرمایا۔ انہوں نے نہ لکھا، آپ نے سہ بارہ ارشاد کیا انہوں نے لکھنے سے انکار کر دیا اس پر آپ نے فرمایا انت فی النار تو آگ میں ہے وہ گھبرائے ہوئے ان کے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے فرمایا انت فی النار کہا یا انت فی جہنم عرض کی انت فی النار حضرت نے ارشاد فرمایا میں اس کے کہے کو نہیں بدل سکتا۔ اب تجھے اختیار ہے دنیا کی آگ پسند کر یا آخرت کی۔ عرض کی دنیا کی آگ پسند ہے اس کا جل کر انتقال ہوا۔ حدیث میں آگ کے جلے ہوئے کو بھی شہید فرمایا ہے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ 1 ص 24)

تین قلندر نظام الحق والدین محبوب الٰہی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے

اور کھانا مانگا۔ خدام کو لانے کا حکم فرمایا۔ خادم نے جو کچھ اس وقت موجود تھا ان کے سامنے رکھا۔ ان میں سے ایک نے کھانا اُٹھا کر پھینک دیا اور کہا اچھا کھانا لاؤ حضرت نے اس ناشائستہ حرکت کا کچھ خیال نہ فرمایا خدام کو اس سے اچھا لانے کا حکم فرمایا خادم پہلے سے اچھا لایا انہوں نے پھر پھینک دیا اور اس سے بھی اچھا مانگا حضرت نے اور اچھے کا حکم دیا۔ غرض انہوں نے اس بار بھی پھینک دیا اور اس سے اچھا مانگا اس پر اس قلندر کو اپنے پاس بلایا اور کان میں ارشاد فرمایا کہ یہ کھانا اس مردار بیل سے تو اچھا تھا جو تم نے راستے میں کھایا تھا یہ سنتے ہی قلندر کا حال متغیر ہوا راہ میں انہیں فاقوں کے بعد ایک مرا ہوا بیل جس میں کیڑے پڑ گئے تھے ملا تھا اس کا گوشت کھا کر آئے تھے۔ قلندر حضور کے قدموں میں گرا حضور نے اس کا سر اُٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا اور جو کچھ عطا فرمانا تھا عطا فرما دیا اس وقت وہ وجد میں رقص کرتا اور یہ کہتا تھا میرے سرکار نے مجھے نعمت عطا فرمائی حاضرین نے کہا بے وقوف جو کچھ تجھے ملا وہ حضرت کا عطا کیا ہوا ہے یہاں تک تو تُو بالکل خالی آیا تھا کہا بے وقوف تم ہو۔ اگر میرے مرشد نے مجھ پر نظر نہ کی ہوتی تو حضور کیوں نظر فرماتے یہ اسی نظر کا ذریعہ ہے اس پر حضرت نے کہا یہ سچ کہتا ہے اور فرمایا بھائیو! مُرید ہونا اس سے سیکھو۔ (ایضاً ص 18,17)

عربی بہروپیا: حضرت قبلہ میاں صاحب کا معمول تھا کہ اگر کوئی دیار محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سے متعلقہ شخص آتا تو اس کا خوب احترام کرتے اور مالی اعانت و مدد بھی فرماتے ایک دفعہ ایک تنگدست شخص مالی معاونت کی امید لے کر سرزمین شرقپور شریف میں حاضر ہوا اس نے عربی لب ولہجہ کا روپ دھار لیا کیونکہ اسے علم تھا کہ حضرت عربی کی خوب خدمت کرتے ہیں جب وہ آستانہ پر پہنچا تو وہ گفتگو میں اپنے آپ کو عربی ظاہر کر رہا تھا۔ آپ نے اس کا خوب ادب واحترام کیا اور تواضع کی شرقپور شریف میں دو دن قیام کے بعد اس نے واپس جانے کا خیال کیا تو حضرت نے اس کی خاصی مالی امداد فرمائی اور الوداع کرنے کے لئے اس کے ساتھ گئے ایک جگہ میں رُک کر آپ نے فرمایا دوست اب وہ جگہ آ گئی ہے جہاں تو نے ایک عربی بہروپ بھرنے کا قصد کیا تھا اور پھر عربی کی شکل میں میرے پاس پہنچے اب تم اپنی اصل حالت میں واپس اپنے گھر جاؤ تمہارا مقصد تو پورا ہو چکا ہے۔ ہم

بھی واپس لوٹتے ہیں۔ (چشمۂ فیض شیر ربانی ص 218.219)

دل کا راز معلوم کرنا: اولیاء اپنے خدام کے دلوں کے راز سے آگاہ ہوتے ہیں اور بعض اوقات اس کا اظہار بھی کر دیتے ہیں۔ حاجی فتح محمد صاحب کا بیان ہے کہ وہ اکثر شرقپور شریف میں حاضری دیا کرتا تھا ایک مرتبہ جب گھر سے روانہ ہونے لگا تو دل میں خیال کیا کہ مجھ پر قرض ہے اس بارے حضرت قبلہ کی خدمت میں عرض کروں گا اور دعا بھی کراؤں گا چنانچہ جب وہ شرقپور شریف میں حاضر ہوا۔ ابھی اپنے دل کے خیال کا اظہار نہیں کیا کہ حضرت قبلہ نے مخاطب ہوکر فرمایا قرض اُتر جائے گا گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ تمہاری نیت صحیح ہے۔ (ایضاً ص 183)

زنا سے حفاظت: سرزمینِ شرقپور شریف میں غلام موسیٰ نامی ایک شخص تھا اس کا تعلق خواجہ برادری سے تھا وہ انجن کی ڈرائیوری کرتا تھا زندگی کا اکثر حصہ اس نے شرقپور شریف سے باہر گزارا اس میں دوسرے عیوب کے علاوہ شراب نوشی فحاشی اور عیاشی کی برائیاں بھی پائی جاتی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ ڈرائیوری کے دوران بھی اس کے پاس شراب کی بوتل اور گلاس ہوتا تھا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ شرقپور شریف میں آیا حضرت قبلہ میاں صاحب نے اسے طلب فرمایا اور اس کی برائیوں اور عادات کے پیش نظر خوب ڈانٹا اس نے آپ کے حضور توبہ کر لی اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد و پیمان کرلیا۔ گھر سے ڈیوٹی کے لئے روانہ ہوا جب لاہور پہنچا تو اس کی عادات بد پھر عود کر آئیں (یعنی لوٹ آئیں) اس نے توبہ اور وعدہ کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے ایک طوائف کے گھر جانے کا پروگرام بنایا جب وہ طوائف کے گھر پہنچا تو سیڑیوں کے آخری زینے پر حضرت قبلہ میاں صاحب کو دیکھا وہ حیرانی کے عالم میں واپس ہو گیا کچھ دیر کے بعد یہ خیال کرتے ہوئے پھر گیا کہ اب تو حضرت تشریف لے گئے ہونگے لیکن اس کے تعجب کی اس وقت کوئی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ حضرت اسی جگہ کھڑے ہوئے ہیں تعجب اور پریشانی میں ڈوب کر وہ واپس ہو گیا۔ رات کے بارہ بج چکے تھے اس نے خیال کیا اب تو حضرت قبلہ یقینی طور پر تشریف لے گئے ہونگے۔ اس لئے جانا چاہیے چنانچہ جب وہ طوائف کے گھر پہنچا تو حضرت قبلہ کو

اسی جگہ دیکھ کر شرمندہ ہو کر واپس آ گیا۔

کچھ عرصے کے بعد غلام موسیٰ ڈیوٹی سے واپس شرقپور شریف آیا۔ حضرت قبلہ میاں صاحب کی خدمت میں بھی زیارت کے لئے حاضر ہوا حضرت نے مسکرا کر فرمایا بھئی ہر وقت راکھی بڑی مشکل ہے توبہ کرنی ہے تو سچے دل سے کرو۔ ہر وقت پہرہ کیسے دیا جائے؟ حضرت کے اس ارشاد کے بعد اس نے دل سے توبہ کی اور اس کی زندگی میں انقلاب آ گیا وہ صالح متقی اور صوم وصلوٰۃ کا پابند بن گیا۔

نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

(ایضاً ص 231 تا 232)

یہ ایک ہی شیرِ ربانی نہیں بلکہ نا جانے کتنی ایسی مقدس ہستیاں ہیں جن سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی بلکہ وہ اپنی فراست مومنانہ سے اسے جان لیتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله.

مومن کی فراست سے ڈرو بے شک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

اللہ عزوجل ہمیں ایسے مقدس اور بابرکت حضرات کا باادب بن کر دوسروں کو باادب بنانے اور خود ان کی بے ادبی سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

دریا فرات سے سونے کے پہاڑ کا نکلنا

حدیث نمبر 29. عن ابی هريرة (رضى الله تعالیٰ عنه) ان رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه و آله وسلم قال لا تقوم الساعة حتى يحسر الفرات عن جبل من ذهب يقتتل الناس عليه فيقتل من كل مائة تسعة وتسعون ويقول كل رجل منهم لعلى اكون انا الذى انجو.

(مسلم جلد 2 ص 391، بخاری جلد 2 ص 1054، ترمذی جلد 2 ص 81، ابو داؤد جلد 2 ص 244، ابن ماجہ ص 293)

ترجمۂ حدیث: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک دریائے فرات سے سونے کا پہاڑ نہ نکل آئے جس پر لوگوں کا قتال ہوگا اور ہر سو میں سے ننانوے آدمی مارے جائیں گے اور ان میں سے ہر ایک یہ کہے گا کہ شاید میں ہی وہ شخص ہوں جو نجات پا جائے۔

تعارف راوی: اس حدیث شریف کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ان کا تعارف حدیث نمبر 6 کے تحت گزر چکا ہے۔

فائدۂ حدیث: یہاں پہاڑ سے مراد بے شمار سونا ہے یعنی پہاڑ بھر سونا، ظاہری پہاڑ مراد نہیں۔

اس سونے پر سلطنتیں جنگ کریں گی عوام لڑیں گے غرض کے سونا کیا ہوگا جنگ جدال کی جڑ اور اللہ کا عذاب ہوگا۔ ہر شخص یہی آس لگائے گا کہ شاید یہ سارا مجھے مل جائے۔ چلو قسمت آزمائی کرو اور لوگوں سے لڑو بھڑو۔ (مرآت جلد 7 ص 258)

ایسے محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے اس غیب کی خبر کا ظہور ہو چکا ہو کہ عراق کی زمین سے تیل اور پٹرول نکل رہا ہے جسے آج لوگ الذھب الاسود یعنی کالا سونا کہتے ہیں اور امریکہ برطانیہ وغیرہ ممالک اس سرزمین میں قسمت آزمائی کے لئے اتر چکے ہیں اور جنگ وجدال کر رہے ہیں کہ شاید یہ تیل اور پٹرول ان کے ہاتھ لگ جائے۔ بہرحال لگے یا نہ لگے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چودہ سو سال سے زائد کا عرصہ ہو چکا ہے جب یہ بیان فرمایا اور اب اس کا اظہار ہو رہا ہے۔ یہ غیب نہیں تو اور کیا ہے؟

اللہ عزوجل اس مقدس سرزمین کو شریروں کے شر سے محفوظ فرمائے اور مسلمانان عالم کو مجتمع ہو کر کفری طاغوتی طاقتوں کا مقابلہ کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

امت کا تہتر فرقوں میں بٹنا

حدیث نمبر 30. عن معاوية بن ابی سفيان انه قام فينا فقال الاان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه و آله وسلم قام فينا فقال الاان من قبلكم من اهل الكتاب افترقوا على ثنتين وسبعين ملة وان هذه الملة ستفترق على ثلث وسبعين ثنتان وسبعون فی النار وواحد فی الجنة. وهی الجماعة.

(ابوداؤد جلد 2 ص 283، سنن دارمی جلد 2 ص 314، ترمذی جلد 2 ص 89)

تعارف راوی: اس حدیث شریف کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ مسلمانوں کے ماموں ہیں۔ انہوں نے روایت کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ علیہ قرشی اموی ہیں آپ کی ماں ہند بنت عتبہ ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے مؤلفۃ القلوب میں سے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب وحی تھے بعض مؤرخین نے کہا کہ آپ کاتب وحی نہ تھے بلکہ دوسری تحریریں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے لکھتے تھے۔ آپ سے حضرت عبداللہ ابن عباس اور ابوسعید خدری نے احادیث لیں۔ خلافت فاروقی میں اپنے بھائی یزید ابن ابوسفیان کے بعد شام کے حاکم بنے۔ پھر وفات تک وہاں ہی حاکم رہے 4 سال حکومت کی۔ چار سال خلافت عثمانیہ میں پورے بارہ سال پھر خلافت حیدری اور خلافت امام حسن میں اس طرح بیس سال حکومت کی پھر مستقل سلطان اسلام بنے بیس سال سلطنت کی۔ 41ھ میں امام حسن نے آپ کو خلافت سونپ دی اور خود علیحدہ ہو گئے۔ رجب 60ھ میں وفات ہوئی اور دمشق میں دفن ہوئے۔ آپ کی عمر 78 برس ہوئی۔ وصال کے وقت وصیت کی کہ مجھے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تہبند میں لپیٹا جائے۔ ہونٹوں، ناک نتھنوں اور آنکھوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بال اور ناخن رکھ دینا۔ پھر مجھے ارحم الرحمین کے سپرد کر دینا۔

فائدۂ حدیث: اس حدیث شریف میں خبر دی کہ بنی اسرائیل کے بہتر (۷۲) فرقے ہوئے۔ اس امت کے تہتر (۷۳) فرقے ہونگے اور صرف ایک ہی جنتی ہوگا۔ پھر جنتی کی نشانی کہ وہ جماعت ہے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ۔ یہ سب غیب ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرما دیا۔

جماعت کی وضاحت: حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

فاما الفرقة الناجية فهى اهل السنة والجماعة۔ (غنیۃ الطالبین جلد 1 ص 80)

یعنی فرقۂ ناجیہ تو وہ صرف اہلسنت والجماعت ہے۔

نیز فرمایا۔

فعلى المومن اتباع السنة والجماعة.

مومن پر اہلسنت والجماعت کی اتباع لازم ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔

فلاشك ولا ريب انهم هم اهل السنة والجماعة.

پس کوئی شک وشبہ نہیں کہ بے شک وہ صرف اہلسنت والجماعت ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص 248)

قیامت کے دن سب سے پہلے کون شفاعت کرے گا؟

حدیث نمبر 31. **عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم انا سيد ولد ادم يوم القيمة واول من ينشق عنه القبر واول شافع واول مشفع.** (مسلم جلد2ص 245)

ترجمۂ حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں اور میں ہی وہ پہلا ہوں جس کی قبر کھلے گی اور میں ہی وہ پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور پہلے

میری ہی شفاعت قبول ہوگی۔

تعارف راوی: اس حدیث شریف کے راوی حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کا تعارف حدیث نمبر 6 کے تحت گزر چکا ہے۔

فائدۂ حدیث: مفتی احمد یار خان نعیمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔

قوم کا سید (سردار) وہ ہے جس کی طرف قوم مصیبتوں میں پناہ لے اور وہ ان کی مصیبتیں دفع (دور) کرے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام مخلوق کی پناہ، دافع بلا (مصیبت کو دور کرنے والے)۔ (مرآۃ جلد 8 ص 5,4)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دافع بلا ہونے پر چند روایات آپ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

ہر بلا کا دفع ہر نعمت کا حصول نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے ہوا:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام لاتے ہیں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی بے شک میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صفت توراۃ میں پاتا ہوں۔ اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یقیناً ہم نے تجھے بھیجا گواہ اور اپنی امت کے تمام اقوال وافعال پر مطلع اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اللہ عزوجل اس نبی کو نہ اٹھائے گا یہاں تک کہ لوگ لا الہ الا اللہ کہہ دیں اور اس نبی کے ذریعے سے اندھی آنکھیں اور بہرے کان اور غلاف چڑھے دل کھل جائیں۔ (سنن دارمی جلد 1 ص 14)

اللہ تعالیٰ کا سب کارخانہ سب لینا دینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ہے:

اللہ عزوجل نے حضرت شعیب علیہ السلام کو وحی بھیجی۔

بے شک میں ایک نبی امی کو بھیجنے والا ہوں جس کے ذریعے سے بہرے کان اور غلاف چڑھے دل اور اندھی آنکھیں کھول دوں گا اور اس کے سبب گمراہی کے بعد ہدایت دوں گا۔ اس کے ذریعے سے جہل کے بعد علم دوں گا اس کے وسیلے سے گمنامی کے بعد بلند نامی دوں گا۔ اس کے ذریعے سے ناشناسی کے بعد شناخت دوں گا۔ اس کے واسطے سے کمی

کے بعد کثرت دوں گا۔ اس کے سبب محتاجی کے بعد غنی کردوں گا۔ اس کے وسیلے سے پھوٹ کے بعد یکدلی دوں گا۔ اس کے وسیلے سے پریشان دلوں مختلف خواہشوں متفرق امتوں میں میل کردوں گا۔
(دلائل النبوۃ جلد 1 ص 72)

کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

جب اللہ تعالیٰ نے عرش بنایا اس پر نور کے قلم سے جس کا طول مشرق سے مغرب تک تھا لکھا۔ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ میں انہیں کے واسطے سے لوں گا اور انہیں کے وسیلے سے دوں گا۔ ان کی امت سب امتوں سے افضل ہے اور ان کی امت میں سب سے افضل ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) (کنز العمال)۔

نوٹ:- یہ تینوں احادیث الامن والعلی سے لی گئی ہیں اور یہ صرف نمونہ کے طور پر لکھیں ہیں ورنہ یہ تو پوری کتاب اسی موضوع پر لکھی گئی ہے۔

حدیث مذکور میں کئی طرح سے علم غیب موجود ہے۔

(۱) قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہونا۔

(۲) سب سے پہلے جس کی قبر کھلے گی۔

(۳) سب سے پہلے شفاعت کرنے والے۔

(۴) سب سے پہلے جن کی شفاعت قبول ہوگی۔

یہ سب چیزیں اس حدیث میں بیان فرمائی گئی ہیں۔

قیامت کے دن حمد کا جھنڈا کس کے ہاتھ میں ہوگا؟

حدیث نمبر 32. عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انا سید ولد آدم یوم القیمة ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ ادم فمن سواہ الاتحت لواء ی وانا اول من ینشق عنه الارض ولافخر.
(ترمذی جلد2ص 201,202، ابن ماجه ص 319)

ترجمۂ حدیث: حضرت ابوسعید سے روایت ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں۔ فخریہ نہیں کہتا۔ اور میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا فخریہ نہیں کہتا۔ اس دن کوئی نبی آدم علیہ السلام اور ان کے سوا ایسا نہ ہوگا جو میرے جھنڈے تلے نہ ہو۔ ان میں میں پہلا ہوں جن سے زمین کھلے گی فخریہ نہیں کہتا۔

تعارفِ راوی: اس حدیث کے راوی حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کا تعارف حدیث نمبر 16 کے تحت گزر چکا ہے۔

فائدۂ حدیث: حدیث سابق کی طرح اس حدیث میں بھی چند امور ایسے ہیں جن کا تعلق غیب سے ہے۔ مثلاً

(۱) قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہونا۔

(۲) حمد کا جھنڈا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ہونا۔

(۳) سب کا اس جھنڈے کے نیچے ہونا۔

(۴) سب سے پہلے جس سے زمین کھلے گی۔ یہ سب کچھ غیب ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سینکڑوں سال پہلے بیان فرما چکے ہیں اس کے باوجود بھی اگر کسی کو انکار ہو تو پھر یہی کہہ سکتے ہیں کہ:

عرشِ حق ہے مسندِ رفعت رسول اللہ کی
دیکھنی ہے حشر میں عزت رسول اللہ کی
قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہو گی جب طلعت رسول اللہ کی

غلّہ چوری کرنے والے کا علم

حدیث نمبر 33. عن ابی هریرة قال وکلنی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم بحفظ زکوٰة رمضان فاتانی ات فجعل یحثو من الطعام فاخذته وقلت والله لارفعنک الی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم فقال دعنی فانی محتاج وعلی عیال ولی حاجة شدیدة قال فخلیت عنه فاصبحت فقال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم یا ابا هریرة مافعل اسیرک البارحة قال قلت یارسول الله شکی حاجة شدیده وعیالا فرحمته فخلیت سبیله قال اما انه قد کذبک وسیعود فعرفت انه سیعود لقول رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم انه سیعود فرصدته فجعل یحثو من الطعام فاخذته فقلت لارفعنک الی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم قال دعنی فانی محتاج وعلی عیال لا اعود فرحمته فخلیت سبیله فاصبحت فقال لی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم یا اباهریرة مافعل اسیرک قلت یارسول الله شکی حاجة شدیدة وعیالا فرحمته فخلیت سبیله قال اما انه قدکذبک وسیعود فرصدته الثالثة فجعل یحثو من الطعام فاخذته فقلت لارفعنک الی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم وهذا اخرثلث مرات انک تزعم لا تعود ثم تعود قال دعنی اعلمک کلمات ینفعک الله بها قلت ما هو قال اذا اویت الی فراشک فاقرأ اية الکرسی الله لا اله الا هو الحی القیوم، حتی تختم الایة فانک لن یزال علیک من الله حافظ ولا یقربک شیطان حتی تصبح فخلیت سبیله فاصبحت فقال لی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم مافعل اسیرک البارحة فقلت یارسول الله زعم انه یعلمنی کلمات ینفعنی الله بها فخلیت سبیله قال ماهی قال قال لی اذا اویت الی فراشک فاقرأ اية الکرسی من اولها حتی تختم الایة الله لا اله الا هوا لحی القیوم وقال لی لن

یزال علیک من اللہ حافظ ولا یقربک شیطان حتی تصبح وکانوا احرص شیء علی الخیر فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اما انہ قد صدقک وھو کذوب تعلم من تخاطب منذ ثلث لیال یا ابا ھریرۃ قال لا قال ذاک شیطان. (بخاری جلد1ص 310)

ترجمۂ حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے زکوٰۃ رمضان کی حفاظت پر مقرر فرمایا۔ پس ایک آنے والا آیا اور اناج میں سے لینے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا۔ اللہ کی قسم میں ضرور تمہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا۔ اُس نے کہا میں محتاج ہوں اور میرے بچے ہیں اور مجھے سخت ضرورت ہے۔ پس میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ رات تم نے اپنے قیدی کو کیا کیا؟ عرض گزارا ہوا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اس نے سخت حاجت اور بچوں کی شکایت کی تو مجھے ترس آ گیا لہذا میں نے اسے چھوڑ دیا۔ فرمایا کہ اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا پس میں نے جان لیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے کے مطابق ضرور آئے گا چنانچہ وہ پھر آیا اور اناج میں سے لے جانے لگا تو میں نے اُسے پکڑ لیا۔ کہا کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ضرور لے جاؤں گا کہا کہ مجھے چھوڑ دو۔ میں محتاج اور بال بچے دار ہوں پھر نہیں آؤں گا۔ پس مجھے ترس آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ اے ابوہریرہ اپنے قیدی کا کیا کیا؟ عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس نے سخت حاجت اور بال بچوں کی شکایت کی تو مجھے ترس آ گیا اور اسے چھوڑ دیا۔ فرمایا کہ اس نے تم سے غلط کہا ہے اور وہ پھر آئے گا۔ پس میں تیسری رات اس کا منتظر رہا۔ تو وہ آ کر اناج لینے لگا۔ پس میں نے اُسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے ضرور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کروں گا کیونکہ آج آخری اور تیسری رات ہے تم ہر دفعہ کہتے رہے کہ اب نہیں آؤں گا مگر آتے رہے۔ کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں آپ کو ایسے الفاظ سکھا دیتا ہوں

جو آپ کو نفع دیں گے میں نے کہا وہ کیا ہیں؟ کہا کہ جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی آخر تک پڑھ لیا کرو تو ساری رات تم اللہ کی حفاظت میں رہو گے اور صبح تک شیطان تمہارے نزدیک نہیں آسکے گا۔ پس میں نے اسے چھوڑ دیا صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تم نے اپنے رات کے چور کا کیا بنایا؟ عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس نے مجھے ایسے کلمے سکھانے کا وعدہ کیا جو مجھے اللہ کے پاس فائدہ دیں۔ تو میں نے اُسے چھوڑ دیا فرمایا کہ وہ کیا ہیں؟ عرض گزار ہوا اس نے کہا کہ جب تم بستر پر جاؤ تو اول سے آخر تک آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو۔ تو تم برابر اللہ کی حفاظت میں رہو گے اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا اور وہ حضرات نیک کاموں کے بڑے حریص تھے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بات اس نے سچی کہی ہے جبکہ خود وہ جھوٹا ہے اے ابوہریرہ جانتے ہو یہ تین راتوں تک کون تم سے مخاطب ہوتا رہا؟ عرض گزار ہوئے نہیں۔ فرمایا کہ وہ شیطان تھا۔

تعارف راوی: اس حدیث شریف کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کا تعارف حدیث نمبر 6 کے تحت گزر چکا ہے۔

فائدۂ حدیث: اللہ عزوجل نے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کیسی آنکھ عطا فرمائی کہ کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں رہنے دی جیسا کہ اس کا ایک منظر آپ نے اس حدیث میں ملاحظہ فرمایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چور کا آنا اور صبح کو حضرت ابوہریرہ کے عرض گزار ہونے سے پہلے ہی چور کی خبر دے دینا اور یہ بھی بتا دینا کہ وہ جھوٹا ہے اور آئندہ کے بارے میں فرمانا کہ وہ پھر آئے گا تین مرتبہ ایسے ہی ہوا۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرما دیا ہے تو وہ ضرور آئے گا اسی بنا پر حضرت ابوہریرہ اس کا انتظار فرماتے ہیں یہ سب اس پر دلیل ہے کہ اللہ عزوجل کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو غیب کا علم تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی نظریہ تھا اور الحمد للہ رب العلمین اہلسنت و جماعت بھی اسی نظریہ کے حامل ہیں۔ اللہ عزوجل اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے اسی نظریہ پر قائم و دائم فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

جنتی خوشہ کا ملاحظہ فرمانا

حدیث نمبر 34. عن عبداللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنھما) قال انخسفت الشمس علی عھد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم فصلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم فقام قیاما طویلا نحوامن قرآءۃ سورۃ البقرۃ ثم رکع رکوعا طویلا ثم رفع فقام قیاما طویلا وھودون القیام الاول ثم رکع رکوعا طویلا وھو دون الرکوع الاول ثم سجد ثم قام قیاماً طویلاً وھو دون القیام الاول ثم رکع رکوعاً طویلا وھو دون الرکوع الاول ثم رفع فقام قیاما طویلا وھو دون القیام الاول ثم رکع رکوعا طویلا وھو دون الرکوع الاول ثم سجد ثم انصرف وقد تجلت الشمس فقال ان الشمس والقمرایتان من ایات اللہ لا یخسفان لموت احدولا لحیوتہ فاذا رایتم ذالک فاذکروا اللہ قالوا یارسول اللہ رأیناک تناولت شیافی مقامک ثم رایناک تکعکعت فقال انی رایت الجنۃ وتنا ولت عنقودا ولواخذتہ لاکلتم منہ مابقیت الدنیا ورایت النار فلم ارمنظرا کالیوم قط افظع ورایت اکثر. ھلھا النساء قالوا بم یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قال بکفرھن قیل ایکفرن باللہ قال یکفرن العشیرو یکفرن الاحسان لواحسنت الی احد ھن الدھر کلہ ثم رات منک شیا قالت مارایت منک خیرا قط: (بخاری جلد 1 ص 103، مسلم جلد 1 ص 298، النسائی جلد 1 ص 221، موطا امام مالک 171 تا 174)

ترجمۂ حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنما) سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں سورج کو گرہن لگا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کھڑے ہوئے تو قیام لمبا کیا۔ گویا سورہ بقرہ کی قرأت کے برابر پھر رکوع کیا تو طویل رکوع کیا پھر اُٹھے تو طویل قیام کیا۔ جو پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر طویل رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر سجدہ کیا پھر

کھڑے ہو کر طویل قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر طویل رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم پھر اُٹھے اور طویل قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر طویل رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سجدہ کیا اور فارغ ہو گئے تو سورج روشن ہو چکا تھا۔ فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ جنہیں کسی کی موت یا حیات کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا جب تم یہ چیز دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ ہم نے اس جگہ آپ کو کوئی چیز لیتے دیکھا پھر ہم نے آپ کو پیچھے ہٹتے دیکھا فرمایا کہ میں نے جنت دیکھی تو ایک ٹہنی پکڑ لی اگر میں اسے لے آتا تو تم اس میں سے رہتی دنیا تک کھاتے اور پھر جہنم دکھائی گئی تو میں نے آج جیسا بُرا منظر کبھی نہیں دیکھا تھا اور میں نے دیکھا کہ اس میں زیادہ تر عورتیں ہیں لوگ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کس وجہ سے؟ فرمایا اپنے کفر کے باعث عرض کی گئی کیا وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ فرمایا کہ خاوند کی ناشکری کرتیں اور احسان کا انکار کر دیتی ہیں اگر ان میں سے کسی پر سارے زمانے کے احسان کر دو پھر تم سے کوئی کمی ہو جائے تو کہے گی میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے میرے ساتھ کوئی نیکی کی ہو۔

تعارف راوی: اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں ان کا تعارف حدیث نمبر 3 کے تحت گزر چکے ہیں۔

فائدۂ حدیث: اس حدیث شریف میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جنت و دوزخ کو ملاحظہ فرمانا۔ جنت میں لگی ہوئی ٹہنی کو پکڑ لینا اور یہ فرمانا کہ اگر میں لے آتا تو تم رہتی دنیا تک اس کا پھل کھاتے اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس خوشے پر لگنے والے پھلوں کا بھی علم ہے اور رہتی دنیا تک کتنے لوگ ہونگے جو اس سے کھائیں گے اور یہ سب کا سب غیب ہی تو ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرما دیا۔

سوال: جنت کہاں ہے؟

جواب: جنت ساتویں آسمان کے اوپر ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔

عِنۡدَ سِدۡرَةِ الۡمُنۡتَهٰى ٥ عِنۡدَهَا جَنَّةُ الۡمَاۡوٰى۔ (سورہ نجم آیت 15,14)

ترجمہ کنزالایمان: سدرۃ المنتھی کے پاس۔اس کے پاس جنت الماوٰی ہے۔

(۳۰) تیس کذاب

حدیث نمبر 35. عن ثوبان قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم زوی لی الارض او قال ان ربی زوی لی الارض فاریت مشارقها ومغاربها وان ملک امتی سیبلغ مازوی لی منها واعطیت الکنزین الاحمر والابیض وانی سالت ربی تعالیٰ لامتی ان لا یهلکها بسنة بعامة ولا یسلط علیهم عدوا من سوا انفسهم فیستبیح بیصتهم وان ربی قال لی یامحمد انی اذا قضیت قضاء فانه لا یردولا اهلکهم بسنة بعامة ولا اسلط علیهم عدوا من سوی انفسهم فیستبیح بیفتهم ولواجتمع علیهم من بین اقطارها اوقال باقطارها حتی یکون بعضهم یهلک بعضا ویکون بعضهم یسبی بعضا وانما اخاف علی امتی الائمة المضلین و اذا وضع السیف فی امتی لم یرفع عنها الی یوم القیمة ولا تقوم الساعة حتی تلحق قبائل من امتی بالمشرکین وحتی تعبد قبائل من امتی الاوثان وانه سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النبین لا نبی بعدی ولا تزال طائفة من امتی علی الحق قال ابن عیسی ظاهرین ثم اتفقا لا یضرهم من خالفهم حتی یاتی امر الله تعالیٰ.

(ابوداؤد جلد 2 ص 234، ترمذی جلد 2 ص 45، ابن ماجہ ص 283)

ترجمۂ حدیث: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا ہے یا کہ میرے رب نے زمین کو میرے لئے سمیٹ دیا ہے۔پس اس کی دونوں مشرق اور دونوں مغرب مجھے دکھا دی گئیں ہیں اور میری امت کی حکومت عنقریب وہاں تک پہنچے گی جہاں تک میرے لئے زمین سمیٹ دی گئی ہے اور مجھے سرخ اور سفید (سونے اور چاندی کے) دونوں خزانے عطا فرما دیئے گئے ہیں اور میں نے اپنے رب تعالیٰ سے اپنی امت کے لئے سوال کیا

کہ وہ قحط سالی سے ہلاک نہ ہو۔ ان کے سوا کوئی دشمن ان پر مسلط نہ ہو کہ ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دے۔ میرے رب نے مجھ سے فرمایا اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) جب میں فیصلہ کر لیتا ہوں تو میرا فیصلہ تبدیل نہیں ہوتا۔ میں انہیں قحط سالی سے ہلاک نہیں کروں گا اور نہ ان کے سوا ان پر کسی دشمن کو ایسا مسلط کروں گا کہ ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دے۔ خواہ وہ زمین کے ہر ایک کنارے سے آ کر جمع ہو جائیں لیکن یہ آپس میں ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے۔ اور قیدی بنائیں گے مجھے اپنی امت پر گمراہ کرنے والے نام نہاد رہنماؤں کا ڈر ہے جب میری اُمت میں ایک دفع تلوار چل گئی تو قیامت تک نہیں رُکے گی اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک میری امت کے کچھ قبائل مشرکوں سے نہ مل جائیں اور یہاں تک ہو گا کہ میری امت کے کچھ قبیلے بتوں کی پوجا کرنے لگیں گے۔ اور عنقریب میری امت میں تیس کذاب ہونگے ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ حالانکہ میں سب سے آخری ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور ہمیشہ میری امت میں ایک گروہ حق پر رہے گا ۔ ابن عیسیٰ نے کہا کہ غلبہ کے ساتھ پھر دونوں متفق ہو گئے ۔ ان کے مخالفین انہیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت لے آئے گا۔

تعارف راوی: اس حدیث شریف کے راوی حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے آپ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خرید کر آزاد کر دیا۔ آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال تک سفر وحضر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے پھر شام کی بستی رملہ میں قیام رہا۔ وہاں سے حمص چلے گئے وہاں ہی چون (54) ہجری میں وفات پائی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت لوگوں نے احادیث لیں۔

فائدہ حدیث: سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں کئی اعتبار سے غیب کی باتوں کا بیان فرمایا۔ جیسے:

(۱) میری امت کا ملک وہاں تک پہنچے گا جہاں تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے زمین سمیٹ دی گئی اور زمین تو دونوں مشرق اور دونوں مغرب تک سمیٹ دی گئی تھی۔

آپس میں لڑیں گے باہر سے آ کر کوئی دشمن ان کی جڑ کو نہیں کاٹ سکے گا۔

(۲) امت کو گمراہ کرنے والے نام نہاد رہنماؤں کا ڈر اور آج یہ سب کے سامنے ہے

(۳) کہ جتنا گندم نما جو فروشوں نے امت کو گمراہی کے عمیق گھڑے میں غلط عقائد و نظریات پھیلا کر دھکیل دیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔

(۴) ایک مرتبہ تلوار اگر چل گئی تو پھر نہیں رُکے گی جیسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اور آپ کے بعد یہ تلوار مسلسل چلتی رہی ہے اور چلتی رہے گی۔

(۵) اس امت کے کچھ قبائل کا مشرکوں سے ملنا، اور بتوں کی پوجا پاٹ کرنا۔

(۶) تمیں (۳۰) کذابوں کا ہونا۔

(۷) ایک گروہ کا ہمیشہ حق پر رہنا وغیرہ سب کا تعلق غیب سے ہے جسے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیان فرما چکے ہیں۔

تجھ سے بہت لوگوں کو نفع و نقصان ہوگا

حدیث نمبر 36. عن سعد بن ابی وقاص قال جاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یعودنی وانابمکۃ وھو یکرہ ان یموت بالارض التی ھاجر منھا فقال یرحم اللہ ابن عفراء قلت یارسول اللہ اُوصی بمالی کلہ قال لا قلت فالشطر قال لا قلت فالثلث قال الثلث والثلث کثیر انک ان تدع ورثتک اغنیاء خیر من ان تدعھم عالۃ یتکففون الناس فی ایدیھم وانک مھما انفقت من نفقۃ فانھا صدقۃ حتی اللقمۃ التی ترفعھا الی فی امرأتک وعسی اللہ ان یرفعک فینتفع بک الناس ویضربک اخرون ولم یکن لہ یومئذ الا ابنۃ.

(بخاری جلد 1 ص383، مسلم جلد2 ص40,39، ترمذی جلد2 ص33، ابوداؤد جلد2 ص39)

ترجمۂ حدیث. حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے اور اس وقت میں مکہ

مکرمہ میں تھا آپ اس جگہ مرنا ناپسند فرماتے تھے جہاں سے ہجرت کی اسی لئے فرمایا اللہ تعالیٰ ابن عفراء پر رحم فرمائے میں عرض گزار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیا میں اپنے تمام مال کی وصیت کر دوں؟ فرمایا نہیں۔ عرض کیا نصف کی؟ ارشاد فرمایا نہیں میں نے کہا تہائی کی فرمایا تہائی کا ڈر نہیں۔ لیکن تہائی انتہائی وصیت ہے اگر تم اپنے ورثاء کو مال دار چھوڑ کر جاؤ تو یہ انہیں غریب چھوڑنے سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں اور جو کچھ تم راہِ خدا میں خرچ کرو وہ صدقہ ہے یہاں تک کہ جو لقمہ اُٹھا کر تم اپنی بیوی کے منہ میں دو وہ بھی صدقہ ہے عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں خوش گزران کر دے گا تو کتنے ہی لوگ تم سے نفع اُٹھائیں گے جبکہ بعض لوگ ضرر پائیں گے۔ ان دنوں ان کی صرف ایک ہی صاحبزادی تھی۔

تعارف راوی: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں۔ آپ کی کنیت ابو اسحاق ہے آپ کے والد کا نام یعنی ابو وقاص کا نام مالک بن وھیب ہے۔ آپ قریشی ہیں عشرہ مبشرہ میں سے ہیں پُرانے مومن ہیں۔ سترہ (۱۷) سال کی عمر میں ایمان لائے آپ تیسرے مومن ہیں اور سب سے پہلے کفار پر تیر چلایا۔ تمام غزوات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے۔ مستجاب الدعوات تھے۔ آپ کا لقب مجاب الدعوات تھا۔ آپ کی بدعا سے لوگ بہت ڈرتے تھے چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا کی تھی۔ **اللھم سدد سھم واجب دعوتہ** خدایا سعد کا نشانہ اور دعا کبھی خالی نہ جائے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے اور حضرت زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا کہ تم پر میرے ماں باپ فدا ان کے سوا کسی سے نہ فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات اپنے منزل عقیق میں ہوئی جو مدینہ منورہ سے قریب ہے۔ لوگ میت شریف مدینہ منورہ میں لائے۔ مروان بن حکم نے آپ کا جنازہ پڑھایا کہ اس وقت وہی حاکم مدینہ تھا۔ بقیع شریف میں دفن ہوئے۔ ستر (۷۰) سال سے زیادہ عمر ہوئی 55ھ میں وفات ہوئی۔ عشرہ مبشرہ میں آخری وفات آپ کی ہے۔ آپ کو حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کوفہ کا

حاکم بنایا تھا آپ سے ایک خلقت نے احادیث روایت کیں۔

فائدۂ حدیث: اس ارشاد گرامی میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی جھلک نمایاں نظر آرہی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے ساتھ ساتھ ان اس مرض میں فوت نہ ہونے کو بیان فرما دیا نہ صرف یہ بلکہ بہت سارے لوگ ان سے نفع اُٹھائیں گے اور بہت سارے لوگوں کو نقصان ہوگا۔ جب غلام نفع ونقصان کا باعث ہو سکتے تو آقا کے بارے کیا شک ہوسکتا ہے۔

راہِ خدا میں سمندری سفر کریں گے

حدیث نمبر 37. حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

دخل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه و آله وسلم على بنت ملحان فاتكا عندها ثم ضحك فقالت لم تضحك يارسول الله فقال ناس من امتى يركبون البحر الاحضر فى سبيل الله مثلهم مثل الملوك على اسرة فقالت يارسول الله ادع الله ان يجعلنى منهم قال اللهم اجعلها منهم ثم عاد فضحك فقالت له مثل اومم ذلك فقال لها مثل ذلك فقالت ادع الله ان يجعلنى منهم قال انت من الاولين ولست من الاخرين قال قال انس فتزوجت عبادة بن الصامت فركبت البحر مع بنت قرظة فلما قفلت ركبت دابتها فوقصت بها فسقطت عنها فماتت.

(بخاری جلد 1 ص 403، مسلم جلد 2 ص 142، ترمذی جلد 1 ص 294، نسائی جلد 2 ص 63,62، ابوداؤد جلد 1 ص 344، ابن ماجہ ص 199، موطا امام مالک ص 479، سنن دارمی جلد 2 ص 276)

ترجمۂ حدیث: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر جلوہ افروز ہوئے تو ٹیک لگائی اور سو گئے پھر ہنسے تو انہوں نے دریافت کیا۔ یارسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کو کس چیز نے ہنسایا ہے فرمایا میری امت کے کچھ افراد راہِ خدا میں اس سبز سمندر پر سواری کر رہے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے بادشاہ اپنے تختوں پر بیٹھتے ہیں۔ عرض گزار ہوئیں یارسول اللہ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شمار فرما دے۔ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے دعا کی اے اللہ اسے ان میں شامل فرمالے۔ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) پھر سو گئے اور پھر ہنسے اور پھر اسی طرح پوچھا گیا تو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے پہلے کی طرح جواب دیا۔ انہوں نے التجا کی کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے اس گروہ میں شامل فرمالے۔ فرمایا تمہارا شمار پہلے گروہ میں ہے نا کہ دوسرے میں۔ حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے عبادہ بن صامت سے نکاح کر لیا۔ پھر یہ (حضرت معاویہ کی زوجہ) بنت قرظہ کے ہمراہ بحری سفر میں نکلیں جب واپس لوٹیں تو اپنے جانور پر سوار ہونے لگیں لیکن اس سے گر پڑیں اور جاں بحق ہو گئیں۔

تعارفِ راوی: اس حدیث شریف کے راوی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کا تعارف حدیث نمبر 5 کے تحت گزر چکا ہے۔

فائدۂ حدیث: اس حدیث شریف میں جس طرح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ام حرام بنت ملحان کو فرمایا تھا کہ وہ پہلے گروہ میں سے ہیں کہ جو راہ خدا میں سبز سمندر پر سواری کر رہے ہیں اور حضرت ام حرام کا وصال ویسے ہی ہوا جیسا کہ ارشاد ہوا۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

سرِ عرش پر ہے تیری گزر دل فرش پر تیری نظر
ملکوت ملک میں کوئی شئے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

ہر چیز کو جان لیا

حدیث نمبر 38. عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال احتبس عنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ذات غداۃ عن صلوٰۃ الصبح حتی کدنا فترایا عین الشمس فخرج سریعا فثوب بالصلاۃ فصلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وتجوز فی صلوتہ فلما سلم دعا بصوتہ قال لنا علی مصافکم کما انتم ثم انفتل الینا ثم قال اما انی ساحد ثکم ماحبسنی عنکم الغداۃ انی قمت من اللیل فتوضات وصلیت ما قدرلی فنعست فی صلاتی حتی استثقلت فاذا انا بربی تبارک وتعالی فی احسن صورۃ فقال یامحمد قلت لبیک رب قال فیم یختصم الملاء الاعلی قلت لا ادری قالھا ثلاثا قال فرایتہ وضع کفہ بین کتفی حتی وجدت بردانا ملہ بین ثدلی فتجلی لی کل شئ وعرفت فقال یا محمد قلت لبیک رب قال فیم تختصم الملاء الاعلی قلت فی الکفار ات قال ماھن قلت مشی الاقدام الی الحسنات والجلوس فی المساجد بعد الصلوات و اسباغ الوضو حین الکریھات قال فیم قلت اطعام الطعام ولین الکلام والصلاۃ باللیل والناس نیام قال سل قل اللھم انی اسالک فعل الخیرات وترک المنکرات وحب المساکین وان تغفرو ترحمنی واذا اردت فتنۃ قوم فتوفنی غیر مفتون اسالک حبک وحب من یحبک وحب عمل یقرب الی حبک قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انھا حق فاردسوھا ثم تعمرھاہ قال ابو عیسی ھذا حدیث حسن صحیح سالت محمد بن اسماعیل عن ھذا الحدیث فقال ھذا حدیث حسن صحیح۔

(ترمذی جلد 2 ص 155)

ترجمۂ حدیث: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ایک روز صبح کی نماز کے وقت نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے پاس تشریف لانے

میں دیر ہوگئی حتی کہ قریب تھا کہ ہم سورج کو دیکھا لیتے پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جلدی جلدی تشریف لائے پھر نماز کے لئے تکبیر کہی گئی پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی اور اپنی اس نماز میں اختصار کیا پس جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرا ہمیں بلند آواز سے فرمایا! اپنی صفوں پر ٹھہرے رہو۔ جیسے تم ہو پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے پھر فرمایا کہ میں تمہیں بتلاتا ہوں کہ مجھے تمہارے پاس آنے سے کس چیز نے روکا۔ بے شک میں رات کو اٹھا پس میں نے وضو کیا اور نماز پڑھی جتنی میرے لئے مقدر کی گئی تھی۔ پس مجھے اپنی نماز میں اونگھ آ گئی۔ یہاں تک کہ مجھے بوجھ محسوس ہوا کہ اچانک میں نے اپنے رب تبارک واللہ کو بہت اچھی صورت میں دیکھا تو فرمایا یا محمد میں نے عرض کیا حاضر ہوں اے میرے رب۔ فرمایا مقرب فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں میں نے عرض کیا میں (خود بخود) نہیں جانتا۔ تین مرتبہ کہا۔ فرمایا (نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے) پھر میں نے دیکھا اس (لیعنی اللہ تعالیٰ عزوجل) کو کہ میرے دونوں شانوں کے درمیان اپنے دست قدرت کو (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے) رکھا۔ یہاں تک کہ میں نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک کو اپنے سینے میں پایا۔ تو میرے لئے ہر شئی روشن ہوگئی اور میں نے (ہر شئی کو) جان لیا۔ پھر فرمایا یا محمد میں نے عرض کیا حاضر ہوں اے میرے رب فرمایا مقرب فرشتے کس بات میں جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کفارات میں۔ فرمایا (رب تعالیٰ نے) وہ کیا ہے ۔ میں نے عرض کیا نیک کاموں کی طرف چلنا نمازوں کے بعد مسجدوں میں بیٹھنا ، ناگواری کی حالت میں بھی پورا وضو کرنا فرمایا (اور) کس چیز میں (جھگڑ رہے ہیں) میں نے عرض کیا کھانا کھلانے نرم گفتگو اور رات کو نماز پڑھنے کے بارے میں جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں ۔ فرمایا اس طرح مانگ اے اللہ میں تجھ سے نیک کام کرنے اور بُرے کاموں کو چھوڑنے اور مسکینوں کی محبت اور یہ کہ میری مغفرت فرمایا اور مجھ پر رحم فرمایا اور جب ارادہ فرمائے کسی قوم کو فتنہ میں مبتلا کرنے کا تو مجھے فتنہ سے محفوظ وفات دے دیں میں تجھ سے تیری محبت اور اُس کی محبت جو تجھ سے کرے اور ایسے عمل کی محبت جو تیری محبت کے قریب کر دے کا سوال کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ حق ہے

پس اس کو پڑھو اور اس کی تعلیم دو۔ فرمایا ابو عیسیٰ (یعنی امام ترمذی) نے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے میں نے محمد بن اسماعیل (یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے۔ اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تعارف راوی: اس حدیث شریف کے راوی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے انصاری ہیں۔ بیعت عقبہ دوم میں ستر (۷۰) صحابہ میں آپ بھی تھے بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا قاضی و معلم بنا کر بھیجا۔ اٹھارہ (۱۸) سال کی عمر میں اسلام لائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو عبیدہ بن الجراح کے بعد آپ کو شام کا حاکم بنایا۔ 38 برس عمر پائی۔ 18ھ میں طاعون عمواس میں وفات پائی۔

فائدۂ حدیث: اس ارشادِ گرامی میں مذکور ہے کہ اللہ عزوجل نے میرے دونوں شانوں کے درمیان اپنے دست قدرت کو رکھا کہ میں نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک کو اپنے سینے میں محسوس کیا اور میرے لئے ہر شئی روشن ہوگئی اور میں نے جان لیا (ہر شئی کو) تو جب آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر شئی کو جانتے ہیں تو اگر کوئی گندم نما جو فروش کہے کہ (معاذ اللہ) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تو فلاں چیز کا علم نہ تھا۔ تو لِلّٰہ آپ خود فیصلہ فرمائیے کہ کوئی بھی مومن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقابل کسی دوسرے کی بات کو نہیں مان سکتا ماننا تو بہت دور کی بات ہے کان بھی نہیں دھرے گا بلکہ ایسے لوگوں سے خود بھی بچے گا اور دوسرے لوگوں کو بھی بچانے کی کوشش کرے گا کہ ایسے لوگوں کی صحبت ایمان برباد کرنے کا سبب بن سکتی ہے۔ **اللھم احفظنا منھم۔ آمین بجاہ حبیب الکریم۔**

فلاں جہنمی ہے

حدیث نمبر 39. **عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال شھدنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم فقال لرجل ممن یدعی الاسلام ھذا من اھل النار فلما حضر القتال قاتل الرجل قتالا شدیدا فاصابتہ جراحۃ فقیل یا**

رسول الله الذی قلت انه من اهل النار فانه قد قاتل الیوم قتالا شدیدا او قدمات فقال النبی صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم الی النار قال فکان بعض الناس ان یرتاب فبینماهم علی ذلک اذ قیل انه لم یمت ولکن به جراحاشدیدا فلما کان من اللیل لم یصبر علی الجراح فقتل نفسه فاخبر النبی صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم بذلک فقال الله اکبر اشهد انی عبدالله ورسوله ثم امر بلالا فنادی بالناس انه لا یدخل الجنة الا نفس مسلمة وان الله لیؤید هذا الدین بالرجل الفاجر۔ (بخاری جلد 1 ص 430، مسلم جلد 1 ص 72)

ترجمۂ حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم بارگاہِ رسالت مآب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میں حاضر تھے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسے شخص کے بارے میں جو اسلام کا دعویٰ کرتا تھا فرمایا کہ جہنمی ہے جب میدان کار زار گرم ہوا تو اس شخص نے قتل وقتال میں بڑھ چڑھ کر کارگزاری دکھائی۔ پھر وہ زخمی ہو گیا۔ بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی کہ جس شخص کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے آج وہ کافروں سے بڑی جان توڑ کر لڑا لیکن مر چکا ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم میں گیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس ارشاد سے بعض لوگوں کے شکوک وشبہات میں پھنس جانے کا خطرہ تھا۔ اسی اثناء میں کسی نے کہا کہ وہ مرا نہیں بلکہ اسے سخت زخم آیا ہے جب رات ہوئی تو وہ زخم پر صبر نہ کر سکا اور خودکشی کر لی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جب یہ صورتِ حال عرض کی گئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ اکبر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال کو لوگوں میں یہ اعلان کرنے کا حکم فرمایا کہ جنت میں مسلمانوں کے سوا کوئی شخص داخل نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس دین کی فاسق وفاجر شخص کے ذریعے بھی مدد فرماتا ہے۔

تعارف راوی: اس حدیث شریف کے راوی بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کا تعارف حدیث نمبر 6 کے تحت گزر چکا ہے۔

فائدہ حدیث: اس ارشادِ گرامی سے معلوم ہوا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے انجام سے بھی باخبر ہیں کہ پہلے ہی فرما دیا کہ فلاں جہنم میں ہے باوجود یہ کہ اس آدمی نے میدانِ جنگ میں بڑی جواں مردی کا مظاہرہ کیا زخمی بھی ہوا۔ لوگوں کے عرض کرنے پر کہ وہ مر چکا ہے مطلب یہ تھا کہ وہ تو شہید ہو گیا ہے پھر بھی جہنمی۔ آپ نے پھر فرمایا جہنم میں گیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ مرا نہیں زخمی ہوا ہے اور پھر خودکشی کر کے اپنے آپ کو جہنمی کر لیا اور پھر اس بات کا اعلان کرایا گیا اس سے اتنی بات تو ہر عقل مند کو سمجھ آ ہی گئی ہو گی کہ.........

قیامت میں لوگوں کا شفیع کو تلاش کرنا

حدیث نمبر 40. عن انس بن مالک قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم یجمع الله الناس یوم القیمه فیهتمون لذلک وقال ابن عبید فیلهمون لذلک فیقولون لواستشفعنا الی ربنا حتی یریحنا من مکاننا هذا قال فیاتون آدم علیه الصلوٰة والسلام فیقولون انت آدم ابو الخلق خلقک الله بیده ونفخ فیک من روحه وامر الملئکة فسجدوالک اشفع لنا عند ربک حتی یریحنا من مکاننا هذا فیقول لست هناکم فیذکر خطیئة التی اصاب فیستحی ربه عزوجل منها ولکن ائتوانوحا اول رسول بعثه الله قال فیاتون نوحا علیه الصلوٰة والسلام فیقول لست هناکم فیذکر خطیئته التی اصاب فیستحی ربه منها ابراهیم علیه الصلوٰة والسلام الذی اتخذه الله خلیلا فیاتون ابراهیم علیه السلام فیقول لست هناکم ویذکر خطیئته التی اصاب فیستحی ربه تعالی منها ولکن ائتوا موسیٰ علیه الصلوٰة والسلام الذی کلمه الله واعطاء التوراة قال فیاتون موسیٰ علیه السلام فیقول لست هناکم ویذکر خطیئته التی اصاب فیستحی ربه منها ولکن ائتوا عیسیٰ علیه الصلوة والسلام روح الله وکلمة فیاتون عیسی علیه الصلوٰة والسلام روح الله وکلمة فیقول لست هناکم ولکن ائتوا محمداً صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم عبدا قد غفرله

ماتقدم من ذنبه وما تاخر قال قال رسول الله صلى الله تعالیٰ علیه وآله وسلم فیاتونی فاستاذن علی ربی فیوذن لی فاذا انا رایته وقعت ساجدا فیدعنی ماشاء الله ان یدعنی فیقال یامحمد ارفع راسک قل تسمع سل تعطه اشفع تشفع فارفع راسی فاحمد ربی بتحمید یعلمنیه ربی عزوجل ثم اشفع فیحدلی حدا فاخرجهم من النار فادخلهم الجنة ثم اعود فاقع ساجدا فید عنی ماشاء الله ان یدعنی ثم یقال لی ارفع یامحمد قل تسمع سل تعطه اشفع تشفع فارفع راسی فاحمد ربی بتحمید یعلمنیه ربی ثم اشفع فیحدلی حدا فاخرجهم من النار واد خلهم الجنة قال فلا ادری فی الثالثة او فی الرابعة قال فاقول یارب ما بقی فی النار الا من حبسه القران ای من وجب علیه الخلود.

(مسلم جلد 1 ص 109، ابن ماجہ ص 320,319)

ترجمۂ حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا اور وہ قیامت کی پریشانی دور کرنے کی کوشش کریں گے (اور ابن عبیدہ نے یوں بیان کیا ان لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی جائے گی کہ کس طرح قیامت کی پریشانی کو دور کیا جائے) ہم کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کرنے کے لئے لاتے ہیں تاکہ وہ ہمیں محشر کی پریشانی سے نجات دلائے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ پھر وہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے آپ آدم ہیں جو تمام مخلوق کے والد ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ مبارک سے پیدا کیا اور آپ کے جسم میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آپ کی تعظیم کے لئے سجدہ ریز ہوں آپ اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے تاکہ وہ ہم کو محشر کی اس پریشانی سے نجات دے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اس موقع پر اپنی (اجتہادی) خطا یاد آئے گی۔ وہ ان لوگوں سے معذرت کریں گے اور فرمائیں گے میرا یہ منصب نہیں ہے ان کو اپنے رب سے حیاء آئے گی البتہ تم حضرت نوح کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف مبعوث کیا تھا

پھر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونگے ان کو بھی اس وقت اپنی ایک (اجتہادی) خطا یاد آئے گی اور وہ شفاعت سے معذرت کریں گے اور فرمائیں گے میرا یہ منصب نہیں ہے۔ ان کو اپنے رب سے حیاء آئے گی البتہ تم حضرت ابراہیم کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا ہے پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے ان کو بھی اس موقع پر اپنی (اجتہادی) خطاء یاد آئے گی اور وہ بھی معذرت کر کے فرمائیں گے یہ میرا منصب نہیں ہے البتہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے شرف کلام سے نوازا اور ان کو توراۃ عطاء فرمائی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونگے ان کو بھی اپنی اجتہادی خطاء یاد آئے گی اور وہ بھی معذرت کر کے فرمائیں گے میرا یہ منصب نہیں ہے۔ البتہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جاؤ جو روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔ پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونگے فرمائے گئے۔ میرا یہ منصب نہیں ہے۔ البتہ تم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو جن کے اگلے پچھلے (ظاہری) ذنوب کی اللہ نے دنیا میں مغفرت سنا دی تھی۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر لوگ میرے پاس آئیں گے میں اپنے رب سے شفاعت کی اجازت حاصل کروں گا پھر میں دیکھوں گا کہ میں اللہ کے حضور سجدہ میں ہوں اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے اس حال میں رہنے دے گا پھر مجھ سے کہا جائے گا۔ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اپنا سر اٹھایئے آپ کہیے آپ کی سنی جائے گی مانگئے آپ کو دیا جائے گا۔ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پھر میں اللہ تعالیٰ کی ان کلمات سے حمد و ثناء کروں گا جو اللہ تعالیٰ اس وقت مجھے تعلیم دے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی میں اس حد کے مطابق لوگوں کو جہنم سے نکال لاؤں گا اور ان کو جنت میں داخل کردوں گا پھر میں دوبارہ سجدہ میں گر جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے دے گا پھر کہا جائے گ اے محمد اپنا سرِ اقدس اُٹھایئے آپ کہئے آپ کی سنی جائے گی۔ مانگئے آپ کو دیا جائے گا۔ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول ہوگی۔ پھر میں سجدہ سے اپنا سر اُٹھاؤں گا اور اپنے رب کی

ان کلمات سے حمد کروں گا جن کی وہ مجھے اس وقت تعلیم دے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا میرے لئے ایک حد مقرر کی جائے گی اور میں لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ حضرت انس کہتے ہیں۔ مجھ کو صحیح یاد نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس طرح تین یا چار مرتبہ شفاعت کر کے لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کریں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے۔ اے میرے رب اب جہنم میں صرف وہی لوگ رہ گئے ہیں جن کے حق میں قرآن میں دائمی عذاب واجب کر دیا ہے۔ (یعنی کفار)

تعارف راوی: اس حدیث شریف کے راوی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ان کا تعارف حدیث نمبر 5 کے تحت گزر چکا ہے۔

فائدۂ حدیث: اللہ عزوجل نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کیسا علم عطا فرما رکھا ہے کہ ہر چیز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیش نظر فرما دی کہ کوئی چیز چاہے اس کا تعلق گذشتہ زمانے سے ہو یا موجودہ یا آئندہ زمانہ سے ہو سب کچھ حضور علیہ السلام اللہ عزوجل کی عطا سے جانتے ہیں اور کیوں نہ جانیں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

عالم میں کیا ہے جس کی تجھ کو خبر نہیں
ذرہ ہے کونسا جس پر تیری نظر نہیں

اس حدیث شریف میں محشر کے دن برپا ہونے والے منظر کی ایک ایک جھلک بیان فرما دی کہ لوگ پریشان ہونگے پریشانی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک انبیاء و مرسلین کی بارگاہ میں حاضری دینے کے بعد آخر میں سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہو کر شفاعت کی درخواست کریں گے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کو مایوس نہیں لوٹائیں گے بلکہ اپنے رب کے حضور سجدہ کریں گے اور شفاعت کریں گے اور اللہ عزوجل اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت قبول فرمالے گا اور لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

سوائے کفار کے کہ وہ جہنم ہی کے لائق ہیں اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

اللھم ارزقنا شفاعة حبیبک الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

علم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کیے جانے والے مشہور و معروف انیس سوالات کے جوابات

سوال نمبر 1. غیب کا علم تو اللہ عزوجل کی صفت ہے اگر غیر کے لئے غیب کا علم مانا جائے تو کیا اس سے شرک لازم نہیں آئے گا؟

جواب: غیب کے جاننے کی دوصورتیں ہیں۔

(۱) ذاتی طور پر جاننا (۲) عطائی طور پر جاننا۔

غیب کا جاننا دو حال سے خالی نہ ہوگا ذاتی ہوگا یا عطائی۔ بصورتِ اول اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے بصورتِ ثانی جسے اللہ تعالیٰ عطا فرما دے جیسے انبیاء و اولیاء کرام علیہم السلام ورحمہم اللہ تعالیٰ۔

اگر کوئی اللہ عزوجل کے علاوہ کسی اور کے لئے ذاتی علم مانے تو بلاشبہ وہ مشرک ہو گا اور اگر عطائی طور پر کسی کے لئے مانے تو اس سے وہ مشرک نہ ہوگا۔ نام اگرچہ ایک جیسا ہے لیکن حقیقت ایک نہیں بلکہ ذاتی اور عطائی کا فرق ہے اگر اس فرق کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو کتنی خرابی لازم آئے گی ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ عزوجل زندہ ہے آپ بھی زندہ ہیں یا نہیں؟

اللہ عزوجل سمیع ہے یعنی سننے والا آپ بھی سنتے ہیں یا..........

اللہ عزوجل بصیر یعنی دیکھنے والا ہے آپ بھی دیکھتے ہیں یا..........

اللہ عزوجل رحیم ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی رحیم ہیں۔

اللہ عزوجل اول، آخر، ظاہر، باطن ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی۔

اللہ عزوجل کلام فرماتا ہے اور بندہ بھی..........

کیا ان مثالوں اور ان جیسی دوسری مثالوں میں لفظی اشتراک کی بنا پر کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ شرک ہے؟ اگر نہیں کہہ سکتا اور یقیناً نہیں کہہ سکتا تو اس نہ کہنے کی وجہ کیا ہے؟ تو

یہی جواب ملے گا کہ اللہ عزوجل حی، سمیع، بصیر وغیرہ ہے ذاتی طور پر کہ وہ از خود زندہ ہے کوئی اس کو زندگی دینے والا نہیں۔ وہ سننے والا ہے ذاتی طور پر ہم سننے والے ہیں عطائی طور پر۔ جب ان مثالوں میں لفظی اشتراک سے شرک لازم نہیں آتا تو غیب کے علم کے بارے میں شرک کیسے ہوسکتا ہے جبکہ اللہ جانتا ہے ذاتی طور پر اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانتے ہیں عطائی طور پر۔ ثابت ہوگیا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل اولیاء کرام کے لئے اللہ عزوجل کا عطا کردہ علم غیب ماننا شرک نہیں ہے۔

سوال نمبر 2. کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علمِ غیب ہے؟ اگر ہے تو پھر وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا۔ **متی الساعة** یعنی قیامت کب آئے گی؟ تو اس کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **ما المسؤل باعلم من السائل** یعنی جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اللہ عزوجل نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا ہے جیسا کہ سورہ ال عمران میں ارشاد ہوا۔

وما كان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله يجتبى من رسله من يشاءُ ال عمران پ 4 آیت 179۔

ترجمہ کنزالایمان: ''اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے۔ ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے''۔

سب سے زیادہ جسے چاہا وہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

سورۂ جن میں ارشاد ہوا۔

علم الغيب فلا يظهر على غيبه احداO الا من ارتضى من رسول.
(سورۂ جن پ 29 آیت 26,27)

ترجمہ کنز الایمان: غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

سورۂ تکویر میں ارشاد فرمایا۔

وما هو على الغيب بضنين. (التکویر پ30، آیت 24)

ترجمہ کنز الایمان: اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

نیز ارشاد فرمایا۔

وعلمك مالم تكن تعلم۔ (النساء: پ5 آیت 113)

ترجمہ کنز الایمان: "اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے"۔ ان آیات مقدسہ سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اللہ عزوجل نے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب عطاء فرمایا۔ ان ارشادات کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کا انکار کرے تو وہ غور کر لے کہ اس انکار سے آیات مقدسہ کا انکار تو لازم نہیں آ رہا؟ اگر آ رہا ہے اور ضرور آ رہا ہے تو یاد رکھئے ایک آیت کا انکار کرنے والا مسلمان نہیں رہتا اور جو بندہ ایک نہیں بلکہ متعدد آیات کے انکار کا مرتکب ہو تو کیا وہ مسلمان رہ سکتا ہے؟

رہا یہ کہ **ما المسؤل باعلم من السائل** کا مطلب کیا ہے؟ تو اس کا جواب بھی ملاحظہ فرمالیں۔ اس جملہ سے کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم قیامت کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ اسی جملہ سے تو سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے قیامت کا علم ہونا ثابت ہوتا ہے۔

علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ اللہ اکبر کتنا بڑا ستم ہے؟ کہ جس حدیث سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے قیامت کا علم ثابت ہوتا ہے اسی حدیث کو یہ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم قیامت کی نفی پر بطورِ دلیل کے پیش کرتے ہیں۔

سیدھی سی بات ہے کہ اگر واقعی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہی بتانا تھا کہ مجھے قیامت کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے تو اس مفہوم اور معنیٰ کو ادا کرنے کے لئے بہت سے الفاظ ہو سکتے تھے مثلاً **لا اعلمها** میں اس کو نہیں جانتا۔ یا **لست بعالمها** میں اس کا

جاننے والا نہیں ہوں یا **مالی بذالک من علم** مجھے اس چیز کا کوئی علم نہیں۔ یا **لیس علمها عندی** میرے پاس اس کا علم نہیں ہے۔ یا ان کے ہم معنیٰ کوئی دوسرا جملہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرما دیتے۔ مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان جملوں میں سے کوئی اس قسم کا کوئی جملہ ارشاد نہیں فرمایا بلکہ سائل کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا **ما المسؤل باعلم من السائل** یعنی جس سے قیامت کے بارے میں سوال کیا جا رہا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔

اس عبارت کا کھلا ہوا اور صاف صاف مطلب یہی ہوا کہ اے جبرائیل (علیہ السلام) میں قیامت کے بارے میں تم سے زیادہ نہیں جانتا۔

عالم تو خیر عالم ہے کسی عربی خواں طالب علم سے بھی اگر آپ اس جملے کا ترجمہ کرائیں گے تو یقیناً وہ بھی یہی ترجمہ کرے گا جو میں نے لکھا۔ اب آپ ٹھنڈے دل سے غور کیجئے اور ایمان سے کہیے کہ حضور کے ارشاد: ''میں جبرئیل سے زیادہ قیامت کو نہیں جانتا''۔ اس کا کیا مطلب ہوا؟ یہ مطلب ہوا؟ کہ:

قیامت کے بارے میں مجھ کو اور جبرئیل دونوں کو علم ہے اور میرا علم اس معاملے میں جبرئیل سے زیادہ نہیں یا یہ مطلب ہوا کہ:

میں اور جبرئیل قیامت کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔

اب آپ انصاف کیجئے کہ اس حدیث سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور جبرئیل علیہ السلام دونوں کو قیامت کے بارے میں علم ہے یا یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور جبرائیل علیہ السلام دونوں کو قیامت کا علم نہیں ہے۔

واللہ اگر آپ میں ذرا بھی انصاف کا مادہ ہوگا تو آپ یہی کہیں گے کہ واقعی اس حدیث کا مفہوم یہی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور جبرائیل دونوں کو قیامت کا علم ہے۔

افسوس ان لوگوں کو اتنا بھی علم نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قول **ما**

المسؤل باعلم من السائل ۔ میں اعلم اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور اسم تفضیل کی نفی سے بالکل ہی فعل کی نفی لازم نہیں ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ زید، عمرو سے زیادہ حسین نہیں ہے تو اس سے کب یہ لازم آتا ہے؟ کہ زید میں بالکل ہی حُسن نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ بالکل ہی حُسن والا نہ ہونا یہ اور بات ہے اور زیادہ حُسن والا نہ ہونا یہ اور بات ہے۔

بہرکیف اس حدیث سے ہرگز ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کا بالکل ہی علم نہیں تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث سے حضور اور حضرت جبرائیل دونوں کے لئے قیامت کا علم ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ علامہ شیخ احمد صاوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے سورہ احزاب کی آیت **ویسئلونک عن الساعۃ قل انما علمھا عند اللہ** کی تفسیر میں تحریر فرمایا **فلم یخرج نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم من الدنیا حتی اطلعہ اللہ علی جمیع المغیبات ومن جملتھا الساعۃ لکن امر بکتم ذالک۔**

(صاوی جلد 3 ص 289)

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا سے اس وقت تک تشریف نہیں لے گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام غیوب کے علوم پر مطلع فرما دیا اور انہیں میں سے قیامت کا علم بھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا تھا کہ قیامت کب آئے گی اس علم کو آپ امت سے چھپائیں۔ (منتخب حدیثیں ص 50 تا 52)

سوال نمبر 3. حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک سفر میں ہار گم ہو گیا تلاش کے باوجود نہ مل سکا اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا تو پھر نہ بتانے میں کیا حکمت تھی؟

جواب: جواب سے پہلے یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کائنات کی کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں بلکہ آپ اس کائنات کو اس طرح دیکھتے ہیں جیسے بندہ اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا و الی ماھو کائن فیھا الی

یوم القیمۃ کانما انظر الی کفہ ھذہ۔ (مواہب اللدنیہ مع شرح زرقانی جلد 7 ص 234)

بے شک اللہ تعالیٰ نے دنیا کو میرے لئے اٹھایا (یعنی ظاہر فرمایا) پس میں نے اس (یعنی دنیا) کی طرف دیکھا۔ (طبرانی) اور جو کچھ اس میں ہونے والا ہے قیامت تک اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو۔

بلکہ صحیح بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، سنن دارمی، طبرانی، مسند احمد وغیرہ کتب احادیث میں آنے والی اس روایت کو بھی ذہن میں رکھئے کہ جس میں آتا ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا گزر دو قبروں پر ہوا تو فرمایا کہ ان دونوں قبروں والوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ آخر تک۔ اس حدیث کی تفصیل حدیث نمبر 3 میں گزر چکی ہے۔

بخاری، مسلم اور دیگر کتب میں مذکور اس حدیث کو بھی دیکھیں کہ جس میں ہے کہ نجاشی بادشاہ کا حبشہ میں انتقال ہوا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ شریف میں بیٹھے ہوئے اس کی موت کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔ استغفروا الا خیکم۔ (بخاری جلد 1 ص 177) اپنے بھائی کے لئے دعائے مغفرت کرو۔

نیز بخاری شریف کی اس روایت کو بھی پیش نظر رکھیں کہ جنگِ موتہ میں شہید ہونے والوں کی خبر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ شریف میں بیٹھے ہوئے دیتے رہے کہ:

زید نے جھنڈا لیا اور شہید ہو گئے۔ جعفر نے جھنڈ لیا اور شہید ہو گئے۔ عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا لیا اور شہید ہو گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ بتلاتے جاتے تھے اور مبارک آنکھوں سے آنسو جاری تھے پھر فرمایا سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا لیا اور فتح حاصل ہوئی۔

موتہ مدینہ شریف سے تقریباً ایک ماہ کی مسافت پر واقع ہے۔

مسلم اور مسند احمد کی اس روایت کو بھی دیکھئے جس میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب کسی سفر سے واپسی پر مدینہ شریف کے قریب پہنچتے ہیں تو ایک تیز ہوا چلی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

بعثت هذه الريح لموت منافق.

یہ ہوا ایک منافق کی موت کے لئے چلی ہے۔ مدینہ شریف میں پہنچنے پر پتہ چلا کہ ایک بڑا منافق مر گیا ہے۔

اس کی متعدد مثالیں بیان کی جا سکتی ہیں لیکن آپ انہیں پر غور فرمائیں کہ جو آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (سے) کائنات کو مثل ہتھیلی کے ملاحظہ فرمائیں۔ زمین پر رہتے ہوئے زمین کے اندر مردوں کو ہونے والے عذاب کو ملاحظہ فرمالیں اور وجہ بھی بتلائیں کہ کسی وجہ سے ہو رہا ہے۔ مدینہ شریف میں رہتے ہوئے حبشہ میں فوت ہونے والے نجاشی بادشاہ کی موت سے باخبر ہوں۔ موتہ میں ہونے والی جنگ اور اس کی کیفیت کو ملاحظہ فرما کر بتلاتے جائیں کہ فلاں نے جھنڈا پکڑا فلاں شہید ہو گیا اب فلاں نے پکڑا فلاں شہید ہو گیا........ اور فلاں کے ہاتھ پر فتح حاصل ہوئی۔ مدینہ میں داخلے سے پہلے منافق کی موت کی خبر دے کیا ایسی ذات اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اونٹ کے نیچے ہونے والا ہار پوشیدہ ہو سکتا ہے۔ یقیناً عقل رکھنے والا یہی کہے گا کہ جب کائنات کی کوئی شئے آپ سے مخفی نہیں تو ہار بھی مخفی نہیں رہ سکتا تھا۔ پھر بھی سوال اپنی جگہ پر ہے کہ آخر حکمت کیا تھی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے کیوں نہیں فرما دیا کہ ہار اونٹ کے نیچے ہے لے لو؟

اس کا جواب سچی اور سُچی سوچ رکھنے والوں نے یوں دیا کہ اس میں حکمت یہ تھی کہ آیت تیمّم نازل ہو جائے وہ اس طرح کہ صحابہ کرام کو پانی کی ضرورت پیش آئے گی اور پانی کو نہ پائیں گے تو آیت تیمّم نازل ہو جائے گی اور اس طرح امت مسلمہ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وسیلہ سے آسانی مل جائے گی اور ان کی عظمت ظاہر ہو جائے گی۔

سوال نمبر 4. بیر معونہ کے لوگ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ستر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو تبلیغ کے لئے لے جاتے ہیں اور راستہ میں انکو شہید کر دیتے ہیں۔ اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شہادت کا علم تھا تو روک کیوں نہ لیا۔ آخر بھیجنے میں کیا حکمت تھی؟

جواب: اس سوال کے جواب سے پہلے ذرا اس حدیث شریف کو ملاحظہ فرمائیں جو بخاری، مسلم، موطا امام مالک اور مسند امام احمد میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

واللہ مایخفی علی خشوعکم ولا رکوعکم انی لا راکم من ورائی کما اراکم.

اللہ کی قسم مجھ پر تمہارا خشوع اور رکوع مخفی نہیں بے شک میں تمہیں اپنے پیچھے اسی طرح دیکھتا ہوں جیسے تمہیں آگے دیکھتا ہوں۔

ابن ہشام کی اس روایت کو بھی دیکھئے جس میں ہے کہ:

فضالہ بن عمیر اللیثی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کے ارادہ سے آتا ہے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ شریف کا طواف فرما رہے تھے جب یہ قریب ہوئے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ فضالہ ہے؟ عرض کی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فضالہ ہوں۔ فرمایا دل میں کیا ہے؟ عرض کی اللہ کا ذکر کر رہا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ضحک فرمایا (یعنی ہنسے) پھر ارشاد فرمایا استغفار کر۔ اس کے بعد اپنے دستِ اقدس کو ان کے سینے پر رکھا تو ان کے دل کو سکون میسر آیا۔ حضرت فضالہ کہا کرتے تھے، اللہ کی قسم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس کو میرے سینے سے نہ اٹھایا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے اللہ عزوجل کی ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہو گئے۔

سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں سے دلوں کی باتیں پوشیدہ نہیں رہتیں جیسا کہ ایک غیر مسلم امتحان لینے کی غرض سے زنار باندھ کر اوپر مسلمانوں کا لباس پہن کر مختلف لوگوں سے ہوتا ہوا حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی حضرت میں ایک حدیث کا مطلب پوچھنے کے لئے آیا ہوں۔ حدیث میں آتا ہے۔

اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله

مومن کی فراست سے ڈرو بے شک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مسکرا کر فرماتے ہیں اس کا مطلب ہے زنار کو توڑ دے کفر چھوڑ دے اور اسلام سے رشتہ جوڑ لے۔ یہ سنتے ہی وہ فوراً کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو جاتا ہے۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پتہ تھا کہ وہ لوگ صحابہ کو شہید کر دیں گے تو پھر بھی انہیں کیوں بھیج دیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ شہادت ایک بہت بڑا مرتبہ ہے رب تعالیٰ نے شہداء کی فضیلت اور مرتبہ کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّاتَشْعُرُوْنَ٥ سورہ بقرہ آیت:154

ترجمہ کنزالایمان: اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔

دوسری جگہ تو انہیں مردہ گمان کرنے سے بھی منع فرما دیا چنانچہ ارشاد فرمایا۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ٥ (ال عمران آیت نمبر:169)

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اُحد کی لڑائی کے دن ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا، کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اگر میں مارا جاؤں تو میرا ٹھکانا کہاں ہوگا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت میں (یہ مژدہ جانفزا سن کر) اس شخص نے اپنے ہاتھوں سے کھجوریں پھینک دیں (جنہیں وہ کھا رہا تھا) میدانِ جنگ

میں کود پڑا۔ خوب لڑا حتی کہ شہید ہو گیا۔

حضرت مقداد بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا شہید کے لئے اللہ کے پاس چھ خصوصی انعام ہیں۔ خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کی مغفرت ہو جاتی ہے اور جنت میں اس کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے اور اسے عذاب قبر سے محفوظ رکھا جائے گا۔ بڑی گھبراہٹ سے (قیامت کے دن) امن میں رہے گا۔ اس کے سر پر وقار کا ایسا تاج رکھا جائے گا جس کا یاقوت دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہو گا۔ اس کے نکاح میں بڑی آنکھوں والی بہتّر (۷۲) خوبصورت حوریں دی جائینگی اور اس کے عزیزوں میں سے ستر افراد کے لئے اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ سے ملے اور اس پر جہاد کا کوئی نشان نہ ہو تو وہ نقصان ہی میں ہے۔ (ابن ماجہ)

اتنے بلند مراتب بندہ راہ خدا عزوجل میں شہادت کی وجہ سے ہی حاصل کر سکتا ہے لہٰذا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو ان لوگوں کے ساتھ بھیج دیا تاکہ شہید ہو کر ان بلند و بالا مراتب کو حاصل کر لیں۔

دوسرا یہ کہ ان لوگوں پر حجت قائم ہو جائے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں رب تعالیٰ نے فرمایا۔

ء انذرتهم ام لم تنذرهم لا یومنون ٥ (البقرۃ آیت 6)

ترجمۂ کنزالایمان: چاہے تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان لانے کے نہیں۔

یعنی وہ ایمان تو نہیں لائیں گے لیکن ان پر حجت قائم ہو جائے گی اور آپ کو فریضۂ تبلیغ ادا کرنے کا ثواب حاصل ہو گا۔ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحاب کرام کو نہ بھیجتے تو ان پر حجت قائم نہ ہو سکتی اور وہ قیامت کے روز کہہ سکتے تھے کہ یا اللہ ہم تو تیرے محبوب کے پاس قاریوں کو لینے گئے تھے لیکن انہوں نے ہمارے ساتھ کسی کو بھیجا ہی نہیں تھا۔ انبیاء کرام کو بھی لوگوں نے شہید کیا تو اللہ کے بارے میں کوئی مسلمان یہ سوچ سکتا ہے کہ معاذ اللہ، اللہ کو بھی علم نہ تھا۔ تو پھر نبی علیہ السلام کے بارے.........

سوال نمبر 5. حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگی جس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پریشان ہو گئے اور اس کی تصدیق یا تکذیب نہ کی۔ اگر علم تھا تو اتنے دن تک خاموشی کیسی؟

جواب: سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی تو ایسی ذات ہے کہ جن سے کوئی معاملہ چاہے وہ کتنا ہی خفیہ کیوں نہ ہو پوشیدہ نہیں جیسا کہ بخاری شریف اور دیگر کتب حدیث میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ اس پر ارشاد فرمایا حذافہ۔ ایک اور شخص نے عرض کیا میرا باپ کون ہے؟ تو اس پر ارشاد فرمایا سالم مولیٰ شیبہ باپ بیٹا ہونا وہی جان سکتا ہے جو اندرونی حالات سے خبردار ہو۔

شرح صحیح مسلم میں ہے۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (کی) پاک دامنی کا علم تھا اس پر ایک قوی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی تو جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہر نبی کی زوجہ کی پاک دامنی کا علم ہے تو اپنی زوجہ مطہرہ کی پاک دامنی کا علم کیسے نہیں ہوگا۔

(حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما متوفی 68ھ تنویر المقیاس علی ہامش در منثور ج 6 ص 101 مطبعہ میمنہ مصر 1314ھ)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

قال الضحاک عن ابن عباس مابغت امراۃ نبی قط۔ ضحاک نے کہا کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

(حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی 774ھ تفسیر ابن کثیر ج 7 ص 63 مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت 1385ھ)

امام رازی شافعی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نبی معصوم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ

ہونا اس فاحشہ کے ارتکاب سے مانع ہے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کفار کو دین حق کی طرف دعوت دینے کے لئے مبعوث ہوتے ہیں اس لئے واجب ہے کہ ان میں کوئی ایسا عیب نہ ہو جو لوگوں کو ان سے متنفر کرے اور جس شخص کی بیوی بدکار ہو اس سے لوگ بہت نفرت کرتے ہیں۔ اگر یہ سوال ہو کہ نبی کی بیوی کا کافرہ ہونا کیوں جائز ہے جیسا کہ حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویاں کافرہ تھیں اور جب ان کا کافرہ ہونا جائز ہے تو فاجرہ ہونا کیوں جائز نہیں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کفار کے نزدیک کفر موجب نفرت نہیں ہے اور بیوی کا فاجرہ ہونا ان کے نزدیک بھی موجب نفرت ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ اس واقعہ سے پہلے حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا یہ حال معروف تھا کہ وہ فحش کاموں کے اسباب اور محرکات سے بہت دور اور بالکل محفوظ تھیں اور جس شخصیت کا یہ حال معروف ہو اس کے ساتھ حسنِ ظن واجب تھا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس فاحشہ کی تہمت لگانے والے منافقین اور ان کے متبعین تھے اور یہ بات معلوم ہے کہ دروغ گو دشمن کی اُڑائی ہوئی بات بے بنیاد ہوتی ہے۔ ان قرائن سے یہ معلوم ہو گیا کہ اس تہمت کا جھوٹا ہونا آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو نزولِ وحی سے پہلے ہی معلوم تھا۔

(امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی 606ھ تفسیر کبیر ج 6 ص 240، مطبوعہ دار الفکر بیروت 1398ھ)

علامہ ابو البرکات نسفی لکھتے ہیں۔ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے منافقین کے جھوٹ کا یقین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو اس بات سے محفوظ رکھا ہے کہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے جسم پر مکھی بیٹھے کیونکہ مکھی نجاست پر بیٹھ کر نجاست سے آلودہ ہوتی ہے تو جب اللہ تعالیٰ نے اتنی معمولی نجاست والی چیز کے مس (یعنی چھونے) سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو محفوظ رکھا ہے تو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو

اس فاحشہ کے ساتھ متلوث ہونے والی عورت سے کیسے محفوظ نہیں رکھے گا۔

حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے سائے کو زمین پر پڑنے سے محفوظ رکھا ہے تا کہ کسی انسان کا اس سائے پر قدم نہ پڑے تو جب کسی شخص کے لئے آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے سائے پر قدم رکھنا ممکن نہیں ہے تو کسی شخص کے لئے آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی زوجہ کی عزت کو پامال کرنا کس طرح ممکن ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو بھیج کر آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ خبر دی کہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے نعلین میں گھناؤنی چیز ہے اور آپ کو یہ حکم دیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے پیر سے وہ جوتی اُتار دیں تا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیر میں وہ گھن والی چیز نہ لگے تو اگر بالفرض آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ اس فاحشہ سے متلوث ہوگئی ہوتیں تو اللہ تعالیٰ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو ان سے الگ ہونے کا حکم ضرور دیتا۔

حضرت ابوایوب انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنی بیوی سے کہا کیا تم کو اس چیز کی خبر ہے؟ ان کی بیوی نے کہا کہ یہ بتاؤ اگر تم حضرت صفوان بن معطل کی جگہ ہوتے تو کیا تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حرم محترم کے ساتھ کسی فاحشہ کا ارادہ کر سکتے تھے؟ انہوں نے کہا ہرگز نہیں۔ انہوں نے کہا اور اگر میں حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی جگہ ہوتی تو کبھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خیانت کا ارادہ نہ کرتی اور حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) مجھ سے افضل ہیں اور حضرت صفوان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم سے افضل ہیں تو ان کے متعلق اس فاحشہ کا تصور کیسے ہوسکتا ہے۔

(علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی 710ھ مدارک التنزیل ج3 ص 343 مطبوعہ دارالکتب العربیہ پشاور) (شرح صحیح مسلم جلد 7 ص 560 تا 562)

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرما کر یہ بات اور واضح کر دی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاک دامنی کا علم تھا چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قسم اُٹھا کر ارشاد فرمایا۔

فواللہ ماعلمت علی اھلی الا خیرا وقد ذکروا رجلا ماعلمت علیہ الا خیرا۔ (بخاری جلد 1 ص 364)

خدا کی قسم میں اپنی بیوی میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔ نیز جس شخص کا ذکر کرتے ہیں اس کے اندر بھی بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتا۔

رہی یہ بات کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا تو پریشان کیوں ہوئے؟

اس کا جواب بھی صدیوں پہلے امام رازی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ دے چکے ہیں آپ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

قلنا انہ علیہ السلام کثیرا ماکان یضیق صدرہ عن اقوال الکفار مع علمہ بفساد تلک الاقوال وقد قال اللہ تعالیٰ. ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون. فکان ھذا من ھذا الباب.

ہم کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ کفار کے اقوال سے بھی تنگ ہوتا تھا۔ (یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پریشان ہوتے تھے) ان کے اقوال کے فاسد ولغو ہونے کے علم کے باوجود اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

”بے شک ہم جانتے ہیں کہ آپ رنجیدہ خاطر ہوتے ہیں بسبب اس کے جو وہ کہتے ہیں (یعنی کفار کے اقوال کے سبب سے) پس یہ بھی (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگنے پر پریشان ہونا) اسی باب سے ہے“۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ پریشان ہونا علم کے نہ ہونے کی دلیل نہیں۔ نیز جیسے یہاں پریشانی علم کے نہ ہونے پر دلیل نہیں بنائی جاسکتی تو واقعہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں کیسے بنائی جاسکتی ہے؟۔

نیز یہ بات بھی قابل توجہ ہے جو مذکورہ سطور میں گزر چکی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کس محکم یقین کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکدامنی کو

بیان فرما رہے ہیں۔ گویا صحابہ کرام کو پاکدامنی کا علم تھا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جن کو یہ بشارت دی گئی کہ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں گی نہ صرف دنیا میں ہی زوجہ ہونگی بلکہ صحیح بخاری شریف میں ہے۔

خطب عمار فقال انی لاعلم انما زوجة فی الدنیا والآخرة.

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا بے شک میں خوب جانتا ہوں کہ وہ (یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) دنیا اور آخرت میں ان (یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی بیوی ہیں۔

کیا ایسی زوجہ کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی علم نہ ہو گا؟ نیز ایسی صورت میں تو پھر گویا کہ امتی کا علم نبی سے زیادہ ہوگا (معاذ اللہ)۔ حالانکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت میں ہر صفت کے لحاظ سے ارفع و اعلیٰ ہوتا ہے اور علم بھی ایک وصف ہے تو جب صحابہ کرام کو اتنا علم ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پاکدامن ہیں تو پھر آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ معاذ اللہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پاکدامنی کا علم نہ ہو۔

مجھے سب ستا رہے ہیں میرا دل دُکھا رہے ہیں
تمہیں حوصلہ بڑھانا مدنی مدینے والے (صلی اللہ علیہ وسلم)

سوال نمبر 6. سورۂ لقمان کی آخری آیت میں ہے کہ قیامت، بارش، ماں کے پیٹ میں کیا ہے، کل کیا کرے گا، کس زمین پر مرے گا ان پانچ باتوں کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ اگر کسی اور کو بھی ان چیزوں کا علم ہے تو پھر اس آیت کا کیا مطلب ہوگا؟

جواب: ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ عزوجل کے سوا کسی کو نہیں۔ یہ بھی درست ہے نیز ان پانچ چیزوں کا علم اللہ عزوجل کے علاوہ انبیاء اور پھر انبیاء کرام علیہم السلام کی وساطت سے اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو بھی ہے یہ بھی درست ہے اس کی تفصیل یوں ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا کسی کو بھی ان پانچ چیزوں کا ذاتی طور پر علم نہیں اور اللہ عزوجل کے علاوہ

انبیا و اولیاء کو جو ان چیزوں کا علم ہے تو وہ عطائی طور پر ہے۔ ذاتی علم اللہ عزوجل کے لئے اور عطائی علم مخلوق کے لئے ہے۔

الحمد للہ رب العلمین اہلسنت و جماعت کا پورے قرآن پر ایمان ہے سارے قرآن کو ہی مانتے ہیں یہود کی طرح نہیں کہ ایک حصہ پر ایمان اور ایک حصہ کا انکار جیسا کہ اس دور میں بعض لوگ کلمہ پڑھنے کے باوجود یہود کے طریقے کو اپنائے ہوئے ہیں اسی مسئلہ علم غیب کو ہی لے لیجئے کہ ان کو وہ آیات تو نظر آتی ہیں جن میں ہے کہ غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ آیاتِ مبارکہ جن میں رسل علیہم اسلام کے لئے علم غیب کے ثبوت کا ذکر ہے ان سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ نیز یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض منافقین کا طریقہ ہے جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے جس میں ارشاد فرمایا کہ میری امت مجھ پر مٹی کی صورتوں میں پیش کی گئی جس طرح حضرت آدم علیہ السلام پر آپ علیہ السلام کی اولاد پیش کی گئی۔ ان میں سے جو مجھ پر ایمان لانے والے تھے اور جو انکار کرنے والے تھے سب کو میں نے پہچان لیا۔ یہ بات منافقین تک پہنچی تو استہزاء (مذاق) کرتے ہوئے کہا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گمان یہ ہے کہ جو ابھی پیدا نہیں ہوئے انہیں بھی جانتے ہیں کہ کون ان پر ایمان لائے گا اور کون انکار کرے گا جبکہ ہم ان کے ساتھ رہتے ہیں اور ہمیں نہیں پہچانتے۔ یہ بات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی۔ پھر فرمایا اس قوم کا کیا حال ہو گا جس نے میرے علم کے بارے میں طعن کیا؟ تم مجھ سے کوئی سوال نہیں کرو گے جو تمہارے اور قیامت تک کے امور میں سے ہو گا مگر میں تمہیں اس بارے میں آگاہ کروں گا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی اُٹھے، عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَنْ اَبِیْ (میرا باپ کون ہے) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، حذافہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم اللہ تعالیٰ کے رب اسلام کے دین اور قرآن کے امام اور آپ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں معاف کر دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درجات بلند فرمائے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم باز نہیں آؤ گے؟ کیا تم بعض نہیں آؤ گے؟ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر سے نیچے اُترے۔

ایسے ہی زادالمعاد میں ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جارہے تھے کہ راستے میں آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اونٹنی گم ہوگئی زید بن صلت نامی ایک منافق نے کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اگر نبی ہے تو اپنی اونٹنی کے بارے میں کیوں نہیں بتا دیتا کہ وہ کہاں ہے ویسے تو اس کا دعویٰ ہے کہ وہ آسمان کی خبریں بتاتا ہے مگر وہ اپنی اونٹنی ہی کی خبر نہیں رکھتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی اس بات کا پتہ چلا تو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا فلاں شخص میرے متعلق ایسا کہتا ہے حالانکہ مجھے اللہ تعالیٰ جس چیز کی خبر دیتا ہے میں اسے جانتا ہوں کہ وہ کہاں ہے۔ میری اونٹنی فلاں وادی اور فلاں گھاٹی کے پاس کھڑی ہے اور اس کی نکیل ایک درخت سے اٹکی ہوئی ہے اور اونٹنی وہیں کھڑی ہے جاؤ اسے وہاں سے لے آؤ چنانچہ صحابہ کرام گئے اور اونٹنی کو وہیں کھڑے پایا اور اُسے لے آئے۔

بہر کیف اس آیت کریمہ کا مطلب جو ملا احمد جیون نے تفسیراتِ احمدیہ میں، علامہ احمد صاوی مالکی نے تفسیر صاوی میں، علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں، امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی نے تفسیر کبیر میں بیان کیا ہے آپ بھی اس کو ملاحظہ فرمالیں۔

تفسیراتِ احمدیہ: سورۂ لقمان کی اسی آخری آیت کی تفسیر میں ملا جیون رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے۔

ولک ان تقول ان علم هذه الخمسة وان لا يعلمها احدالا الله لكن يجوز ان يعلمها من يشاء من محبيه واولياء ه بقرينة قوله تعالىٰ ان الله عليم خبير على ان يكون الخبير بمعنى المخبر۔ (تفسیراتِ احمدیہ ص 609,608)

اور تیرے لئے (جائز ہے) کہ تو کہے کہ ان پانچ چیزوں کو اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن جائز ہے کہ اللہ عزوجل اپنے محبوبوں اور دوستوں میں سے جسے چاہے سکھا

دے۔ اللہ عزوجل کے اس قول کے اس قرینے کی وجہ سے کہ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ میں خبیر مخبر (خبر دینے والا) کے معنی میں ہو۔

تفسیرِ صاوی: تفسیر صاوی میں ہے۔

ای من حیث ذاتها. واما باعلام الله العبد فلا مانع منه کالا نبیاء وبعض الاولیاء قال تعالیٰ ولا یحیطون بشیٔ من علمه الابما شاء. وقال تعالیٰ عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول ولذلک قال العلما الحق انه لم یخرج نبینا من الدنیا حتی اطلعه الله تعالیٰ علی تلک الخمس ولکنه بکتمها الخ (تفسیر صاوی جلد 5 ص 1607)

ترجمہ: یعنی ان باتوں کو کوئی خود بخود نہیں جانتا۔ البتہ اللہ عزوجل کے اپنے بندے کو بتانے سے کوئی مانع نہیں ہے جیسے بندے کو بتانے سے کوئی مانع نہیں ہے۔ جیسے انبیاء اور اولیاء کرام (علیہم السلام ورحمہم اللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے علم سے لوگ اتنا ہی پاتے ہیں جتنا وہ چاہے اور فرمایا (اللہ عزوجل نے) عالم الغیب اپنے پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی کو اپنے غیب پر مسلط نہیں فرماتا ....

اسی لئے علماء نے فرمایا حق تو یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے انہیں مطلع فرما دیا ان پانچ پر لیکن ان کے چھپانے کا حکم فرمایا۔ الخ

تفسیرِ رُوح البیان: تفسیر روح البیان میں علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا ہے۔

وما روی عن الانبیاء والاولیاء من الاخبار عن الغیوب فبتعلیم الله تعالیٰ اما بطریق الوحی او بطریق الالهام والکشف فلا ینا فی ذلک الاختصاص علم الغیب مما لا یطلع علیه الانبیاء والاولیاء والملائکة کما اشار الیه بقوله.

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول.

واشار الیه بقوله: وعنده مفاتح الغیب لایعلمها الا ھو.

(روح البیان جلد 7 ص 105)

ترجمہ: انبیاء و اولیاء کرام (علیہم السلام ورحمہم اللہ تعالیٰ) سے جو غیب کی خبریں مروی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے ہیں وہ وحی الہام یا کشف کے طریق پر ہے یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ علم غیب تو خاصۂ خداوندی ہے ہاں اس کا خاصہ ہے مگر انبیاء اور اولیاء اور ملائکہ علیہم السلام ورحمہم اللہ تعالیٰ میں سے جسے چاہے مطلع فرمادے جیسا کہ اس کیطرف اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا۔

وہ عالم الغیب ہے اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا:

وہ عالم الغیب ہے اپنے خاص غیب پر کسی مسلط نہیں فرماتا مگر اس رسول کو جس سے وہ راضی ہو۔ اور جیسا اپنے اس قول میں ارشارہ فرمایا:

اور اس کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا۔

روح المعانی: تفسیر روح المعانی میں علامہ سید محمود آلوسی حنفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے۔

لم یقبض رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم حتی علم کل شئ یمکن العلم به.

(روح المعانی جلد 15 ص 154)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس وقت تک وصال نہیں ہوا جب تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر اس شئ کا علم نہیں دے دیا گیا جس کا دینا ممکن تھا۔

تفسیرِ کبیر: امام رازی رحمتہ اللہ تعالیٰ اپنی شہرۂ آفاق تفسیر میں لکھتے ہیں۔

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبه المخصوص وھو قیام القیامة احداً ثم قال قال بعده لکن من ارتضیٰ من رسول.

(تفسیرِ کبیر جلد 10 ص 678-679)

ترجمہ: عالم الغیب (اللہ تعالیٰ) پس وہ اپنے مخصوص غیب اور وہ قیامت قائم ہونے کا وقت ہے پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا پھر اس کے بعد ارشاد فرمایا مگر وہ جو اس کے پسندیدہ رسول ہیں۔ (پسندیدہ رسولوں کو اس پر مطلع فرما دیتا ہے)

خلاصہ یہ ہے کہ ان مفسرین کے نزدیک بھی یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے اور یہی اہلسنت کا نظریہ ہے۔ اب آپ غور فرمائیں کہ آپ کا نظریہ بھی وہی ہے جو ان مقدس ہستیوں کا ہے جن کا تذکرہ آپ نے پڑھ لیا یا اس کے خلاف؟

سوال نمبر 7. اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی یہ بتلا سکتا ہے کہ بارش کب ہوگی؟

جواب: نہ صرف بتلا سکتے ہیں بلکہ اللہ عزوجل کے عطا سے بتلایا بھی ہے کہ بارش کب برسے گی جیسا کہ تفسیر الحسنات میں ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں ترمذی میں ایک طویل حدیث نواس بن سمعان کی روایت سے باب العلامات بین یدی الساعۃ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ثم یرسل اللہ مطرا لا یکن منہ بیت مدر ولا وبر.

پھر اللہ تعالیٰ ایک مینہ بھیجے گا جس سے کوئی گھر، شہر اور گاؤں خالی نہ رہے گا۔

اور اسی مشکوٰۃ میں **باب لا یقوم الساعۃ الا علی اشرار الناس** میں عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کی روایت ہے جس میں یہ الفاظ ہیں۔

ثم یرسل اللہ مطرا کانہ الطل فینبت منہ اجساد الناس.

پھر اللہ تعالیٰ مثل شبنم ایک بارش بھیجے گا جس سے تمام مردہ جسم دوبارہ اُگ آئیں گے۔

ان ہر دو احادیث سے واضح ہو گیا کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے قبل از وقت بارش کی خبر دی اور اس کا اثر ظاہر فرمایا۔ (یعنی یہ اثر کہ مردہ جسم دوبارہ اُگ آئیں گے) اور یہ علم حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے خدام کو بھی حاصل تھا۔

تفسیر عرائس البیان میں ہے جو اسی آیۂ کریمہ کے تحت منقول ہے۔

ولکن کثیرا ما سمعت من الاولیاء یقول تمطر السماء غدا ولیلا فیمطر کما قال کما سمعنا ان یحیی بن معاذ کان علی راس قبر ولی وقت دفنه وقال لعامة من حضر ان هذا الرجل من اولیاء الله الٰهی ان کنت صادقا فانزل علینا المطر قال الراوی فنظرت الی السماء وما رأیت فیها راحة سحاب فانشأ الله سبحانه سحابة مثل ترس فمطرت فرجعنا مبتلین.

میں نے اکثر اولیاء سے سنا کہ کل مینہ برسے گا یا رات کو۔ تو وہ برسا اور اس روز برسا جس کی بابت فرمایا اور ہم نے سنا کہ یحییٰ بن معاذ ایک ولی کے دفن کے وقت قبر پر تشریف فرما تھے آپ نے حاضرین جنازہ سے فرمایا یہ جو دفن کیا گیا ہے اللہ کا ولی ہے۔ یا الٰہی اگر میں سچا ہوں تو مینہ برسا دے۔ راوی کہتے ہیں میں نے آسمان پر نظر ڈالی تو بادل کا پتہ نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بادل پیدا کیا اور مینہ برسایا ہم لوگ بھیگتے ہوئے وہاں سے لوٹے۔ (تفسیر الحسنات جلد 5 ص 189-190)

بلکہ قرآن کریم سے تو بارش کے بارے میں علم کہ کب ہوگی حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بھی ثابت ہے جیسا کہ سورہ یوسف میں ہے۔

قال تزرعون سبع سنین دابا فما حصدتم فذروه فی سنبلة الا قلیلا مما تاکلون ○ ثم یاتی من بعد ذلک سبع شداد یاکلن ما قدمتم لهن الا قلیلا مما تحصنون○ ثم یاتی من بعد ذلک عام فیه یغاث الناس وفیه یعصرون○

(سورہ یوسف آیت 47 تا 49 پ 12)

ترجمہ کنز الایمان: کہا تم کھیتی کرو گے سات برس لگا تار، تو جو کاٹو اسے اس کی بال میں رہنے دو مگر تھوڑا جتنا کھا لو۔ پھر اس کے بعد سات کرے (سخت) برس آئیں گے کہ کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لئے پہلے جمع کر رکھا تھا مگر تھوڑا جو بچا لو۔ پھر ان کے بعد ایک برس آئے گا جس میں لوگوں کو مینہ دیا جائے گا اور اس میں رس نچوڑیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ چودہ سال کے بعد پندرھواں سال ایسا آئے گا جس میں

بارش ہوگی۔ اب بھی اگر کسی کی سمجھ میں ذاتی اور عطائی کا فرق نہیں آتا تو پھر یہی کہہ سکتے کہ وہ اپنے دماغ کا علاج کرائے لیکن معالج کوئی سنی عالم ہونا چاہیے ورنہ پیشاب سے ناپاکی دور کرنے کا کیا فائدہ ہوگا۔ یہ جو سنی عالم کی قید لگائی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جو کوئی دماغی مریض ان کے حضور حاضر ہوتا ہے تو اگر ہٹ دھرم نہ ہو تو صاف و شفاف ذہن کے ساتھ ہی واپس لوٹتا ہے جیسا کہ میرے انتہائی شفیق استادِ گرامی شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا مفتی علی احمد سندیلوی دامت برکاتہم العالیہ کی مسجد میں ایک مرتبہ کسی کالج کے طالب علم نے اعتکاف کیا اس کی قسمت اچھی تھی کہ اتفاق سے استادگرامی نے بھی اعتکاف کرلیا۔ آپس میں کچھ گفتگو ہوئی تو اس نوجوان نے کہا کہ میں نے فلاں فلاں سے سورہ یوسف ترجمہ کے ساتھ پڑھی ہے۔ اس سورۃ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ نبی کو علم غیب نہیں ہوتا۔ استادگرامی فرمانے لگے کہ وقت تو آپ کے پاس ہے ایک مرتبہ مجھ سے بھی پڑھ لیں۔ وہ راضی ہوگیا جب سورۃ مکمل پڑھ چکے تو وہ نوجوان کہنے لگا کہ اس سورۃ سے تو نبی کے لئے غیب کا علم ثابت ہوتا ہے نہ کہ نفی۔ جس کے مقدر میں ہدایت ہوتی ہے اسے کسی نہ کسی اچھے شخص کی صحبت میسر آجاتی ہے جیسا کہ اس نوجوان کو استادِ گرامی کی صحبت میسر آگئی۔ اللہ عزوجل اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل اچھوں کی صحبت میں ہی رکھے۔ آمین۔

سوال نمبر 8. اللہ عزوجل کے علاوہ کسی کو علم ہوسکتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟

جواب: اللہ عزوجل جس کے لئے چاہتا ہے اسے اس کا علم آجاتا ہے جیسا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام اللہ کی عطا سے جانتے ہیں کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے لڑکا یا لڑکی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح احادیث سے ثابت ہے جن میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے پیدا ہونے کی خبر دی اور یہ خبر اس وقت دی گئی ہے جبکہ نطفہ بھی پشتِ پدر سے رحم مادر میں نہ آیا۔ ایسے ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سید الشھداء امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کی خبر پیدا ہونے سے قبل دی۔ چنانچہ مشکوٰۃ باب المناقب اہل البیت میں بروایت ام فضل وارد ہے کہ:

ام فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی آج میں نے نہایت ناپسندیدہ خواب دیکھا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کیا دیکھا ہے؟

عرض کی حضور میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم پاک سے ایک ٹکڑا کاٹا گیا اور میری گود میں رکھ دیا گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خواب تو نہایت مبارک ہے انشاء اللہ عزوجل سیدہ زاہرا کے لڑکا ہوگا اور وہ تمہاری گود میں دیا جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غابہ میں انہیں کھجور کے چند درخت ہبہ کئے جن سے بیس وسق کھجوریں آتی تھیں۔ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو فرمایا کہ اے میری بیٹی دوسرا کوئی نہیں جس کا اپنے بعد غنی ہونا مجھے تم سے زیادہ پسند ہو اور اپنے بعد مجھے کسی کی مفلسی تمہاری مفلسی سے زیادہ گراں نہیں۔ میں نے تمہیں کچھ درخت دیئے تھے جن سے بیس وسق کھجوریں آتی تھیں اگر تم نے ان پر قبضہ کیا ہوتا تو تمہارے ہو جاتے۔ اب وہ میراث کا مال ہے اور تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں پس سارے مال کو اللہ (عزوجل) کی کتاب کے مطابق تقسیم کر لینا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں عرض گزار ہوئی ابا جان مال خواہ کتنا ہی زیادہ ہوتا میں چھوڑ دیتی لیکن میری بہن تو صرف حضرت اسماء ہے دوسری کون ہے؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ بنتِ خارجہ کے پیٹ میں ہے اور میرے خیال میں وہ لڑکی ہے۔ (موطا امام مالک ص 645)

سبحان اللہ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت ہے کہ ماں کے رحم مین جو بچہ ہے اس کے بارے میں ولادت سے پہلے ہی فرمایا کہ وہ لڑکی ہے چنانچہ حضرت حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ عنہ کے ہاں لڑکی ہی پیدا ہوئی۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ نے بستان المحدثین میں لکھا ہے کہ شیخ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ کے والد کی اولاد زندہ نہ رہتی تھی ایک روز

آپ رنجیدہ ہو کر اپنے شیخ کے حضور حاضر ہوئے شیخ نے فرمایا تیری پشت سے ایسا فرزند ارجمند پیدا ہوگا جس کے علم سے دنیا پُر ہوگی۔ چنانچہ حسب پیشگوئی علامہ ابن حجر عسقلانی پیدا ہوئے۔

شہریارِ علم میں ہے کہ:

امام ابونعیم (اپنی سند کے ساتھ) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ام فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پاس سے گزر ہوا تو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا تمہارے پیٹ میں ایک لڑکا ہے جب وہ پیدا ہوتو اسے میرے پاس لے کر آنا۔ فرماتی ہیں کہ جب میرے ہاں وہ لڑکا پیدا ہوا تو میں اسے لے کر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور اپنے دہن اقدس کے لعاب سے اسے گھٹی عطا فرمائی اور اس کا نام عبداللہ رکھا اور فرمایا خلفاء کے باپ کو لے جا۔ فرماتی ہیں کہ میں نے یہ بات حضرت عباس کو بتلائی تو وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس آئے اور اس بات کا ذکر کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ام فضل نے جو تمہیں خبر دی ہے وہ حقیقت ہے یہ خلفاء کا باپ ہے ان میں سے سفاح ہوگا اور ان میں سے مہدی ہوگا اور ان میں سے وہ ہوگا جو عیسیٰ ابن مریم کو نماز پڑھائے گا۔

(مواہب لدینہ مع الشرح مقصد ثامن بحوالہ شہر یار علم ص 28,27)

جدید طب تو آج کے دور میں اتنی ترقی کر چکی ہے کہ ماہرینِ طب جدید آلات کے ذریعے یہاں تک معلوم کر لیتے ہیں کہ عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ پھر یہی نہیں بلکہ بچے کے سلیم الخلقت ہونے اس کے تمام نقوش اور اعضاء کے بارے میں معلومات حاصل کر لیتے ہیں۔ برطانیہ کی لیڈی ڈیانا کی مثال سب کے سامنے ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر اپنے خاص بندوں کو اطلاع دے دے کہ عورت کے رحم میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ تو اسے آج کے دور میں محال کہنا کسی طرح درست نہیں ہے۔ (شہریار علم ص29)

ان دلائل و براہین سے ثابت ہو گیا کہ اللہ عزجل جس کو چاہے علم مافی الارحام

(یعنی رحم میں جو کچھ ہے اس کا علم) عطا فرما دیتا ہے اور جس کو یہ علم عطا فرماتا ہے وہ جان لیتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ ان دلائل کے ہوتے ہوئے سلیم الطبع انسان کے لئے انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی منکر ہو تو سمجھ لیجئے کہ وہ سلیم الطبع نہیں بلکہ.........

سوال نمبر 9. کل کیا ہوگا اس کا کسی کو علم حاصل ہو سکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی عطا سے اس کے مقبول بندے جانتے ہیں کہ کل کیا ہوگا نہ صرف کل کیا ہوگا یہ جانتے ہیں بلکہ قیامِ قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب جانتے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے جس کو امام مسلم، امام ابو داؤد اور دیگر محدثین کرام نے نقل فرمایا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب غزوۂ بدر کے لئے میدانِ بدر میں تشریف لائے تو جنگ سے ایک دن پہلے ہی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے فرمایا۔

ھذا مصرع فلان ویضع یدہ علی الارض ھھنا قال فماط احدھم عن موضع ید رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(مسلم جلد 2 ص 102 ابو داؤد جلد 2 ص 8)

ترجمہ: یہ فلاں کے گرنے کی جگہ ہے اور اپنے دستِ اقدس کو زمین پر اِدھر اُدھر رکھتے تھے۔ فرمایا (راوی نے) مقتولین میں سے کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ رکھنے کی جگہ سے اِدھر اُدھر نہ مرا۔

کل کیا ہوگا اس بارے میں بخاری و مسلم کی اس حدیث شریف کو بھی ملاحظہ فرمالیں۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ خیبر میں آشوبِ چشم کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے۔ دل میں خیال آیا کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیچھے رہ جاؤں گا۔ (اس خیال کے آتے ہی) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جا ملے۔ پھر وہ رات آئی

جس کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے خیبر کی فتح عطا فرمائی۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا یا جھنڈا وہ شخص پکڑے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں یا فرمایا کہ وہ اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔ پھر ہم نے اچانک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا حالانکہ ان کے آنے کی امید نہ تھی لوگوں نے کہا یہ رہے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا اور اللہ عزوجل نے ان کے ہاتھ سے فتح نصیب فرمائی۔ (بخاری جلد 1 ص 418 مسلم جلد 2 ص 279)

یہی حدیث بخاری شریف کی دوسری جلد میں حضرت سھل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگِ خیبر کے موقع پر فرمایا۔

لاعطین هذه الراية غدا رجلا يفتح الله يديه۔ (بخاری جلد 2 ص 605)

یعنی کل یہ جھنڈا میں ایک ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔

مرید اور کل کی بات: حضرت ابو یعقوب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک مرید مکہ معظّمہ میں میرے پاس آیا اور کہنے لگا اے میرے استاد، میں کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا یہ ایک دینار لے لیجئے آدھے دینار سے میرے کفن کا انتظام کر دیجئے اور آدھے سے قبر کھدوانے کا۔ دوسرا دن ہوا تو ظہر کے وقت میرے اس مرید نے کعبہ کا طواف کیا اور پھر دور جا کر لیٹ گیا اور فوت ہو گیا۔ پھر میں جب اسے لحد میں اُتارنے لگا تو میں نے دیکھا کہ اس نے آنکھیں کھول دی ہیں میں نے کہا مرنے کے بعد زندگی؟ تو اس نے جواب دیا۔

انا محب و كل محب الله حي.

ترجمہ: میں محبّ ہوں اور اللہ عزوجل کا ہر محبّ زندہ ہے۔ (شرح الصدور ص 86)

سہل بن حنظلیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ حنین کے وقت ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا اور کافی چلتے رہے یہاں تک کہ شام ہونے کو آئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے حاضر ہوا۔ پس ایک

ایرانی آکر عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے سے گیا یہاں تک کہ میں فلاں فلاں پہاڑی پر چڑھا تو ہوازن والوں کو دیکھا کہ اپنی عورتوں اور اونٹوں اور بکریوں کو حنین کے مقام پر جمع کر رہے تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ کل یہ مسلمانوں کا مالِ غنیمت ہوگا۔ (ابوداؤد جلد 1 ص 345)

سوال نمبر 10. آئندہ کل کیا ہوگا اللہ عزوجل کے علاوہ اگر کسی کو اس کا علم ہوسکتا ہے تو اس کے سب سے زیادہ لائق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے کیونکہ مخلوق میں سب سے ارفع واعلیٰ مقام سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایسا شعر پڑھا گیا جس میں کہا گیا کہ

وفینا نبی یعلم ما فی غد

یعنی ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کل کی خبر نہ تھی۔ اسی لئے منع فرمادیا تو جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کل کی خبر نہیں ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو کیسے ہوسکتی ہے؟

جواب: علماء کرام نے اس کے متعدد جوابات دیئے جن میں سے چند ایک آپ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ شعر بچیوں نے پڑھا تھا جن کا تعلق انصار قبیلہ سے تھا۔ ظاہر ہے کہ بچیاں تو شعر بنانے سے رہیں۔ یہ شعر کسی بڑے نے بنایا اور بڑوں میں دوطرح کے لوگ ہیں (۱) مومن (۲) کافر۔ اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ کفار ومشرکین تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبی بھی ماننے کے لئے تیار نہ تھے چہ جائیکہ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان بیان کرتے تو پھر لامحالہ ماننا پڑے گا کہ یہ شعر کسی مسلمان کا بنایا ہوا تھا اور مسلمان بھی وہ گروہ جن کا تعلق امت کے سب سے ارفع واعلیٰ گروہ یعنی صحابہ کرام سے ہے

تو گویا کہ یہ بات صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمائی اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم** میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ صحابی کا نظریہ اور عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل کی بات کو جانتے ہیں اور یہی نظریہ اور عقیدہ الحمد للہ اہلسنت و جماعت کا ہے۔

نیز اگر یہ شعر درست نہ ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی مذمت فرما دیتے حالانکہ ایسا نہیں کیا۔

رہی یہ بات کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع کیوں فرمایا تو اس کی متعدد وجوہات ہیں۔

(۱) عاجزی وانکساری کے طور پر منع فرمایا۔

(۲) کھیل کود اور گانے وغیرہ کے درمیان نعت کے اشعار پڑھنے سے ممانعت فرمائی کیونکہ نعت کے لئے ادب چاہیے۔

(۳) ذاتی طور پر کل کی بات جاننے کی ممانعت فرمائی۔

(۴) مرثیہ کے درمیان نعت پڑھنے سے منع فرمایا کیونکہ وہ بچیاں جنگِ بدر کے مقتولین کے مرثیہ کے گیت گا رہی تھیں اور ان میں سے کسی بچی نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر یہ شعر پڑھ دیا تھا جس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرما دیا۔

نیز اس میں کوئی بھی ایسا جملہ نہیں کہ جس میں یہ ہو کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے کل کا علم نہیں ہے کہ کل کیا ہونے والا ہے اگر ایسے ہی ہے جیسا کہ سوال میں کہا گیا ہے تو پھر ان روایات کا کیا جواب ہوگا جن میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کل کی خبر دی ہے ان سے کچھ مذکور صفحات میں گزر چکی ہے۔

نیز زرقانی شرح مواہب لدینہ میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ اشعار بھی توجہ طلب ہیں کہ جن میں فرمایا۔

نبی یری مالا یری الناس حولہ
ویتلون کتاب اللہ فی کل مشھد
فان قال فی یوم مقالۃ غائب
فتصدیقھا فی فحوہ الیوم اوغد

(زرقانی شرح مواہب جلد 7 ص230)

ترجمہ: سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ارد گرد وہ دیکھتے ہیں جو لوگوں کو نظر نہیں آتا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر موقع پر اللہ (عزوجل) کی کتاب کی پیروی کرتے ہیں۔ پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر کسی دن کوئی غیب کی بات کا فرماتے ہیں تو اس کی تصدیق آج یا کل ہو جاتی ہے۔

بچیوں کے اشعار پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انہیں منع فرما دینے سے اگر یہ اخذ کیا جائے کہ (معاذ اللہ) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کل کی خبر نہیں تو پھر ان اشعار کا کیا جواب ہو گا جن کو حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے صحابہ کرام کی موجودگی میں پڑھا جبکہ خود بھی صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کو منع کرنا بھی ثابت نہیں اور نہ ہی کسی صحابی کا انکار ثابت۔ گویا صحابی کا نظریہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کل کی خبر ہے۔ لیکن وہابی اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اب آپ کی مرضی ہے کہ صحابی کے نظریہ کو اپنا لیں یا وہابی کے نظریہ کو، لیکن یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ نجات صحابی کے نظریہ پر کاربند رہنے میں ہے نہ کہ وہابی کے نظریہ میں۔

اللہ عزوجل ہمیں صحابی والے نظریہ پر ہی ثابت قدمی نصیب فرمائے اور عقیدہ وہابی سے محفوظ فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

موت کی جگہ کا علم

سوال نمبر 11. کیا اللہ عزوجل کے علاوہ کسی کو موت کی جگہ کا علم ہو سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں اللہ عزوجل کی عطا سے یہ علم بھی مقبولان خدا عزوجل کو حاصل ہے جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جائے وفات: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے جب غزوۂ اُحد کا وقت آ گیا تو میرے والد نے مجھے رات کے وقت بُلایا اور فرمایا میں یہی دیکھتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب میں سب سے پہلے میں شہید کیا جاؤں گا اور میں اپنے بعد کسی کو نہیں چھوڑ رہا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ مجھے تم سے عزیز ہو۔ میرے اوپر قرض ہے اُسے ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ صبح ہوئی تو سب سے پہلے وہی شہید کئے گئے اور ایک دوسرے کے ساتھ قبر میں دفن کئے گئے پھر میرا دل اس پر رضا مند نہ ہوا کہ دوسروں کے ساتھ چھوڑے رکھوں لہٰذا چھ ماہ کے بعد میں نے انہیں نکالا تو وہ اُسی طرح تھے جیسے دفن کرنے کے روز تھے صرف ایک کان متاثر ہوا تھا۔ (بخاری جلد 1 ص180)

اس حدیث میں ہے کہ جیسے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ سب سے پہلے کل میں شہید کیا جاؤں گا۔ تو ظاہر ہے کہ جس جگہ جنگ ہو گی وہیں پر شہید ہونگے گویا کہ ان کو اپنی موت کے بارے میں علم تھا کہ وہ اسی جگہ واقع ہو گی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جائے وصال کا علم: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں یمن کی طرف بھیجا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ باہر تشریف لائے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا اے معاذ! اس سال کے بعد شاید ہمارے ساتھ تمہاری ملاقات نہ ہو اور ہو سکتا ہے کہ تیرا گزر

ہماری مسجد اور ہماری قبر کے پاس سے ہو۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 6 ص 311)

اس حدیث میں اشارۃ فرمادیا کہ ہماری قبر مسجد شریف کے قریب ہی ہوگی۔

اور مسلم شریف میں تو بڑے واضح الفاظ میں ارشاد فرمادیا کہ:

والمحیا محیاکم والممات مماتکم

یعنی میری زندگی اور موت تمہارے ساتھ ہوگی۔

اس پر علامہ نووی رحمتہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ میں زندگی بھی تمہارے پاس گزاروں گا اور میری وفات بھی تمہارے پاس ہوگی اور یہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے۔

ازالتہ الخفاء میں ہے کہ: حضرت اصبغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ حضرت امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ سفر میں میدانِ کربلا میں ٹھیک اس جگہ پہنچے جہاں آج حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر انور بنی ہوئی ہے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس جگہ آئندہ زمانے میں آلِ رسول کا قافلہ ٹھہرے گا اور اس جگہ ان کے اونٹ بندھے ہوئے ہونگے اور اسی میدان میں جوانانِ اہلبیت کی شہادت ہوگی اور اسی جگہ ان شہیدوں کا مدفن بنے گا اور ان لوگوں پر آسمان وزمین روئیں گے۔

(ازالتہ الخفاء مقصد 2 ص 273)

نیز بدر کے مقتولین کے بارے میں فرمادیا کہ فلاں فلاں اس اس جگہ ڈھیر ہوگا اور ایسا ہی ہوا۔ جیسا کہ تفصیل سوال نمبر 9 کے تحت گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہداء اہلبیت کی موت اور مدفن کی کیفیت کا علم تھا۔

حضرتِ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جائے وفات: کنز العمال میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو ان کی زوجہ رو پڑیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا تم کیوں روتی ہو؟ بیوی نے جواب دیا کہ میں کیوں نہ روؤں جنگل میں آپ وصال فرمارہے ہیں اور ہمارے پاس نہ کفن ہے اور نہ کوئی آدمی۔ مجھے یہ فکر

ہے کہ اس جنگل میں آپ کی تجہیز و تکفین کا میں کہاں سے اور کیسے انتظام کروں گی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم مت روؤ اور نہ کوئی فکر کرو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ میں سے ایک شخص جنگل میں وصال فرمائے گا اور اس کے جنازہ میں مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہو جائے گی مجھے یقین ہے کہ وہ جنگل میں وصال کرنے والا صحابی میں ہی ہوں۔ اس لئے تم فکر نہ کرو۔ اور انتظار کرو۔ ممکن ہے کوئی جماعت آ رہی ہو یہ کہہ کر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصال فرما گئے ان کی بیوی کا بیان ہے کہ وصال کے تھوڑی ہی دیر کے بعد بالکل اچانک چند سوار آ گئے اور ایک نوجوان نے اپنی گٹھڑی میں سے ایک نیا کفن نکالا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُسی کفن میں مدفون ہوئے اور سواروں کی اس جماعت نے نہایت ہی اہتمام کے ساتھ تجہیز و تکفین اور نمازِ جنازہ و دفن کا انتظام کیا۔

(کنز العمال ج 15 ص 284)

حضرت ذوالنورین (رضی اللہ عنہ) کا اپنے مدفن کی خبر دینا:

ازالۃ الخفاء میں ہے کہ حضرت امام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ امیر المومنین حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع کے اس حصہ میں تشریف لے گئے جو ''حش کوکب'' کہلاتا ہے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہاں کھڑے ہو کر ایک جگہ پر یہ فرمایا کہ عنقریب یہاں ایک مردِ صالح دفن کیا جائے گا۔ چنانچہ اس کے بعد ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہو گئی اور باغیوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ مبارکہ کے ساتھ اس قدر ہلڑ بازی کی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ روضہ منورہ کے قریب دفن کیا جا سکا نہ جنت البقیع کے اس حصہ میں دفن کئے جا سکے جو کبار صحابہ کا قبرستان تھا بلکہ سب سے دور الگ تھلگ ''حش کوکب'' میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سپردِ خاک کئے گئے جہاں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہاں امیر المومنین حضرت امیر المومنین عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک بنے گی کیونکہ اس وقت تک وہاں کوئی قبر تھی ہی نہیں۔

(ازالۃ الخفاء مقصد 2 ص 227)

اس روایت میں حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت کے بعد جس جگہ دفن

ہونا تھا اس کا پہلے ہی بتلادیا کہ عنقریب یہاں ایک مردِ صالح دفن کیا جائے گا اور ایسا ہی ہوا۔ ایسے متعدد واقعات کتابوں میں مذکور ہیں جن میں سے چند ایک آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ ماننے والے کے لئے ایک بات بھی کافی جبکہ نہ ماننے والے کے لئے سو (۱۰۰) بھی ناکافی۔ اللہ عزوجل ہمیں ماننے والوں میں ہی رکھے۔ آمین ثم آمین۔

سوال نمبر 12. نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی منافق کی نمازِ جنازہ پڑھائی تھی کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کے نفاق کا علم نہ تھا۔ اگر علم تھا تو نماز کیوں پڑھائی؟

جواب: حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر غلاموں کو بھی عبداللہ بن ابی کے نفاق کا علم تھا جیسا کہ بخاری و مسلم کے روایت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس گفتگو کو نقل فرمایا گیا ہے جو انہوں نے اس وقت کی جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبداللہ کی نمازِ جنازہ پڑھنے چلے تھے۔ غلاموں کو علم ہو اور آقا کو علم نہ ہو یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ہاں البتہ یہ بات کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس حکمت کے پیشِ نظر نماز پڑھائی۔ اس کے جواب کے لئے ضیاء القرآن سے ایک اقتباس پیشِ خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں۔

حضرتِ ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے مروی ہے کہ جب عبداللہ بن ابی مرضِ موت میں مبتلاء ہوا تو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ اس نے التماس کی کہ جب وہ مرجائے تو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں اور اس کی قبر پر بھی تشریف فرما ہوں پھر اس نے ایک آدمی بھیجا اور عرض کی کہ کفن کے لئے اسے قمیص مرحمت فرمائی جائے۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اوپر والی قمیص بھیجی اس نے پھر گزارش کی کہ مجھے وہ قمیص چاہیے جو آپ کے جسدِ اطہر کو چھو رہی ہے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پاس بیٹھے تھے عرض کرنے لگے یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس ناپاک اور گندے کو اپنی قمیص کیوں مرحمت فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حقیقت سے نقاب اُٹھایا اور فرمایا اے عمر! ان قمیص لا یغنی عنه من الله شیئا فلعل ان یدخل به الفافی الاسلام (کبیر) اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کافر اور منافق کو میری قمیص کچھ نفع نہیں پہنچائے گی بلکہ اس کے سینے میں

حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ہزار آدمیوں کو مشرف باسلام کرے گا۔ منافقوں کا ایک انبوہِ کثیر ہر وقت عبداللہ کے پاس رہتا تھا جب انہوں نے یہ دیکھا کہ یہ نابکار ساری عمر مخالفت کرنے کے بعد اپنی بخشش اور نجات کیلئے آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی قمیص کا سہارا لے رہا ہے تو ان کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اُٹھ گئے اور یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ اس رحمت عالمیاں کی بارگاہِ بیکس پناہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ہاں منظوری ناممکن ہے تو بجائے اس کے کہ حالت یاس میں اس کا دامن پکڑنے کی ناکام کوشش کریں اب ہی کیوں نہ اس پر ایمان لے آئیں اور سچے دل سے اپنی گزشتہ خطاؤں کی معافی مانگ لیں اور اس کی شفاعت کے مستحق ہو جائیں۔ چنانچہ اسی دن ایک ہزار منافق اس قمیص کی برکت اور قمیص والیکے حسن خلق سے مشرف باسلام ہوا۔ **اسلم منهم یومئذ الف** (کبیر) جو ڈوب چکا تھا وہ تو ڈوب چکا تھا لیکن ہزاروں ڈوبتے ہوؤں کو تو بچالیا۔ جب وہ مرگیا تو اس کا بیٹا جو مخلص مسلمان تھا حاضر ہوا اور اپنے باپ کی موت کی اطلاع دی۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا جاؤ اور اس کا جنازہ پڑھ کر اسے دفن کر آؤ۔ اس نے عرض کی حضور خود کرم فرما دیں۔ اس پیکر عفو وعنایت نے نہ، نہ کی۔ اُٹھے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے روانہ ہونے لگے۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے پھر گزارش کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ اور رسول کے اس دشمن کی نماز جنازہ نہ پڑھئے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور جبرئیل (علیہ السلام) نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا دامن پکڑ لیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سنایا **ولا تصل علی احد** الخ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قمیص کیوں عطا فرمائی مفسرین نے اس کی کئی ایک وجہیں بیان فرمائی ہیں۔

ایک تو یہ کہ جب جنگ بدر میں (حضرت) عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے گرفتار کیے گئے تو ان کی اپنی قمیص پھٹ گئی تھی حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے انہیں اپنی قمیص پہنانا چاہی کیونکہ عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دراز قامت تھے۔ عبداللہ بن ابی بھی بڑا لمبا تھا اس لئے اس کی قمیص کے سوا اور کوئی قمیص انہیں پوری نہ آئی۔ اللہ کے رسول نے چاہا کہ اس کا یہ احسان دنیا میں ہی اُتار دیا جائے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہ تعلیم دی

کہ اما السائل فلا تنھر کہ کسی سائل کو نہ جھڑکیے۔ اس لئے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اس کے سوال کو رد نہ کیا اور سب سے بڑی وجہ وہی تھی جو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے خود بیان فرمائی کہ اس قمیص کی وجہ سے اللہ (عزوجل) ایک ہزار منافقوں کو دولتِ ایمان سے مالا مال فرمائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس سے اور بڑی برکت کیا ہوسکتی ہے۔

یہاں ایک اور چیز خوب ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ وہ بدنصیب جس کا خاتمہ کفر پر ہوتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے کہ اس کی بخشش نہیں ہوگی اور اس کے لئے کسی کی شفاعت قبول نہیں کی جائے گی لیکن صاحب ایمان کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو اس کے لئے اگر اللہ (عزوجل) کے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ہاتھ دعا کے لئے اُٹھ جائیں تو مغفرت یقینی ہے۔ ارشاد الٰہی (عزوجل) ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَلَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا.

اللہ تعالیٰ ہمیں نعمتِ ایمان نصیب فرماوے اور اس دنیا میں بھی اور روزِ حشر بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کی سعادت سے بہرہ اندوز فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ (ضیاء القرآن جلد 2 ص 240-241)

سوال نمبر 13. حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل کی بات کیسے جانتے ہیں جبکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جو کہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کل کی بات جانتے ہیں اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل کی بات جانتے ہیں تو پھر اس حدیث کا کیا مطلب ہوگا؟

جواب: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد بھی حق ہے اور ارشاداتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی حق ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ بنتِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذاتی طور پر کل کی بات کو نہیں جانتے۔ رہا یہ مسئلہ کہ عطائی طور پر کل کی بات کو جاننا تو اس کا انکار نہیں ہوسکتا اگر عطائی کا بھی انکار کر دیں تو پھر ان آیات مقدسہ اور احادیث مبارکہ کا کیا کریں جن میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کے لئے یہ علم ثابت ہے بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو کل چھوڑ کر قیامت تک ہونے والے تمام واقعات کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سامنے بیان فرمادیا ہے۔ جنگِ بدر سے ایک دن پہلے بتا دیا کہ فلاں جگہ فلاں کافر ڈھیر ہوگا فلاں جگہ فلاں۔ (مسلم وابوداؤد) خیبر کے موقع پر ایک دن قبل ہی فرما دیا کل جھنڈا اس کو دوں گا جس کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوگا (مسلم) غزوۂ تبوک سے ایک دن پہلے فرما دیا کہ کل ان کے اموال مسلمانوں کو مالِ غنیمت میں حاصل ہونگے۔ حضرت حسان کا فرمان کہ اگر سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی دن غیب کی کوئی بات ارشاد فرما دیں تو اس کی تصدیق اسی دن چاشت کے وقت یا کل ہو جاتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تو یہ متصور نہیں ہوسکتا کہ وہ قرآن اور احادیث کی مخالفت کریں کیونکہ وہ عالمہ فاضلہ اور فصیحہ بلیغہ ہیں ہاں کسی کو سمجھنے میں غلطی لگ جائے یا کسی کے دل میں عظمتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بغض بھرا ہوا ہو تو وہ ایک الگ بات ہے اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر واقعۃً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وہی نظریہ ہوتا جیسا کہ بعض لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس فرمان سے سمجھا تو پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایسی احادیث مروی نہ ہوتیں جن میں آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے مستقبل کا علم ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے جسے بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہا کتب حدیث میں نقل کیا گیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام ازواج جمع تھیں اور کوئی بھی باقی نہ تھی۔ اتنے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں جن کی چال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چال کے مشابہ تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مرحبا میری بیٹی۔ پھر ان کو دائیں یا بائیں جانب بٹھایا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چپکے سے ان سے کوئی بات کی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے لگیں۔ پھر چپکے سے ان کو کوئی بات کہی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہنسنے لگیں۔ میں

نے حضرت فاطمہ سے کہا کہ آپ کس وجہ سے روئیں؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا راز افشا نہیں کروں گی۔ میں نے کہا کہ میں نے آج کی طرح کوئی خوشی غم سے اتنی قریب نہیں دیکھی۔ حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو میں نے پھر پوچھا تو حضرت فاطمہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ جبرئیل (علیہ السلام) مجھ سے ہر سال ایک بار قرآن مجید کا دور کرتے تھے اور اس سال انہوں نے نے مجھ سے دو بار قرآن مجید کا دور کیا ہے اور میرا یہی گمان ہے کہ اب میرا وقت آ گیا ہے اور میرے اہل میں سب سے پہلے تم میرے ساتھ ملو گی اور میں تمہارے لئے بہترین پیش رو ہوں بس میں رونے لگی پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سرگوشی کی اور فرمایا کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم تمام مومن عورتوں کی سردار ہو یا اس امت کی عورتوں کی سردار ہو۔ میں اس وجہ سے ہنسی تھی۔

ایک اور روایت جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے جس کو بخاری، مسلم، نسائی اور مسند امام احمد بن حنبل میں نقل کیا گیا ہے اس کو بھی ملاحظہ فرمالیں اور اپنے ایمان کو تازہ کیجئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعض ازواجِ مطہرات نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم میں کونسی بیوی کی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آخرت میں سب سے پہلے ملاقات ہو گی؟

سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں یہ سن کر امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دوسری کے ہاتھ ناپے تو پتہ چلا کہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں لیکن بعد کے واقعات نے بتایا کہ لمبے ہاتھ سے مراد صدقہ دینے میں زیادتی تھی اور ہم میں سے پہلے انتقال کرنے والی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جو صدقہ دینے کو بہت محبوب رکھتی تھیں۔

ان احادیث اور ان جیسی دوسری احادیث جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی مروی ہیں ان کے ہوتے ہوئے کوئی بھی عقل مند یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عطائی علم غیب کی (العیاذ باللہ) منکر تھیں۔

اللہ عزوجل محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل عقل سلیم عطا فرمائے۔آمین۔

سوال نمبر 14. کیا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہابیوں کا بھی علم تھا؟

جواب: جی ہاں سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہابیوں کے بارے میں بھی علم تھا اور ان کے بارے میں علم کیسے نہ ہوتا جبکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما کان وما یکون کا علم رکھتے ہیں۔ (جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے) اس سوال کے جواب کے لئے بخاری شریف کی اس حدیث کو بغور پڑھیں۔ آپ کو بھی اندازہ ہو جائے گا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان لوگوں کا علم تھا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مال تقسیم فرما رہے تھے تو بنی تمیم کا ایک شخص ذوالخویصرہ نامی آیا اور کہنے لگا یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) انصاف کیجئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تیری خرابی ہو اگر میں انصاف نہ کروں تو ناکام و نامراد ہو جاؤں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اُڑا دوں۔ ارشاد فرمایا جانے دو۔ کیونکہ اس کے اور بھی ساتھی ہیں تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلے میں حقیر جانو گے اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلے میں۔ یہ قرآن بہت پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔ یہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے شکار سے تیر۔ اگر ان کے پکڑنے کی جگہ کو دیکھا جائے تو کچھ نہیں ملے گا۔ اور ان دونوں کے درمیان والی جگہ کو دیکھا جائے تب بھی کچھ نہیں ملے گا۔ حالانکہ وہ گندگی اور خون کے درمیان سے گزرا ہے ان کی علامت یہ ہے کہ ان میں ایک کالا آدمی ہوگا جس کا ایک بازو عورت کے پستان کی مانند یا گوشت کا لوتھڑا ہوگا جب لوگوں میں اختلاف پیدا ہو جائیں گے تو ان کا خروج ہوگا۔ حضرت ابوسعیذ خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ یہ حدیث خود میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی بن ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان

لوگوں سے جنگ کی ہے اور میں بھی لشکر اسلام کے ساتھ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آدمی کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔ جب اسے لایا گیا تو اس کے اندر وہ تمام نشانیاں دیکھیں جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمائیں تھیں۔ (بخاری جلد 1 ص 509-510)

اس حدیث شریف میں آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے کہ آئندہ زمانہ میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن کے نماز و روزہ کی کثرت کو دیکھ کر مسلمانوں کو بے حد تعجب ہوگا مگر درحقیقت وہ بے ایمان اور اسلام سے خارج ہوں گے۔ ان میں سے کچھ لوگ پیدا ہو چکے اور کچھ آئندہ پیدا ہونے والے ہیں۔ اب تلاش کرنے والوں پر لازم ہے کہ ہر زمانے میں ان لوگوں کو تلاش کر کے پہچانیں اور بچتے رہیں۔

وہابی خارجی ہیں: علامہ ابن عابدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے زمانہ کے خارجیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ عبدالوہاب نجدی اور اس کے متبعین ہمارے زمانے کے خوارج ہیں آپ نے ''درمختار'' کے حاشیہ ''ردالمحتار'' میں جو ''فتاویٰ شامی'' کے نام سے مشہور ہے تصریح فرماتے ہوئے صاف صاف تحریر فرمایا کہ:

كما وقع في زماننا في اتباع عبدالوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم هم مشركون واستباحوا بذلك قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتى كسر الله تعالىٰ شوكتهم وحرب بلادهم وظفر بهم عساكر المسلمين عام ثلاث وثلاثين ومائتين والف۔ (ردالمحتار جلد 3 ص 309)

ترجمہ: جیسا کہ ہمارے زمانے میں عبدالوہاب کے متبعین کے بارے میں واقع ہوا کہ یہ لوگ نجد سے نکلے اور حرمین پر زبردستی غالب ہو گئے اور یہ لوگ حنبلیوں کے مذہب پر عمل کرتے تھے لیکن ان لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ صرف وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے اعتقاد کے مخالف ہیں وہ مشرک ہیں اور اسی وجہ سے ان لوگوں نے اہل سنت وران کے علماء کے قتل کو مباح ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی شوکت کو توڑ دیا اور ان کے شہروں کو برباد فرمایا اور مسلمانوں کے لشکروں کو ان لوگوں پر فتح مند اور غالب فرمادیا۔ یہ واقعہ 1233ھ میں ہوا۔

ہندوستان اور پاکستان وغیرہ کے دیوبندی وہابی یہ سب عبدالوہاب نجدی ہی کے متبعین ہیں یہ لوگ عقائد اور اعتقادات میں پورے پورے عبدالوہاب نجدی کے پیروکار ہیں کہ صرف اپنے آپ کو ہی مسلمان سمجھتے ہیں اور اپنے مخالفین یعنی اہل سنت و جماعت کو مشرک سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ عبدالوہاب نجدی اور حکومت سعودیہ کے نجدیوں کا عقیدہ ہے لہذا علامہ ابن عابدین شامی کے فتویٰ کے مطابق یہ سب خارجی ہیں۔ بخاری شریف کی اس حدیث مذکور سے مراد یہی لوگ ہیں۔

تفسیر صاوی میں علامہ شیخ احمد بن محمد الصاوی المالکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اس بات کی نشاندہی فرمائی ہے کہ خارجی وہابی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں سورہ فاطر کی آیت نمبر 6 کے تحت ارشاد فرماتے ہیں۔ **قیل ھذہ الایۃ**............آخر تک۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ یہ آیتِ کریمہ خوارج کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے کتاب وسنت کی تاویل میں تحریف کی اور اس کے ذریعے مسلمانوں کے خون اور اموال کو حلال قرار دیا جیسا کہ اس کی نظیروں کا مشاہدہ اب ہو رہا ہے وہ حجازی زمین کا فرقہ ہے۔ **یقال لھم الوھابیۃ** جسے وہابی کہا جاتا ہے وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں۔ خبردار بے شک وہ جھوٹے ہیں۔ شیطان ان پر غالب آ گیا۔ پس اس نے ان کو اللہ کا ذکر بھلا دیا۔ یہ شیطانی گروہ ہے خبردار شیطانی گروہ ہی گھاٹے میں ہے۔ ہم اللہ کریم سے التجا کرتے ہیں کہ وہ ان کو ہلاک فرما دے۔ آمین ثم آمین۔

نوٹ:۔ یہ عبارت مصر کے دو مکتبوں یعنی مطبع مصطفیٰ البابی اور عبدالحمید احمد حنفی شارع مشہد حسینی سے چھپی ہوئی صاوی شریف اور پاکستان کے مکتبہ نوریہ رضویہ سے چھپی ہوئی صاوی شریف میں ہے۔ (ماخوذ ماہنامہ النظامیہ اکتوبر 2001ء)

اللہ عزوجل ہمیں وہابیہ، دیابنہ وغیرہا سے محفوظ فرمائے۔ آمین

سوال نمبر 15. کیا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کا علم ہے اگر ہے تو پھر سورۂ مومن کی اس آیت کریمہ کا کیا مطلب ہوگا جس میں رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

منھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک۔ (مومن آیت 78)

یعنی ان میں سے کسی کا حال تم سے بیان فرمایا اور کسی کا حال بیان نہ فرمایا۔

جواب: اس آیت کریمہ میں قصص بیان کرنے کی نفی ہے علم کی نفی نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں زمانہ ماضی مین بعض انبیاء کا قصہ بیان کرنے کی نفی ہے اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخر عمر تک اللہ تعالیٰ نے باقی بعض انبیاء کے احوال کی خبر سے مطلع نہیں فرمایا۔ نیز یہ آیت بھی پیش نظر رہنی چاہیے۔ **وکلا نقص علیک من انباء الرسل مانثبت به فوادک۔** (ھود آیت 120) ترجمہ کنزالایمان: اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں۔ جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں۔ اس آیت کے تحت نور العرفان میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سارے رسولوں کے قصے سنا دیئے اور بتا دیئے کچھ قرآن کریم میں اور کچھ راز داری کے ساتھ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب رسولوں سے خبردار ہیں۔

حضرت علامہ شیخ احمد بن محمد صاوی مالکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے صاوی شریف میں سورۂ مومن کی اسی آیہ کریمہ کے تحت ارشاد فرمایا۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یخرج من الدنیا حتی علم جمیع الانبیاء تفصیلاً کیف لا وھم مخلوقون منه وصلوا خلفه لیلة الاسراء فی المقدس؟ ولکنه من العلم المکتوم، وانما ترک بیان قصصھم للامة رحمته بھم فلم یکلفھم الا بما یطیقون۔ (حاشیۃ الصاوی علی تفسیر الجلالین جلد 3 حصہ 5 ص 1836)

ترجمہ: بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جان لیا تمام انبیاء علیہم السلام کو تفصیلی طور پر اور کیسے نہ جانتے۔ حالانکہ وہ سب آپ سے پیدا ہوئے۔ شب معراج بیت المقدس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ لیکن یہ علم پوشیدہ رکھا گیا اور ان کے قصے ترک کر دیئے امت پر رحمت کرنے کے لئے پس ان کو تکلیف نہیں مگر جتنی وہ طاقت رکھتے ہیں۔

بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعداد کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعداد بھی بیان فرما دی جبکہ قرآن

کریم میں صرف ستائیس (27) انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کیا گیا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ پھر یہ پوچھا گیا کہ ان میں سے رسل علیہم السلام کتنے ہیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تین سو تیرہ کا جم غفیر۔

اس روایت کو تفسیر مظہری میں مسند احمد، ابن راہویہ کے حوالہ سے کہ انہوں نے اپنی مسندوں میں ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں۔ ایسے ہی تفسیر صافی میں بھی منقول ہے لیکن وہاں رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ کی بجائے تین سو پندرہ مذکور ہے۔ تفسیر ضیاء القرآن میں آسی آیت کے تحت مذکور ہے۔

اس سے کوئی اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو کہ جن انبیاء و رسل (علیہم السلام) کا قرآن کریم میں ذکر ہے ان کا علم تو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو ہے اور جن کا ذکر نہیں ان کو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نہیں جانتے چنانچہ:

علامہ آلوسی (رحمتہ اللہ تعالیٰ) لکھتے ہیں۔

ایما کان لا دلالة فی الایة علی عدم علمه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بعدد الانبیاء والمرسلین کما توهم بعض الناس (......) (روح المعانی)

یعنی کچھ بھی ہو اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور کو انبیاء اور مرسلین (علیہم السلام) کی تعداد کا علم نہ تھا۔ جس طرح بعض لوگوں نے وہم کیا ہے تمام انبیاء و رسل (علیہم السلام) نے شبِ معراج امام الانبیاء کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ (ضیاء القرآن جلد 4 ص 322)

سوال نمبر 16. نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے تو سورۃ الانعام کی آیت نمبر 50 کا کیا مطلب ہوگا جس میں فرمایا گیا۔ **قل لا اقول لکم عندی خزائن الله ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک** ۔تم فرماؤ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ (خود) غیب جان لیتا ہوں اور نہ تم سے کہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

جواب: اس آیت کا مطلب سمجھنے کے لئے امام رازی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس تحریر

کو ملاحظہ فرمالیں جو انہوں نے اسی آیۃ کریمہ کے تحت لکھی ہے تو مطلب بالکل واضح ہو جائے گا۔ امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ:

امرہ اللہ تعالیٰ ان ینفی عن نفسہ اموراً ثلاثۃ۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ان (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کوفرمایا کہ اپنے سے تین امور کی نفی کر دیں۔

اولھا: قولہ لااقول لکم عندی خزائن اللہ فاعلم ان القوم کانوا یقولون لہ ان کنت رسولاً من عنداللہ، فاطلب من اللہ حتی یوسع علینا منافع الدنیا وخیراتھا، ویفتح علینا ابواب سعادتھا. فقال تعالیٰ قل لھم انی لا اقول لکم عندی خزائن اللہ، فھو تعالیٰ یوتی الملک من یشاء ویعز من یشاء ویذل من یشاء بیدہ الخیر لابیدی..........

پس جان تو کہ بے شک قوم (یعنی کفار) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہتے کہ اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ سے ہمارے لئے دنیا کے منافع اور اچھائیاں طلب کیجئے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے سعادتوں کے دروازے کھول دے۔ تو (اس پر) اللہ عزوجل نے فرمایا کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ملک عطا فرماتا ہے جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے بھلائی اسی کے دستِ قدرت میں ہے نہ کہ میرے ہاتھ میں..........۔

وثانیھا: قولہ (ولا اعلم الغیب) ومعناہ ان القوم کانوا یقولون لہ ان کنت رسولاً من عنداللہ فلا بدوان تخبرنا عما یقع فی المستقبل من المصالح والمضار، حتی نستعد لتحصیل تلک المصالح، ولدفع تلک المضار، فقال تعالیٰ: قل انی لا اعلم الغیب فکیف تطلبون منی ھذہ المطالب؟

قوم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہتی کہ اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہمیں بتائے کہ مستقبل میں کیا فوائد ہونگے اور کیا نقصانات؟ تا کہ ہم فوائد حاصل کرنے کی اور نقصانات سے بچنے کی کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ آپ کہیے کہ (از خود) میں غیب نہیں جانتا۔ پس تم مجھ سے ان امور کا مطالبہ کیسے کرتے ہو؟

وثالثها: قولہ (ولا اقول لکم انی ملک) ومعناہ ان القوم کانوا یقولون (مال هذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق) (الفرقان: 7) ویتزوج ویخالط الناس. فقال تعالیٰ: قل لهم انی لست من الملئکة.

قوم (کفار) کہتے اس رسول کو کیا ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے (فرقان: آیت 7) اور نکاح کرتا ہے اور لوگوں کے ساتھ رہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا آپ ان کو کہیے کے میں فرشتوں سے نہیں ہوں۔ (تفسیر کبیر جلد 4 ص 537-538)

مطلب بالکل واضح ہو گیا کہ یہ آیت کفار کے بارے میں نازل ہوئی جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مختلف مطالبات کرتے تو ان کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی گئی۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا یہ غیب کفار کے انجام کے ساتھ خاص ہے۔ یعنی میں اس کا دعویٰ نہیں کرتا اور نہ میں فرشتہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں۔ حتی کہ تم مجھے خلافِ عادت افعال کا مکلّف کرو۔ مثلاً آسمان پر چڑھنا۔ اس سے یہ وہم نہیں ہونا چاہیے کہ فرشتہ بنی سے افضل ہوتا ہے۔ کیونکہ شیر، بھیڑیا، سانپ اور پرندے ایسے کام کر لیتے ہیں جو انسان نہیں کر سکتا۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ انسان سے افضل ہوں۔

(روح المعانی جلد 7 ص 155-156)

اس آیتِ کریمہ کے ترجمہ پر ہی غور کیا جائے تو مفہوم واضح ہو جاتا ہے اس میں ہے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ یعنی یہاں کہنے کی نفی ہے خزانوں کے پاس ہونے کی نفی نہیں ہے۔ ایسے ہی اپنے آپ غیب کو نہیں جانتے۔ اللہ عزوجل کی عطا کی نفی نہیں ہے اور یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ یہ گفتگو کافروں سے کی گئی مسلمانوں سے نہیں۔ مسلمانوں سے جب گفتگو ہوتی ہے تو ارشاد ہوتا ہے۔

اوتیت مفاتیح خزائن الارض۔ (مشکوٰۃ)

مجھے زمین کے خزانوں کی جابیاں دے دی گئیں۔

اور فرمایا "اگر میں چاہوں تو پہاڑ میرے ساتھ سونے کے بن کر چلیں۔ (مشکوٰۃ)

اور کسی موقع پر ارشاد ہوتا ہے۔

اللہ کی قسم تم مجھ سے جس چیز کے بارے میں سوال کرو گے تو میں تم کو اسی مقام پر اس کی خبر دوں گا۔ (بخاری)

سوال نمبر 17. قرآن کریم میں تو ہے کہ:

وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو ط (الانعام)

اور اسی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں نہیں جانتا انہیں مگر وہی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی غیب کو نہیں جانتا اگر جانتا ہے تو پھر اس آیت کا مطلب کیا ہوگا؟

جواب: یہ آیت کریمہ حق ہے اس میں کچھ بھی شک نہیں۔لیکن اس آیت کریمہ سے یہ مفہوم اخذ کرنا کہ اللہ عزوجل نے کسی کو غیب کے علم کی تعلیم نہیں دی یہ درست نہیں ہے کیونکہ آیت کریمہ کے ترجمہ پر غور فرمائیں تو کوئی لفظ ایسا نظر نہیں آئے گا جس میں یہ کہا ہو کہ ہم نے یہ علم کسی کو تعلیم نہیں فرمایا۔اس آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ ذاتی غیب کا علم فقط اللہ عزوجل کو ہے لیکن اگر پھر بھی کوئی ضد کرتا ہے کہ نہیں یہ اس سے مراد نہیں ہے۔مطلقا ہر طرح کے علم کی نفی ہے غیر اللہ سے اور اللہ کے لئے ثابت ہے تو اس سے کئی خرابیاں لازم آتی ہیں مثلاً ایک تو یہ کہ ہر قسم کے علم میں عطائی علم بھی آجاتا ہے اور عطائی علم اللہ عزوجل کے لئے ثابت کرنا کفر ہے۔دوسری خرابی یہ لازم آتی ہے کہ قرآن میں تضاد پیدا ہو جائے گا کہ اس جگہ تو ہے کہ اللہ عزوجل کو ہی علم ہے اور دوسری جگہ فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

(ال عمران آیت 179)

ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔

(الجن آیت 25-26)

ترجمہ کنزالایمان: غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

نیز ارشاد فرمایا۔

وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمْ۔ (النساء 113)

ترجمہ کنزالایمان: اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ۔ (التکویر آیت 24)

ترجمہ کنزالایمان: اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

ان آیات میں تو انبیاء و مرسلین کے لئے بھی علم ثابت ہو رہا ہے اور زیر بحث آیت میں ہے کہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ تو اب آپ ہی بتائیں کہ اگر ذاتی اور عطائی کا فرق نہ کیا جائے تو کیا تضاد ختم ہو جائے گا۔

نیز یہ کہنا کہ اللہ عزوجل کے تعلیم فرمانے سے بھی کسی کو غیب کا علم نہیں ہو سکتا تو اس سے جو خرابی لازم آتی ہے وہ بھی آپ بخوبی جانتے ہونگے کہ اس سے اللہ عزوجل کا (معاذ اللہ) عاجز ہونا ثابت ہوگا کہ اس نے تو کسی کو علم تعلیم فرمایا مگر اس تعلیم فرمانے کے باوجود جس کو یہ علم تعلیم فرمایا گیا اس کو نہیں آیا۔

یہ تمام خرابیاں اس وقت آتی ہیں جب آیات کا غلط مفہوم اخذ کیا جائے جبکہ درست مفہوم اخذ کرنے سے یہ خرابیاں لازم نہیں آتیں۔

اللہ عزوجل ہمیں قرآن کا درست فہم عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

سوال نمبر 18. نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روح کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل میں ہے۔

وَيَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا۔

اور آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ فرمادیں کہ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔

اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روح کا علم ہوتا تو واضح طور پر فرما دیتے۔

جواب: جواب سے پہلے یہ بات اپنے ذہن میں محفوظ فرمالیں کہ کسی چیز کا جاننا اور ہوتا ہے اور خبر دینا اور ہوتا ہے کسی کا کسی چیز کو بیان نہ کرنا نہ جاننے کی دلیل نہیں ہوا کرتا۔ آپ بھی تو بہت ساری چیزوں کو جانتے ہونگے لیکن سب کو بیان نہیں کرتے تو کیا بیان نہ کرنے سے علم کی نفی ہو جائے گی؟ ہرگز نہیں۔ ایسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اگر بیان نہیں فرمایا تو اس سے یہ اخذ کرنا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کے بارے میں علم نہ تھا اور دلیل کے طور پر اس آیت کریمہ کو پیش کرنا۔ یہ درست نہیں ہے کیونکہ اس آیت کریمہ میں کوئی بھی ایسا لفظ ہے ہی نہیں جو اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روح کا علم نہیں ہے یا نہیں دیا گیا وغیرہ۔ اس آیت کریمہ میں تو کفار کی طرف سے ایک سوال کیا گیا تو جواب میں کفار سے ارشاد فرمایا کہ تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ اس میں نہ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم نے آپ کو روح کا علم نہیں دیا اور نہ ہی آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے روح کا علم نہیں دیا گیا۔ تو پھر کسی اور کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کا ہم کلمہ پڑھتے ہیں ان سے روح کے علم کی نفی کرے۔

روح کی تفصیلاً ان کفار کو خبر نہ دینا تو علامتِ نبوت تھی چنانچہ تفاسیر میں آتا ہے کہ مشرکین یہود کے پاس گئے اور کہا کہ ہمیں کوئی چیز بتاؤ جس کے بارے میں ہم ان سے (یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سوال کریں کہ تم تو اہلِ کتاب ہو تم کو تو اس آخری نبی کی نشانیاں معلوم ہیں تو اس پر انہوں نے ان کو کہا کہ اس نبی (علیہ السلام) سے تین سوال کرو اگر وہ تینوں کے جواب تفصیلاً دیں تب بھی نبی نہیں اگر نہ دیں تو پھر بھی نبی نہیں ہاں البتہ اگر دو کا جواب تفصیلاً دیں اور ایک کا اجمالاً تو پھر وہ نبی ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وہ تین سوال یہ تھے۔

(۱) اصحابِ کہف

(۲) ذوالقرنین کا قصہ کیا ہے

(۳) روح کیا چیز ہے؟

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے بارے میں تفصیلاً جواب ارشاد فرمایا جبکہ روح کے بارے میں اجمالی طور پر فرمایا کہ وہ میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے جس سے کفار کو اپنے دل میں اس بات کا اقرار کرنا پڑا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی برحق ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے مدارج النبوت میں لکھا ہے کہ: ''علامت نبوۃ، جو مقرر تھی وہ روح کی خبر نہ دینا تھی۔ نہ کہ روح کو نہ جاننا۔ خبر نہ دینا اور ہے اور نہ جاننا اور ہے''۔ (مدارج النبوۃ)

بلکہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تو یہاں تک بیان فرما دیا کہ: ''مومن عارف یہ ہمت کس طرح کرسکتا ہے کہ سید المرسلین اور امام العارفین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات سے حقیقتِ روح کی نفی کرے۔ حالانکہ ان کو حق سبحانہ نے اپنی ذات وصفات کا علم عطا فرمایا۔ اور ان پر اولین و آخرین کے علوم واضح طور پر کھول دیئے تو ان کی حقیقت جامعہ کے مقابل روح انسانی کی کیا حقیقت ہے یہ علم روح تو اس دریا کا ایک قطرہ ہے اور جنگل کا ایک ذرہ''۔ (مدارج النبوۃ)

احیاء العلوم میں تو امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کمال ہی کر دیا فرماتے ہیں۔

تو یہ گمان نہ کر تحقیق روح سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ظاہر نہ تھی کیونکہ جو روح کو نہیں جانتا۔ گویا اس نے اپنے نفس کو نہ جانا اور جو اپنے نفس کو نہ جانے وہ اللہ کو کس طرح پہچان سکتا ہے۔ یہ بھی بعید نہیں کہ روح بعض اولیاء و علماء کو ظاہر ہو۔ (احیاء العلوم)

امام شعرانی کا ارشاد گرامی بھی ملاحظہ فرمالیں۔ فرماتے ہیں۔

اوتی علم کل شیء حتی الروح۔ (کشف الغمہ جلد 2 ص 44)

یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر شئی کا علم عطا فرمایا گیا حتی کہ روح کا علم بھی۔

ان دلائل کے ہوتے ہوئے شاید کسی انکار کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

اللہ عزوجل ہمیں صحیح سمجھ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

سوال نمبر 19. اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل محبوبوں کو غیب کا علم عطا فرمایا گیا ہے جبکہ سورۃ النمل میں ہے۔

قُلْ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ط

آپ فرمائیے (خود بخود) نہیں جان سکتے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں غیب کو سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی غیب جانتا ہی نہیں۔

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ خود بخود تعلیم الٰہی عزوجل کے بغیر کوئی بھی نہیں جانتا یہ حق ہے لیکن اس آیت سے یہ مفہوم اخذ کرنا کہ کسی کو تعلیم بھی نہیں فرمایا یہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے اور قرآن کریم کی ایسی تفسیر کرنا جو خود قرآن یا حدیث کے خلاف ہو مردود ہے کیونکہ رب تعالیٰ کے انبیاء ومرسلین کو تعلیم فرمانے پر متعدد آیات شاہد ہیں جو دیگر سوالات کے تحت آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ خصوصاً سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پر آیات اور احادیث کثیرہ موجود ہیں۔ آپ کے فائدے کے لئے اس جگہ تفسیر ضیاء القرآن سے ایک اقتباس پیش کر رہا ہوں جس کو مذکورہ آیت کے تحت لکھا گیا ہے۔

پیر کرم شاہ صاحب الازہری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

قرآن کریم کی آیات کا مفہوم بیان کرتے ہوئے ضروری ہے کہ انسان اس بات کا خیال رکھے کہ آیات کا ایسا مفہوم اور تشریح نہ بیان کی جائے جو قرآن کی دوسری آیات کے سراسر خلاف ہو۔ ورنہ قرآن حکیم کی حقانیت ثابت کرنے کی بجائے اپنے سامعین کے دل میں یہ غلط فہمی پیدا کرنے کا سبب بن جائے گا کہ قرآن کی بعض آیتیں دوسری بعض آیتوں سے ٹکراتی ہیں اور تکذیب کرتی ہیں (العیاذ باللہ) اور وہ کتاب جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کا بطلان کر رہا ہو اسے کسی عقلمند انسان کا کلام بھی نہیں کہا جا سکتا چہ جائیکہ اسے خداوند علیم وحکیم کا کلام مانا جائے جو ہمہ بین بھی ہے اور ہمہ دان بھی۔

قرآن کریم نے اپنے کلامِ الٰہی ہونے پر دیگر دلائل کے علاوہ ایک یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ اس میں اختلاف نہیں پایا جاتا۔ ارشاد ہے۔

لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً. (4 : 82)

یعنی یہ اگر اللہ تعالیٰ کا کلام نہ ہوتا تو تم اس میں جگہ جگہ پر اختلاف اور تضاد پاتے۔

گویا قرآن میں اختلاف کا نہ پایا جانا اس بات کی محکم دلیل ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اگر غور وفکر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ کر اس آیت کا ترجمہ کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ زمین و آسمان میں جو مخلوق بھی ہے وہ غیب کو نہیں جانتی۔ حالانکہ قرآن کی بے شمار آیتوں سے ہمیں فرشتوں کا نزول وحی کا، قیامت، جنت و دوزخ کا علم ہے اور ان پر ہمارا ایمان ہے۔ حالانکہ یہ تمام عالم غیب کی چیزیں ہیں۔ نیز کثیر آیات اور ہزاروں صحیح احادیث سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امورِ غیبیہ پر مطلع ہونا ثابت ہے اس لئے ہمیں اس آیت میں غور کرنا چاہیے کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ علماء کرام نے تصریح کی ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جتائے اور بتلائے بغیر کوئی بھی غیب پر آگاہ نہیں ہوسکتا۔ خود قرآن حکیم نے بھی اس قول کی تصدیق فرمادی۔ عالم الغیب فلایظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ (72 : 26,25)

اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

اس آیت نے بتادیا کہ اللہ تعالیٰ کی دوسری تمام صفات کی طرح اس کی یہ صفت بھی قدیم ہے ذاتی ہے اور غیر متناہی ہے۔ یعنی ایسا نہیں کہ وہ پہلے کسی چیز کو نہیں جانتا تھا اور اب جاننے لگا بلکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ سے ہر چیز کو اس کے پیدا ہونے سے پہلے بھی۔ اس کی حین حیات میں بھی اور اس کے مرنے کے بعد بھی اپنے علم تفصیلی سے جانتا ہے نیز اس کا یہ علم اس کا اپنا ہے کسی نے اس کو سکھایا نہیں ہے نیز اس کے علم کی نہ کوئی حد ہے نہ نہایت۔ اگر کوئی شخص کماً یا کیفاً یعنی مقدار اور کیفیت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا کسی کے لئے اثبات کرے تو وہ ہمارے نزدیک شرک کا مرتکب ہوگا۔ اس لئے حضور پُر نور امام الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم مبارک خداوند کریم کے علم کی طرح قدیم نہیں بلکہ حادث ہے یعنی پہلے نہیں تھا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ کے تعلیم کرنے سے حاصل ہوا۔ خداوند کریم کے علم

کی طرح ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سکھانے سے حاصل ہوا۔ نیز حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم خداوند کریم کے علم کی طرح غیر متناہی اور غیر محدود نہیں بلکہ متناہی اور محدود ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم محیط کے ساتھ حضور فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی نسبت اتنی بھی نہیں جتنی پانی کے ایک قطرہ کو دنیا بھر کے سمندروں سے ہے۔

ہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ حادث، عطائی اور محدود علم اتنا محدود نہیں جتنا بعض حضرات نے سمجھ رکھا ہے۔ اس کی وسعتوں کو یا دینے والا جانتا ہے یا لینے والا یا سکھانے والے کو پتہ ہے یا سیکھنے والے کو۔ ہم تم تو کس گنتی میں ہیں۔ جبرئیل امین بھی وہاں دم مارنے کی مجال نہیں رکھتا۔ **فاوحی الی عبده مااوحی** ۔ اس نے وحی فرمائی اپنے بندے کی طرف جو وحی فرمائی۔ علم و معرفت کی وہ وسعتیں اور بے کرانیاں جن پر بیان کا ہر جامہ تنگ ہے ان کی حد برآری ہم کرنے لگیں گے تو ٹھوکریں نہیں کھائیں گے تو اور کیا ہوگا۔

اس تلمیذ رحمٰن نے اپنی زبان حق ترجمان سے ہمیں خود جو کچھ بتایا ہے ہم اس کو حق تسلیم کرتے ہیں اور اس پر ہمارا ایمان ہے اسی کی زبان پاک سے نکلا ہوا یہ قول طیب ہم نے سنا ہے۔

قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم رايت ربى عزوجل فى احسن صورة قال فيم يختصم الملاالاعلى قلت انت اعلم قال فوضع كفه بين كتفى فوجدت برده بين ثدى فعلمت مافى السموت والارض.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آج میں نے اپنے بزرگ و برتر پروردگار کی زیارت کی ہے بڑی حسین اور پیاری صورت میں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ہتھیلی میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھی۔ جس کی ٹھنڈک میں نے سینے میں محسوس کی۔ پھر میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں تھا اور زمین میں تھا۔

اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مشکوٰۃ کی شرح اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں۔

"پس دانستم هرچه در آسمانها وهرچه زینها بود۔ عبادتست از حصول تمامۂ علوم جزوی و کلی واحاطۂ آں"

ترجمہ: پس جو چیز آسمانوں میں تھی اُسے بھی میں جان لیا اور جو چیز زمینوں میں تھی اسے بھی میں نے جان لیا (پھر فرماتے ہیں کہ) اس ارشاد نبوی کا مقصد یہ ہے کہ تمام علوم جزوی اور کلی مجھے حاصل ہوگئے اور ان کا میں نے احاطہ کرلیا۔

علامہ علی القاری علیہ الرحمۃ اپنی کتاب المرقاۃ شرح المشکوٰۃ میں پہلے اس حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہیں اس کے بعد شارح بخاری علامہ ابن حجر (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کا قول نقل کرتے ہیں میں یہاں اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے فقط علامہ ابن حجر (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کے قول پر اکتفا کرتا ہوں۔

قال ابن حجر ای جمیع الکائنات التی فی السموت بل وما فوقھا.......... والارض ھی بمعنی الجنس ای وجمیع مافی الارضین السبع وما تحتھا.......... یعنی ان اللہ تعالیٰ اری ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ملکوت السموت والارض وکشف لہ ذالک وفتح علی ابواب الغیوب.

(المرقات شرح مشکوٰۃ جلد 1 ص 463)

ترجمہ: ”علامہ ابن حجر (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تمام کائنات جو آسمانوں میں تھی بلکہ ان کے اوپر بھی جو کچھ تھا اور جو کائنات سات زمینوں میں تھی بلکہ ان کے نیچے بھی جو کچھ تھا وہ میں نے جان لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی دکھائی تھی اور اسے آپ پر منکشف کیا تھا اور مجھ پر اللہ تعالیٰ نے غیب کے دروازے کھول دیئے ہیں“۔

ممکن ہے اس حدیث کی سند کے بارے میں کسی کو شک ہو۔ اس لئے اس کے متعلق مشکوٰۃ کے مصنف کی رائے غور سے سُن لیجئے جو انہوں نے یہ حدیث متعدد طرق سے نقل کرنے کے بعد تحریر کی ہے۔ اگر دل میں حق پذیری کا جذبہ موجود ہے تو بفضلہٖ تعالیٰ یقیناً تسلی ہو جائے گی۔

رواہ احمد والترمذی وقال حسن صحیح وسالت محمد بن اسمعیل البخاری من ھذا الحدیث فقال ھذا حدیث صحیح۔ (مشکوٰۃ شریف، کتاب الصلوٰۃ)

اس حدیث کو امام حمد (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) اور امام ترمذی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام ترمذی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے متعلق امام بخاری (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) سے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا **هذا حديث صحيح**۔ "یہ حدیث صحیح ہے"۔

امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔

قال فينا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مقاماً ماترک شيئا يكون فى مقامه ذلک الى قيام الساعة الاحدث به حفظه من حفظه ونسيه من نسيه قد علمه اصحابى هؤلا وانه ليكون من الشئى قد نسيته فاراه فاذكره كما يذكر الرجل وجه الرجل اذا غاب عنه ثم اذا راه.

ترجمہ: "ایک روز حضور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک جگہ تشریف فرما ہوئے اور قیامت تک ہونے والی کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کا ذکر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے نہ فرمایا ہو۔ یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا۔ بھلا دیا اسے جس نے بھلا دیا۔ میرے یہ سارے صحابہ اس کو جانتے ہیں اور کوئی ایسی شے وقوع پذیر ہوتی ہے جسے میں بھول چکا ہوتا ہوں تو اسے دیکھتے ہی مجھے یاد آجاتا ہے۔ (کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یونہی فرمایا تھا) بالکل اس طرح جیسے تیرا کوئی واقف آدمی کافی عرصہ تجھ سے غائب رہا ہو اور جب تو اسے دیکھے تو تُو اسے پہچان لیتا ہے"

امام بخاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے وہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

عن عمر (رضى الله تعالىٰ عنه) قال قام فينا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مقاماً فا خبرنا عن بدء الخلق حتى دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذالک من حفظه ونسيه من نسيه. (رواه البخارى)

ترجمہ: حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک دن رسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیام فرما ہوئے اور تخلیق کائنات کی ابتداء سے لے کر اہل جنت کے اپنی منازل میں اور اھل دوزخ کے اپنے ٹھکانوں میں داخل ہونے تک کے تمام حالات سے ہمیں خبر دی۔ یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا۔ بھلا دیا اسے جس نے بھلا دیا"۔

علامہ علی القاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ طیبی کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

قال الطیبی حتی غایة اخرنا ای اخبر مبتدا من بدء الخلق حتی انتھیٰ الی دخول اھل الجنة الجنة ووضع الماضی موضع المضارع مبالغة التحقیق المستفادة من قول الصادق الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم .

ترجمہ: "علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں حتی کا لفظ بیان غایت کے لئے ہے یعنی حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اپنے اس جامع خطبہ میں کائنات کی آفرینش سے لے کر اس وقت تک کے تمام حالات بیان فرمائے جبکہ جنتی اپنے اپنے محلات میں قیام پذیر ہو جائیں گے۔ پھر فرماتے ہیں کہ جنتیوں کا جنت میں دخول تو زمانہ مستقبل میں ہوگا۔ اس لئے حتی یدخل یعنی مضارع کا صیغہ استعمال ہونا چاہیے تھا۔ حدیث میں ماضی کا صیغہ (حتی دخل) کیوں استعمال ہوا ہے اس کا جواب دیتے ہیں کہ کیونکہ یہ خبر دینے والا صادق (سچا) اور امین (دیانتدار) رسول ہے۔ اس نے آئندہ کے متعلق جو فرما دیا کہ ایسا ہوگا اس کا ہونا بھی اتنا ہی یقینی ہے جتنا اس بات کا جو پہلے واقع ہو چکی ہو"۔

اللہ تعالیٰ اسلاف کرام کا نور ایمان عطا فرمائے تب ہی کتاب وسنت کے آئینہ میں حق کا رخ زیبا نظر آتا ہے ورنہ ساری عمر شک وشبہ کی جھاڑیوں میں دامن اُلجھا رہتا ہے اور قیل وقال سے ہی فرصت نہیں ملتی۔

قرآن کریم کی آیات طیبات اور ان احادیث صحیحہ کے بعد ہم کسی سے اپنے مومن ہونے کا سرٹیفکیٹ لینے کے لئے یہ ماننے یا زبان پر لانے یا اس کا تصور کرنے کے لئے بھی تیار نہیں کہ شیطان کا علم فخر عالم کے علم سے زیادہ ہے یا ایسا علم تو گاؤخر اور ہر سفیہ کو بھی حاصل ہے۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔

اس آیت کا جو مفہوم میں نے بیان کیا علماء کرام کی تصریحات بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی بغدادی اس پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

ولعل الحق ان يقال ان العلم الغيب المنفى عن غيره جل وعلا هو ماكان للشخص لذاته اى بلاواسطة فى ثبوته له.......... وما وقع للخواص ليس من هذا العلم المنفى فى شئى ضرورة انه من الواجب عزوجل افاضه عليهم بوجه من وجوه الافاضة۔ (روح المعانی جلد2 ص11)

ترجمہ: یعنی حق بات یہ ہے کہ جس علم غیب کی نفی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کوئی نہیں جانتا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اسے خود بخود نہیں جان سکتا۔ اور خاص بندوں کو جو علم حاصل ہے وہ یہ علم نہیں جس کی آیت میں نفی کی گئی ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی فیض رسانی سے انہیں حاصل ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی فیض رسانی کے متعدد وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے انہیں مرحمت فرمایا ہے۔

علامہ موصوف اس سے آگے چل کر لکھتے ہیں:

وَبِالْجُمْلَةِ عِلْمِ الْغَيْبِ بِلَاوَاسِطَةٍ كَلًّا اَوْ بَعْضًا مخصوص بالله جل وعلا لايعلمه احد من الخلق اصلا۔

ترجمہ: یعنی ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ علم الغیب بلاواسطہ کلا اور بعضا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے یعنی نہ سارا علم غیب بغیر اس کے بتائے کوئی جان سکتا ہے اور نہ بعض کوئی جان سکتا ہے۔

حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وغيره تعالىٰ لايعلم الا باعلام یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جان سکتا مگر اس کے جتانے اور سکھانے سے۔

آخر میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قلت ويمكن ان يكون التقدير لايعلم من فى السموت والارض

الغیب بشئی الا باللہ ای بتعلیمہ۔ (مظہری)

یعنی میں کہتا ہوں کہ تقدیر عبارت یوں ہے کہ زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور سکھانے کے بغیر غیب کو نہیں جا سکتی۔

اس تحقیق کے بعد بھی اگر کوئی صاحب ہم اہل سنت پر شرک کا الزام لگائے تو اس کی مرضی اس آزادی کے دور میں ہم اس کے لئے دعائے ہدایت کے بغیر کیا کہہ سکتے ہیں۔ البتہ اسے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس بہتان کے متعلق اس سے باز پُرس ہوگی اور اس پُر آشوب دور میں امت مصطفویہ علی نبیها افضل الصلوات وازکی التسلیمات میں فتنہ و فساد کا دروازہ کھولنے پر اسے روزِ حشر جوابدہ ہونا ہوگا۔ الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

(تفسیر ضیاء القرآن جلد 3 ص 461,457)

بسم اللہ شریف کے حروف کی نسبت سے انیس سوالات مکمل ہوئے۔

اللہ عزوجل ہمیں راہِ مستقیم پر ثابت قدمی نصیب فرمائے اور بے ہدایتوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

25-10-2003 بمطابق 28 شعبان المعظم شب ہفتہ تقریباً 12:03 بجے

حال امام وخطیب جامع مسجد غوثیہ محمدی محلہ وسن پورہ لاہور۔

ہماری پیاری اور معیاری کتب

نمبر شمار	نام کتب	ہدیہ
1.	فیصلہ کیجئے بریلوی اور دیوبندی میں کیا فرق ہے؟	30/-
2.	وسیلہ کیا ہے؟	15/-
3.	توسل کی شرعی حیثیت	30/-
4.	اعضاء کی پیوند کاری	12/-
5.	حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ اور ردِّ قادیانیت	12/-
6.	تحفۂ شادی مع علاج و امراض	120/-
7.	پیغام عبرت	100/-
8.	عشق کے رنگ	100/-
9.	ذکر مصطفیٰ بزبان عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	100/-
10.	آنسوؤں کی برسات	20/-
11.	فقیری میں کیا رکھا ہے؟	40/-
12.	مدینۃ التجوید	60/-
13.	بابرکت راتیں	15/-
14.	دینِ فطرت	70/-
15.	بہارِ شعبان	15/-